پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال

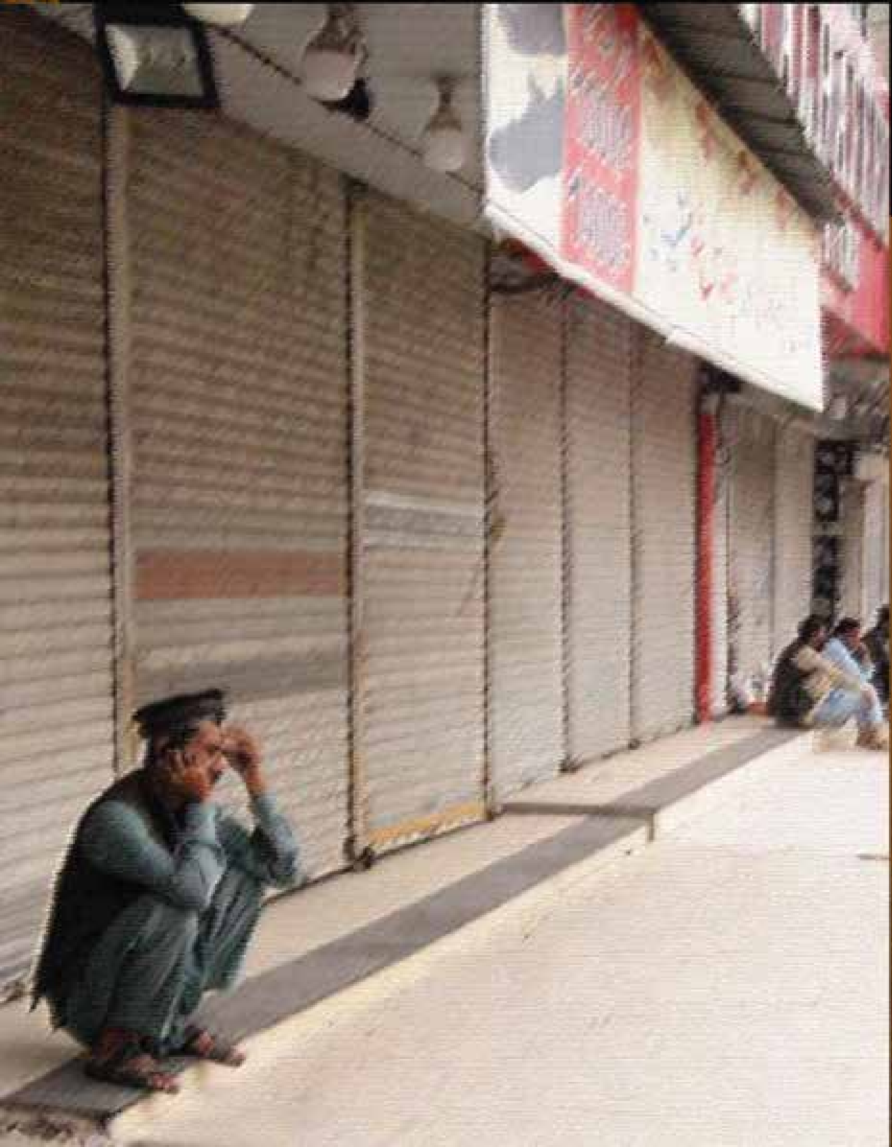

انسانی حقوق کے نامور دفاع کاروں کی یاد میں

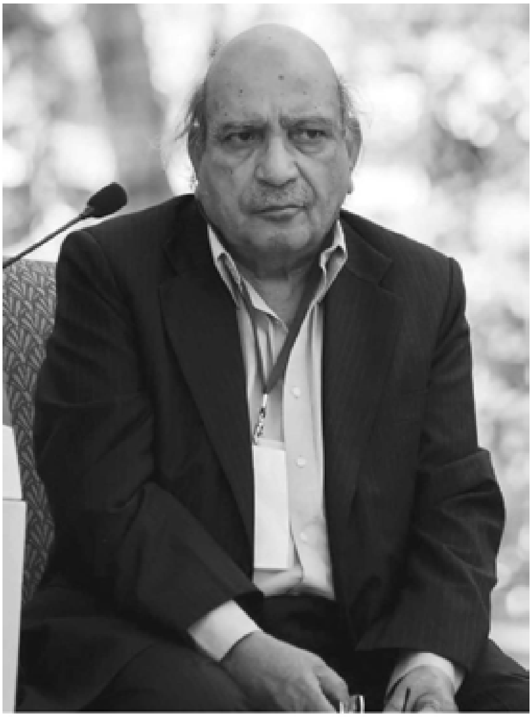

آئی اے رحمان صاحب

2021-1930

کامران عارف صاحب

2021-1966

2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ ماخذ کا اقرار کرتے ہوئے دوبارہ شائع کیا جا سکتا ہے۔

اس اشاعت کے اجزا کی درستگی کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کسی بھی قسم کی نادانستہ فروگزاشت کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس اشاعت میں شامل کی گئی تصاویر جائز استعمال کی پالیسی کے تحت، کاپی رائٹ کی خلاف ورزی کے ارادے کے بغیر دوبارہ شائع کی ہیں اور اس نے تمام ماخذوں کے کردار کو تسلیم کیا ہے۔

ISBN 978-969-8324-94-0

پرنٹر: ایم۔ پرنٹ

جی-3، اعجاز سنٹر، رائل پارک

لاہور

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ایوانِ جمہور

107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور۔54600

فون: 9969 3586 ,4994 3586 ,8341 3583 (042) 92+

فیکس: 3582 3588 (042) 92+

ای میل: hrcp@hrcp-web.org

ویب سائٹ: www.hrcp-web.org

مدیر: فرح ضیا

ترتیب و تدوین: رِدا افضل

ذرائع

جہاں متن میں کوئی حوالہ نہیں دیا گیا، ایچ آر سی پی کے جائزے پر مبنی رپورٹس، نامہ نگاروں اور عام شہریوں کے ساتھ خط وکتابت، سرکاری گزٹ، اقتصادی اور قانونی دستاویزات اور دیگر سرکاری اطلاعات اور بیانات، قومی اور علاقائی ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹوں اور یو این ڈی پی، آئی ایل او، ڈبلیو ایچ او اور یونیسف اور ورلڈ بینک جیسے عالمی اداروں کی مطبوعات پر مبنی ہیں۔

سرکاری رپورٹوں، پریس کے جائزوں اور این جی اوز کے نمونے کی سروے رپورٹوں کو ان کے محدود وسائل کی پیشِ نظر صورت حال کی مکمل یا حتمی تصویر سمجھا جانا چاہیے۔ یہ صرف سال کے دوران سامنے آنے والے رجحانات کی عکاسی کرتی ہیں۔

تصاویر قومی اور علاقائی اخبارات اور آن لائن ذرائع سے لی گئی ہیں۔

فہرست

ذرائع کے متعلق بیان

اختصارات

لغت

تعارف ... 1

جائزہ: وہ سال جس نے سب کچھ بدل دیا ... 3

اِہم نکات ... 9

پنجاب ... 19

سندھ ... 47

خیبر پختونخوا ... 77

بلوچستان ... 107

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ ... 131

آزاد جموں و کشمیر ... 149

گلگت-بلتستان ... 169

ضمیمہ 1 پاکستان کی آئینی و عالمی ذمہ داریاں ... 185

ضمیمہ 2 2020 کے دوران انسانی حقوق سے متعلق قانون سازی ... 199

ضمیمہ 3 ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں ... 205

ضمیمہ 4 ایچ آر سی پی کے بیانات ... 217

تصاویر کے ذرائع ... 247

اختصارات

اے جے کے	آزاد جموں وکشمیر
اے این پی	عوامی نیشنل پارٹی
اے ایس ای آر	اینول سٹیٹس آف ایجوکیشن رپورٹ
اے ڈبلیو پی	عوامی ورکرز پارٹی
بی اے پی	بلوچستان عوامی پارٹی
بی این ایف۔ایچ	بلورستان نیشنل فرنٹ (حمید)
بی این پی۔ایم	بلوچستان نیشنل پارٹی (مینگل)
بی یو ایم ای ایس	بولان یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسز
سی سی پی او	کیپیٹل سٹی پولیس آفیسر
سی ڈی اے	کیپیٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی
سی این آئی سی	کمپیوٹرائزڈ نیشنل ایڈنٹٹی کارڈ
سی او آئی ای ڈی	کمیشن آن انکوائری آن انفورسڈ ڈس اپیرینسز
سی پی ای سی (سی پیک)	چائنا پاکستان اکنامک کوریڈور
سی ایس او	سول سوسائٹی آرگنائزیشن
ڈی ای سی	ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنر
ای سی پی	الیکشن کمیشن آف پاکستان
ای پی اے	اینوائرمنٹ پروٹیکشن ایجنسی
فاٹا	فیڈرلی ایڈمنسٹرڈ ٹرائبل ایریاز
ایف سی	فرنٹیئر کور
ایف آئی آر	فرسٹ انفارمیشن رپورٹ
ایف ڈبلیو او	فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن
جی بی	گلگت بلتستان
جی بی ایل اے	گلگت بلتستان لیجسلیٹو اسمبلی
جی بی وی	جینڈر بیسڈ وائلنس
جی ایس پی	جنرلائزڈ سکیم آف پریفرینسز
آئی سی ٹی	اسلام آباد کیپیٹل ٹیریٹوری
آئی جی پی	انسپکٹر جنرل آف پولیس
آئی ایچ سی	اسلام آباد ہائی کورٹ
آئی ایل او	انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن
آئی ایم ایف	انٹرنیشنل مونیٹری فنڈ
آئی ایس پی آر	انٹر سروسز پبلک ریلیشنز
جے کے ایل ایف	جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ
جے ایس کیو ایم۔اے	جیے سندھ قومی محاذ (آریسر)
جے یو آئی ایف	جمعیت علمائے اسلام (فضل)
کے آئی یو	قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی
کے ایم سی	کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن
کے پی	خیبر پختونخوا
ایل ایچ سی	لاہور ہائی کورٹ
کے ایم سی	کراچی میونسپل کارپوریشن
کے پی	خیبر پختونخوا
ایل او سی	لائن آف کنٹرول
ایم ٹی آئی	میڈیکل ٹیچنگ انسٹیٹیوشن
این اے بی (نیب)	نیشنل اکاؤنٹیبلیٹی بیورو
این اے ڈی آر اے (نادرا)	نیشنل ڈیٹابیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی
این سی او سی	نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر
این جی او	نان گورنمنٹل آرگنائزیشن
پی ڈی ایم اے	پراونشل ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی
پی ایف یو جے	پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس
پی ایچ سی	پشاور ہائی کورٹ
پی کے ایم اے پی	پختونخوا ملی عوامی پارٹی
پی ایل ڈبلیو ڈی	پرسن لیونگ ود ڈس ایبلٹی
پی ایم ڈی سی	پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل
پی ایم ایل [این]	پاکستان مسلم لیگ [نواز شریف]
پی پی ای	پرسنل پروٹیکشن ایکوپمنٹ
پی پی پی	پاکستان پیپلز پارٹی
پی ایس ایم	پاکستان سٹیل ملز
پی ایس پی اے	پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی
پی ٹی آئی	پاکستان تحریک انصاف
پی ٹی ایم	پشتون تحفظ موومنٹ
آر ٹی آئی	رائٹ ٹو انفارمیشن
ایس ایچ سی	سندھ ہائی کورٹ
ایس او پی	سٹینڈرڈ آپریٹنگ پروسیجر
ٹی ٹی پی	تحریک طالبان پاکستان
یو این ایچ سی آر	یونائٹڈ نیشنز ہائی کمشنر فار ریفوجیز
یو این آئی سی ای ایف (یونیسف)	یونائٹڈ نیشنز چلڈرنز فنڈ

تعارف

یہ کہنا کم بیانی ہوگی کہ 2020 دنیا کے لیے ایک غیر معمولی طور پر مشکل سال تھا۔ کووڈ 19 وبا نے دنیا بھر کو متاثر کیا تو پاکستان اس سے کیسے بچا رہتا۔ اس وبا نے ملک میں موجود معاشرتی عدم مساوات، نظام کی نا اہلیت اور انسانی حقوق کی خوف ناک صورت حال کو اور عیاں کر دیا۔

یہ سال پہلے ہی سے نا قابل یقین حد تک کٹھن تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہم نے 2019 کے آخری دنوں میں ریٹائرڈ ائیر مارشل ظفر چودھری اور 2020 میں ڈاکٹر مبشر حسن، سلیم عاصمی، ریٹائرڈ جسٹس فخر الدین جی ابراہیم، معظم علی، اور میاں شجاع اللہ سمیت بہت سے باکمال ساتھیوں کو کھو دیا۔ اپریل 2021 میں، ایچ آر سی پی کے خیبر پختونخوا کے نائب صدر، کامران عارف اور سابق سیکریٹری جنرل اور اعزازی ترجمان، آئی اے رحمان کے انتقال سے تو ایسا نقصان ہوا جس کا احاطہ دشوار ہے۔ ہم انسانی حقوق کی صورت حال کا یہ شمارہ آئی اے رحمان اور کامران عارف کے نام معنون کرتے ہیں، اور ان کی میراث کو آگے بڑھانے کا عہد کرتے ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو درپیش مشکلات کووڈ 19 کے بحران کے باعث کئی گنا بڑھ گئیں۔ فوری تشویش کے امور میں بڑھتی ہوئی غربت اور برطرفیاں، ایک خستہ حال نظام صحت، گھریلو تشدد میں اضافہ، پسماندہ گروہوں کا تعلیم کا حق، جیلوں کے حالات اور قیدیوں کو لاحق خطرات اور بنیادی حقوق اور آزادیوں، خاص طور پر اظہار رائے اور اجتماع کی آزادی، پر پابندیاں شامل تھے۔ اس کے علاوہ، پہلے سے جاری انسانی حقوق کی ریاستی خلاف ورزیوں میں کوئی کمی نہیں آئی، یعنی جبری گم شدگیوں اور پولیس کی زیادتیوں کا سلسلہ سال بھر جاری رہا۔

ایک ایسی تنظیم کے لیے جو میدان میں ہمیشہ با مقصد موجودگی کی طلب گار رہو، وبا کا آغاز اور اس کے نتیجہ میں لاک ڈاؤن واقعی مایوس کن تھا۔ بہر حال، ہم نے تیزی سے خود کو حالات کے مطابق ڈھالا، جہاں ممکن ہوا ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعہ، انسانی حقوق کے محافظوں کو راغب کرنے کے لیے لگ بھگ 100 اجلاس منعقد کیے اور یہ یقینی بنایا گیا کہ ہمارا عملہ اور رضا کار کام پر محفوظ رہیں۔ ہم نے کووڈ 19 پر حکومتی رد عمل پر سروے پر مبنی ایک مفصل تحقیق کی، جس میں ایسی صائب سفارشات پیش کی گئیں جن کے خاص طور پر سیاست، معیشت اور صحت کی دیکھ بھال پر وسیع تر اثرات مرتب ہو سکیں۔ ہم نے وبا کے دوران جیلوں کے حالات اور خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق تفصیلی رپورٹس تیار کیں۔ ہم نے پاکستان بھر میں اپنے ذیلی دفاتر میں شکایات کے ازالہ کے لیے ایک موثر اور مستقل نظام بھی قائم کیا، جس میں تعینات افراد نو شکایات مراکز چلاتے ہیں۔ زمینی صورت حال جاننے کو ہم نے جنوبی پنجاب میں ہندوؤں کے مکانات کے انہدام، کراچی میں بارشوں سے ہونے والی تباہی، اور چترال میں انسانی حقوق کی حالت سمیت مختلف موضوعات پر فیکٹ فائنڈنگ مشنز انجام دیے۔ ہم نے چاروں صوبوں کے شہریوں کو انسانی حقوق کے تصورات سے

متعارف کروانے کے لیے 15 تربیتی ورکشاپس بھی منعقد کیں۔

پچھلے سالوں کی رپورٹس کی طرح، 2020 میں انسانی حقوق کی صورت حال میں بھی انسانی حقوق کی مختلف قسم کی پامالیوں پر تحقیق کی گئی ہے۔ متوقع طور پر اس سال کی رپورٹ کا مرکزی نکتہ کووِڈ 19 کی وبا کے اثرات تھے لیکن انھیں انسانی حقوق کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ گذشتہ سال کی طرز پر، اس سال کی رپورٹ میں وفاقی اکائیوں، اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ، اور آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کی انتظامی اکائیوں پر الگ الگ ابواب شامل ہیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے لیے یہ امر باعث تشویش ہے کہ حکومت انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اپنی ذمہ داری نبھا نہیں پائی۔ اور تو اور انسانی حقوق کے قومی اداروں جیسے کہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور خواتین کی حیثیت سے متعلق قومی کمیشن کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے دونوں کا سربراہ تعینات نہیں کیا گیا۔ اگرچہ وزارت انسانی حقوق نے بالآخر مارچ میں بچوں کے حقوق سے متعلق قومی کمیشن کے قیام کا اعلان تو کر دیا، لیکن یہ ادارہ پیسے کی انتہائی کمی کا شکار رہا۔ دوسری جانب، مئی میں وزارت مذہبی امور کے تحت اعلان کیا گیا اقلیتوں کا قومی کمیشن اس خودمختار کونسل کا برا متبادل ہے جس کا تصور 2014 کے جیلانی فیصلہ میں دیا گیا ہے اور یہ سول سوسائٹی کے لیے ناقابل قبول ہے۔ اسی دوران، زینب الرٹ، رسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ کی منظوری اور خواتین قیدیوں کی حالت زار کے بارے میں وزارت انسانی حقوق کی جاری کردہ ایک تفصیلی رپورٹ سے کچھ امید ملتی ہے کہ ریاست، پاکستان کے سب سے زیادہ کم زور طبقات سے متعلق اپنی ذمہ داری کو تسلیم کرتے ہوئے اسے نبھائے گی۔

آخر میں، میں اس رپورٹ کو مرتب کرنے میں، بشمول دیگر ساتھیوں کے، بلال عباس، ڈاکٹر مہوش احمد، عزیز علی داد، اسرارالدین اسرار، ڈاکٹر ناظر محمود، جلال الدین مغل، شجاع الدین قریشی، اور عدنان رحمت کی کوششوں کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ ماہین پراچہ نے اس دستاویز کی ادارت، تالیف اور مریم رؤف، عدیل احمد، ماہین رشید، اور فاطمہ فیصل خان کی مدد سے اعداد و شمار کی تجمیع میں اہم کردار ادا کیا۔ تحریری اور ادارتی تعاون کے علاوہ، فرح ضیا نے اس سارے عمل کی نگرانی کی، جس میں ایچ آر سی پی کی پالیسی اینڈ پلاننگ کمیٹی کے ارکان، خاص طور پر آئی اے رحمان، زہرہ یوسف اور حارث خلیق نے بھی اپنا اپنا حصہ ڈالا۔

ایچ آر سی پی صنف، نسل، مذہب، فرقہ یا عقیدہ، نسل، علاقہ، معذوری، جنسی رجحان، یا معاشرتی حیثیت کی بنا پر کسی تفریق یا امتیازی سلوک کے بغیر تمام پاکستانی شہریوں اور رہائشیوں کیلیے انسانی حقوق کے حصول کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھنے کے لیے پرعزم ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آنے والے سالوں میں دنیا زیادہ محفوظ، مساوی اور منصفانہ ہوگی۔

حنا جیلانی

چیئرپرسن

جائزہ

وہ سال جس نے سب کچھ بدل دیا

جہاں تک تاریخی اہمیت کی بات ہے تو امکان ہے کہ سال 2020 دنیا بھر میں لاکھوں افراد کو متاثر اور ہلاک کرنے اور معمولات کو شاید ہمیشہ کے لیے بدل دینے والی نوول (Novel) کورونا وائرس سے پیدا ہونے والی بیماری کووِڈ 19 کے اثرات کے باعث بے مثل رہے گا۔ اس وائرس کے بے حد پھیلاؤ نے انسانی حقوق کے وسیع میدان سمیت زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو متاثر کیا ہے، اور ساختی امتیازی سلوک اور معاشرتی عدم مساوات کی بنا پر خلاف ورزیاں بڑھ گئیں۔

ابتدائی طور پر برابری کی سطح پر حملہ آور ہونے والا کورونا وائرس بتدریج عدم مساوات کے پیشِ نظر زیادہ تباہی کا باعث بنا۔

ابتدائی طور پر 'عظیم برابرکار' کہلایا جانے والا ناول کورونا وائرس مگر ایسا نہ نکلا۔ لگتا ہے یہ وائرس عدم مساوات پر پلتا ہے۔ 2020 کے اوائل ہی سے مختلف سطح کے لاک ڈاؤن کے نتیجے میں عالمی معیشت جمود کا شکار ہوگئی تھی، بڑے پیمانے پر کاروبار بند اور لوگ بے روزگار ہوگئے اور یوں پاکستان سمیت دنیا بھر میں لاکھوں افراد، جن کی حالت پچھلی دو دہائیوں میں کچھ بہتر ہو رہی تھی، انتہائی غربت کی لپیٹ میں آ گئے۔

وبائی مرض کے پھیلنے سے پہلے بھی پاکستان کی معیشت انتہائی مشکل صورت حال میں تھی۔ جولائی 2019 میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے ساتھ معاہدہ کے بعد ملک میں کرنٹ اکاونٹ اور مالیاتی خسارہ کو کم کرنے کے لیے اختصاری پالیسیاں نافذ کی جا رہی تھیں۔ پہلے ہی سے سکڑتی اس معیشت پر کورونا وائرس کے اثرات تباہ کن رہے ہیں۔ جب کہ آئی ایم ایف قرض موخر کر دیا گیا تھا اور اب اسے بحال کیا جا رہا ہے آنے والے حالات سنگین ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ حکومت نے نسبتاً ابتدا ہی میں معاش بچانے کی بات کی، وبائی مرض کے باعث بے کار ہونے کی وجہ سے نچلی سطح پر زیادہ لوگ بے روزگار ہوئے۔ اس کے نتیجے میں مزدور افرادی قوت بری طرح متاثر ہوئی۔

جب 26 فروری 2020 کو پاکستان میں پہلا کووِڈ 19 کیس دریافت ہوا تو یہ فوری طور پر واضح ہو گیا تھا کہ یہ وائرس کس طرح انسانی حقوق کی تعمیل میں ایک نئی جہت لانے والا ہے۔ اس کے بعد پیش آنے والے واقعات نے یہ سچ ثابت کر دیا۔ پیچھے مڑ کر دیکھیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ نامعلوم کے خوف کے ساتھ ساتھ، کووِڈ 19 سے نمٹنے کی پالیسیاں اور ردعمل تعصب اور کوتاہیوں سے بھرپور اور ناکافی تھے۔

چونکہ پاکستان کے ابتدائی کیسز زیادہ تر ایران سے بلوچستان کے راستے وطن لوٹنے والے شیعہ زائرین کے تھے، لہٰذا اس مسئلے کو غیر ضروری طور پر فرقہ وارانہ رنگ دے دیا گیا۔ یوں پہلے ہی سے غیر محفوظ اقلیتی فرقہ، اور خاص طور پر کوئٹہ میں شیعہ ہزارہ برادری کو، نفرین اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسی اطلاعات کے باعث کہ ملک واپس آنے والے زائرین کو قرنطینہ میں غیر انسانی حالات میں رکھا گیا، لوگوں میں کووِڈ 19 کے ساتھ پکڑے جانے کا خوف پھیل گیا

اور یوں ٹیسٹ کے خلاف مزاحمت اور مثبت کیسوں کو چھپانے کے رجحان کو تقویت ملی۔ صوبائی حکومتوں کی 'رابطہ کا سراغ' لگانے کی ابتدائی مشقوں کے دوران اس میں اضافہ ہوا۔ متاثرہ افراد کو پولیس نے اٹھایا اور، بعض اوقات رات کے اندھیرے میں، تنہائی مراکز لے جایا گیا جو اکثر خستہ حال ہوتے اور وائرس کے پھیلاؤ کو مزید ممکن کرتے اور جان کو مزید خطرہ میں ڈالتے۔

جب اسپتال متاثرہ مریضوں سے بھرنے لگے اور صحت کی نگہداشت کا نظام مغلوب ہونے لگا، طبی پیشہ ور افراد نے مناسب حفاظتی سامان اور دیگر خصوصی اقدامات کے بغیر مضر حالات میں کام کرنے پر مجبور کیے جانے پر صدائے احتجاج بلند کی۔ انہوں نے حکومت پر الزام عائد کیا کہ وہ ذاتی حفاظتی کٹ فراہم کرنے میں ناکام رہی اور اس نے عوامی سطح پر احتجاج کرنے پر سرکاری سرزنشوں اور پولیس بربریت کی صورت میں انتقامی کارروائی کی۔

ابتدا میں طبی کارکنوں کی دادرسی کی بجائے، حکومت نے ان کی پیشہ ورانہ وابستگی پر سوال اٹھایا اور حتیٰ کہ انھوں نے ان پر حزب اختلاف کے لیے کام کرنے کا الزام بھی لگایا۔ ان کی شکایات تو نمایاں ہوگئیں اور ایک حد تک ان کا ازالہ بھی کیا گیا، صف اول کے دیگر کارکنوں جیسے صفائی کے عملے کے لیے بولنے والا کوئی نہیں تھا اور وہ وبا کے دنوں میں دو وقت کی روٹی کے لیے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالتے رہے۔ امید تھی کہ اس طرح کی تباہ کاری سے حکومت کو ڈاکٹروں کے مطالبات سے ہمدردی ہوگی اور وہ پورے شعبہ کی بحالی پر مجبور ہو جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا - جیسا کہ 2020 میں لیڈی ہیلتھ ورکرز کے مسلسل مظاہروں سے ظاہر ہوتا ہے، جنھیں صاحبان اقتدار نے بڑی حد تک نظرانداز کر دیا۔

اگرچہ وبائی مرض کے نتیجے میں صحت کے بجٹ میں اضافہ ہوا، جسے دوسری صورت میں ممکنہ طور پر کٹوتیوں کا سامنا کرنا پڑتا، کورونا وائرس نے پاکستان کے صحت کے نظام کی کمزوری کو عیاں کر دیا۔ مثال کے طور پر، اس انکشاف پر بہت سے لوگ حیران ہوئے کہ گلگت بلتستان کے نیم خودمختار علاقے میں 20 لاکھ کے قریب آبادی کے لیے صرف تین وینٹیلیٹر تھے۔ آباد علاقوں میں بھی لوگوں کو ایسا ہی تجربہ ہوا کیونکہ انتہائی نگہداشت یونٹ کے بستر اور آکسیجن سلنڈر بہت کم تھے۔ مزید یہ کہ، کووِڈ 19 کی مفت جانچ میں کمی اور رکاوٹوں کی وجہ سے بہت سے افراد کی تشخیص نہ ہو سکی اور صرف کچھ منتخب افراد ہی نجی میڈیکل لیبز سے مہنگا ٹیسٹ کروا سکے۔

لاک ڈاؤن کے شدید بالواسطہ اثرات میں سے ایک یہ تھا کہ لوگوں کے صحت کی دیکھ بھال کا حق محدود ہو گیا۔ اسپتالوں نے اپنے بیرونی مریضوں کے شعبے بند کر دیے تا کہ وائرس کے پھیلاؤ کی روک تھام ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ کووِڈ 19 سے نمٹنے پر پوری توجہ مرکوز رہے۔ صحت کے پیشہ سے منسلک افراد نے اسے ایک اہم اقدام قرار دیا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ایک سروے سے جو انکشاف ہوا وہ شاید اس اقدام کے بیمار شہریوں پر تباہ کن اثرات کا عشر عشیر بھی نہ ہو۔ بہت سے بیمار لوگ گھر ہی پر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ ڈاکٹروں کا دورہ ناممکن تھا۔

وائرس کی نوعیت اور اس کے خطرات کے بارے میں اعلیٰ قیادت کے متضاد پیغامات، علاج کے اقدامات کے ساتھ ساتھ، اس مسئلے کو بڑھاوا دیتے اور عوام میں الجھن پیدا کرتے رہے جب کہ ضرورت تسکین اور صراحت کی تھی۔ وفاقی

اور صوبائی حکومتوں کے مابین پالیسی میں پائے جانے والے عدم اتفاق نے مزید انتشار پیدا کر دیا اور یہی کیفیت آج بھی ہے، جس نے وبا کے بارے میں سنجیدگی کی تشویشناک کمی کو عیاں کیا ہے۔

معاشرے میں رچی بسی عورت مخالف نفرت نے تب اپنا بدصورت سر اٹھایا جب مولانا طارق جمیل، جو کہ ایک بااثر عالم دین ہیں اور جنھیں اقتدار کی راہداریوں تک بے مثال رسائی حاصل ہے، نے ٹیلی ویژن پر وزیر اعظم کی معیت میں ایک براہ راست پلیٹ فارم جس کا مقصد کووِڈ 19 سے لڑنے کے لیے فنڈ جمع کرنا تھا، یہ دعویٰ کیا کہ خواتین میں 'حیا کا فقدان' وبائی بیماری کا سبب ہے۔ مذہبی دائیں بازو کو خوش کرنے کی اس طرح کی کوششوں کا مشاہدہ بعد میں اس وقت بھی ہوا جب حکومت نے مساجد کو بند کرنے سے انکار کر دیا، خاص طور پر رمضان کے دوران جب خصوصی نمازیں ممکنہ طور پر انتہائی پھیلاؤ کا سبب ہو سکتی ہیں، حالانکہ سعودی عرب جیسے قدامت پسند ممالک میں بھی ایسا ہو رہا تھا۔

مارچ کے اواخر میں لاک ڈاؤن کا ملک گیر نفاذ ہچکچاتے ہوئے کیا گیا جس سے خاص طور پر شہروں اور بڑے قصبوں میں زندگی رک گئی اور کم آمدنی والے گروہ اس سے شدید متاثر ہوئے۔ اسباب کے حامل افراد کے لیے لاک ڈاؤن کے دوران زندگی اس سے بہتر کیا ہوتی: گھر کی دہلیز پر صحت کی سہولیات، تیز رفتار انٹرنیٹ رابطوں کے ذریعہ دفتری کام اور پڑھائی، اور ایک بٹن دبانے پر خریداری اور تفریح۔ لیکن پوشیدہ اکثریت، جس میں پہلے ہی سے مناسب سماجی تحفظ جیسے تنخواہ کے ساتھ چھٹی اور طبی فوائد کا فقدان ہے، اس سے زیادہ غیر یقینی صورت حال سے دوچار نہیں ہو سکتی تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ بعد میں وزیر اعظم نے خود ہی اشرافیہ کے ایک چھوٹے سے گروہ پر قومی سطح پر لاک ڈاؤن کے نفاذ پر مجبور کرنے کا الزام عائد کیا اور اصرار کیا کہ ان کا 'سمارٹ لاک ڈاؤن' کا انتخاب کرنے کا فیصلہ روزانہ اجرت کمانے والے مزدوروں کی سہولت کے لیے تھا۔ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ صحت عامہ کے تحفظ کے لیے لاک ڈاؤنز ضروری تھے چاہے ایسا کرنا ذریعہ معاش کو بھی متاثر کرتا، جیسا کہ اس وقت صحت کے پیشہ سے منسلک افراد کا کہنا تھا۔ مگر اب یہ طے پا چکا ہے کہ ایسی بندشیں تبھی کامیاب تصور ہوں گی جب ان کے ساتھ ساتھ رابطے کا سراغ لگاتے اور تنہائی کے ذریعے بڑے پیمانے پر ٹیسٹ کیے اور شدید ترین متاثرہ افراد کو امداد فراہم کرنے کے مناسب اقدامات کیے جائیں۔ بعد الذکر میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام اور احساس پروگرام کے تحت ہونے والی کچھ کامیابی کے باوجود، سماجی تحفظ کا جامع نیٹ ورک واضح طور پر غیر موجود رہا جب کہ بعض حلقوں میں انفیکشن کی دوسری لہر کے دوران ملک بھر میں ایک اور لاک ڈاؤن پر غور کیا گیا۔

حکومت بیرونی ممالک میں مزدوروں کی ضروریات پوری کرنے میں بھی ناکام رہی، جن کی ترسیلات کی صورت میں قومی مقصد میں شراکت کی ویسے تو بار بار تعریف کی جاتی ہے۔ بہت سے افراد کو ان کے میزبان ممالک میں خراب حالات میں چھوڑ دیا گیا، کیونکہ حکومت انہیں بروقت اور وقار کے ساتھ واپس لانے یا کم از کم ان حالات کو بہتر بنانے کی کوشش میں ناکام رہی جن میں انہیں رکھا گیا تھا۔

یہاں تک کہ حکومت کے بحالی منصوبے میں وبائی مرض سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے افراد کو نظر انداز کیا گیا اوراس کے بجائے اشرافیہ پر توجہ مرکوز کی گئی۔ پریس میں آنے والی اطلاعات کے مطابق، تقریباً 3 کھرب روپے کے امدادی پیکیجوں، جن میں مالیاتی رعایتیں بھی شامل ہیں، محض 200 ارب روپے لاک ڈاؤن کے دوران غریب ترین لوگوں کو براہ راست نقد رقم کی منتقلی پر صَرف کیے گئے تاکہ انھیں بھوک سے بچایا جا سکے۔

(بقیہ رقم ناکافی ملازمتیں پیدا کیے، مناسب اُجرت کو یقینی بنائے اور محصول پیدا کیے بغیر نجی کاروباروں کو فراہم کی گئی) اگرچہ صوبوں نے سستے قرضوں کے ساتھ ساتھ ٹیکس اور کرایہ میں سہولت دینے اور نجی شعبے کے ملازمین کو ملازمت سے نکالنے سے روکنے کے لیے قوانین نافذ کیے لیکن ان کا نفاذ کمزور ہی رہا، جس کی وجہ سے اکثریت نجی اداروں کے رحم وکرم پر رہی اور حقوق کی خلاف ورزیوں کی نگرانی نہ ہونے کے برابر رہی۔

اوپری سطح پر واضح، جامع پالیسی سازی کے فقدان کے اثرات اضلاع تک بھی پہنچے، جہاں قانون نافذ کرنے والے ادارے لاک ڈاؤن کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو پکڑنے اور ایک ساتھ حراست میں رکھنے لگے یوں ان کا وائرس سے متاثر ہونے کا خطرہ مزید بڑھ گیا۔ مزید برآں، عدالتوں اور جیلوں میں لاک ڈاؤن کے باوجود، پولیس نے معمولی الزامات پر بھی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس طرح قید کے دوران مشتبہ افراد کے وائرس میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے متعددی بیماری سے بھری حوالات اور/ یا قانون نافذ کرنے والوں کو متاثر کرنے دونوں کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ سٹن ڈنڈے کے استعمال جیسے رجعت پسند پولیسنگ اقدامات قومی اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی ذمہ داریوں کی سراسر خلاف ورزی تھی۔

وبائی مرض کے باعث لاک ڈاؤن اور معاشی بدحالی نے ایک اور بھیانک حقیقت یعنی خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات کو بے نقاب کیا۔ ایچ آرسی پی نے مارچ سے نومبر 2020 کے دوران گھریلو اور آن لائن تشدد سے متعلقہ شکایات میں اضافہ دیکھا۔ وبائی مرض کے دوران حفاظت کو یقینی بناتے ہوئے، پاکستان سمیت دنیا بھر کی حکومتوں کا مشورہ 'گھر پر رہو، محفوظ رہو' تھا۔ لیکن دسمبر میں ایچ آرسی پی کے ایک سیمینار میں ایک مقرر نے نشاندہی کی کہ بدسلوک تعلقات میں خواتین کے لیے 'گھر' رہنا سزائے موت کے مترادف ہوسکتا ہے۔

درحقیقت، گھریلو تشدد کا سامنا کرنے کا خطرہ بحران کے دنوں میں بڑھ جاتا ہے، جب غیر محفوظ اور متاثرہ افراد کی حفاظت یا کسی اور قسم کی مدد حاصل کرنے کی صلاحیت زیادہ محدود ہوجاتی ہے۔ مزید برآں، لاک ڈاؤن میں خواتین نہ تو پناہ طلب کرسکتی ہیں اور نہ ہی کہیں جاسکتی ہیں یوں وہ مجبور ہوتی ہیں کہ وہ اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں کے قریب رہیں۔ عام طور پر وبائی مرض اور خاص طور پر لاک ڈاؤن کے دوران زیادتی کا زیادہ شکار ہونے کے علاوہ، خواتین بنیادی صحت کی سہولیات تک رسائی سے محروم رہیں کیونکہ کمیونٹی ہیلتھ ورکرز کے معمول کے دوروں میں خلل پڑا یا وہ کم ہوگئے۔

وبائی مرض کے سب سے نمایاں اثرات میں سے ایک شاید تعلیم پر ہوا جس کی بازگشت تادیر سنائی دیتی رہے گی۔ تعلیمی اداروں کی بندش اور تدریس کے طریقوں کو مؤثر طریقے سے فزیکل سے ڈیجیٹل میں تبدیل کرنے میں ناکامی سے پہلے سے کم خواندگی اور اندراج کی شرح اور کم ہونے کا خدشہ ہے، خاص طور پر لڑکیوں اور خواتین کے لیے جن کی عوامی شرکت کی پہلے ہی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ طلبا کا مجموعی طور پر پورا تعلیمی سال ضائع ہونے کے نتائج - انفیکشن کی نہ ختم ہونے والی موجودہ تیسری لہر کے باوصف - سنگین ہیں۔ اگرچہ تعلیمی اداروں کی بندش اور آن لائن ہونا ایک عالمی حقیقت ہے، مگر اس پر پاکستان کا ردعمل انتہائی سست رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ، ایک سال بعد بھی، کم آمدن کے پس منظر سے تعلق رکھنے والے اور وہ طلبا جو بڑے شہروں اور قصبوں میں نہیں رہتے، اب بھی مہنگے نرخوں اور انٹرنیٹ تک رسائی نہ ہونے کے باعث آن لائن تعلیم نہیں لے سکتے۔ اس ڈیجیٹل تقسیم پر فوری اقدامات جیسے ٹیلی کام سپیکٹرم کو بڑھانے اور انٹرنیٹ سروس فراہم کرنے والوں کو مراعات دے کر قابو پایا جاسکتا تھا، لیکن ایسا نہیں ہوا اور ایک پوری نسل اندھیرے میں رہ گئی۔ اصلاحی اقدامات کے بجائے، حکومتوں نے یونیورسٹی کے ان طلبا کو گرفتار کیا جنہوں نے آن لائن کلاسوں کے خلاف احتجاج کیا کیونکہ انھیں ان میں شرکت کے ذرائع یا آلات یا ڈیٹا کوریج میسر نہیں۔ مزید برآں، قوانین اور عدالتی احکامات کی واضح خلاف ورزی کرتے ہوئے، بہت سے نجی تعلیمی اداروں نے نہ صرف ٹیوشن فیس کم کرنے سے انکار کیا بلکہ لائبریریوں، لیبز اور ایسی وہ خدمات جو استعمال نہیں ہو رہی تھیں، کے پیسے بھی لیتے رہے۔

وبائی مرض نے ان غیر انسانی حالات کو بے نقاب کیا جن میں قیدیوں کو رکھا جاتا ہے۔ یوں اصلاحات کے لیے ایک موقع فراہم ہوا۔ وائرس کے پھیلنے سے عین قبل، عدالت کی جانب سے مقرر کردہ وزارت انسانی حقوق کمیشن کی ایک رپورٹ میں ملک کی جیلوں میں بیمار قیدیوں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار بتائی گئی اور اس بات کو دہرایا گیا کہ قیدیوں کی اکثریت زیر سماعت ملزم ہیں جنھیں طویل عرصے تک سلاخوں کے پیچھے رکھا ہی نہیں جاسکتا۔

یہ مانتے ہوئے کہ جیلوں میں بھیڑ اور خراب حالات میں ان کے بیماری کے مراکز بننے کا خطرہ تھا، دو ہائی کورٹس نے قیدیوں کی عارضی اور مشروط رہائی کا حکم دیا۔ تاہم، اس سے پہلے کہ یہ احکامات کوئی معنی خیز اثر ڈالتے، سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس بنیاد پر مداخلت کی کہ اس طرح کے فیصلے 'جلد بازی اور خوف' میں نہیں لیے جاسکتے۔ اگرچہ سپریم کورٹ نے قیدیوں کی رہائی کے لیے شرائط رکھیں، تاہم وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے ان پر عمل نہیں کیا۔ اس کے نتیجے میں، جیل کی آبادی اور حالات ویسے کے ویسے ہی رہے۔ قیدیوں اور زیر سماعت مقدمات کے قیدیوں کو جیل انتظامیہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا کیونکہ صحت کی پالیسیاں اور علاج کے اقدامات جگہ جگہ مختلف ہوتے ہیں، جیسا کہ ایچ آر سی پی نے بار بار نشاندہی کی ہے۔ شکر ہے کہ ملک کی جیلوں میں کسی بڑی وبا کی اطلاع نہیں ملی، لیکن یہ حقیقت کہ قیدیوں کو غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا اور خاندان کے افراد اور وکلا سے ان کا رابطہ منقطع کر دیا گیا، یہ ان کے حقوق کی سنگین خلاف ورزی ہے۔

کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ نہ ہونے پر حکومت کی جانب سے امداد اور نقد گرانٹ سے انکار کیا گیا، خاص طور پر غیر محفوظ

گروہوں جیسے خواجہ سرا، کسی معذوری کے ساتھ جیتے اور بوڑھے افراد کو- یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو آج تک برقرار ہے۔ لاک ڈاؤن میں امداد کی تقسیم کے ابتدائی مرحلے کے دوران، بعض علاقوں سے پسماندہ طبقات، جیسے مذہبی اقلیتوں اور خواجہ سراؤں کے ساتھ امتیازی سلوک کی خبریں آئیں، خوش قسمتی سے یہ معمول نہیں تھا۔تاہم، امید ہے کہ آبادی کے انتہائی پسماندہ اور بے گھر طبقات کے حقوق اب وبائی مرض سے بچاؤ، اس کے خلاف تیاری، اس کی روک تھام اور علاج سے متعلق تمام کوششوں کا مرکز ہوں گے۔

فیصلہ سازی میں جمہوری شراکت کا فقدان ہے۔اگست میں ایچ آر سی پی کے ایک مطالعے سے معلوم ہوا کہ نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر ایسے غیر منتخب ادارے کی بجائے اگر منتخب مقامی حکومتیں امدادی کوششوں میں آگے ہوتیں تو اس وبائی مرض کو بہتر طریقے سے سنبھال لیتیں۔

وبا اور اس پر قابو پانے کے اقدامات سے پتا چلتا ہے کہ حکومت کے لیے ملک کے صحت کی دیکھ بھال کے بدحال نظام کو بہتر بنانا اور معاشرے کے وسیع طبقے کے لیے مناسب معاش کے مواقع پیدا کرنا کتنا اہم ہے۔لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد تک پہنچنے والے سماجی تحفظ کے نیٹ ورکس کی تشکیل اور ایک ایسی فلاحی معیشت کی تعمیر کو پہلے سے زیادہ ترجیح دینا ہوگی جس میں عام لوگوں کا تحفظ ہو نہ کہ صرف کاروباری اشرافیہ کا۔

پچھلے سالوں کی طرح، ملک میں 2020 میں مذہبی اقلیتوں کے مذہب کی جبری تبدیلی اور خواتین کے خلاف جرائم سے لے کر جبری گمشدگیوں اور اظہار رائے کی آزادی پر روک لگائے جانے تک انسانی حقوق کی کافی پامالی دیکھی گئی۔جیسا کہ 2020 کا تجربہ ظاہر کرتا ہے، یہ ناانصافیاں، اگر اسی طرح چھوڑ دی جائیں تو شدید بحرانوں، جیسے وبائی مرض کے دوران، شدت اختیار کرتی ہیں۔اس سے تخفیف کی کوششیں مزید مشکل تو ضرور ہو جاتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ انہیں ناممکن بنا دیتا ہے۔

اِہم نکات

کووِڈ19 کا بحران

- اِس سال کے آخری دن تک وائرس سے اموات 10,105 اور مصدقہ کیسز کی تعداد 479,715 ہو چکی تھی اور وائرس کی ایک نئی اور زیادہ متعدی قسم کے پھیلاؤ کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا تھا۔
- وبا کے دوران لاک ڈاؤن کی وجہ سے لاکھوں فیکٹری اور نجی ملازمین اپنی ملازمتیں کھو بیٹھے اور سب سے زیادہ نقصان دہاڑی دار مزدوروں کا ہوا۔
- زیادہ تر جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی اور صفائی کے فقدان کے باعث قیدیوں کے وبا سے متاثر ہونے کا خطرہ بڑھ گیا۔ وزارتِ انسانی حقوق نے اعتراف کیا کہ اس نے جن جیلوں کا دورہ کیا وہاں ایس او پیز پر خاطر خواہ عمل درآمد نہیں ہو رہا تھا۔
- وبا نے تعلیمی اداروں پر کاری ضرب لگائی اور طلبا کو آن لائن کلاسز لینا پڑیں۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان بلوچستان، خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع اور گلگت - بلتستان کے ان ہزاروں طلبا کو اٹھانا پڑا جنہیں انٹرنیٹ تک رسائی حاصل نہیں تھی۔
- کووِڈ19 کے بحران کے دوران اعلیٰ سطح کی رابطہ کمیٹی اور نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر پارلیمان کی منظوری کے بغیر تشکیل دیے گئے۔
- سندھ کووِڈ 19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020 مزدوروں، کرایہ داروں اور سکول جانے والے بچوں کے والدین کو ریلیف فراہم کرنے کے حوالے سے ایک اہم اقدام تھا۔
- تمام صوبوں اور وفاقی علاقہ جات میں نقل و حرکت کی آزادی ناگزیر طور پر نمایاں حد تک محدود رہی۔ اس اقدام کا مقصد وبا کے پھیلاؤ کے خطرے کو کم کرنا تھا، اگرچہ کہا جاتا ہے کہ چند علاقوں میں ان پابندیوں کا من مانا اطلاق کیا گیا۔
- وبا کے دوران اجتماعات کو محدود کرنے کے حوالے سے متضاد اقدامات دیکھنے کو ملے۔ بڑے بڑے مذہبی اجتماعات کی نسبت سیاسی اجتماعات کو زیادہ پابندیوں کا سامنا رہا۔

قوانین اور قانون سازی

- پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کل 80 ایکٹ منظور کیے۔ ان میں 20 وفاقی اور 65 صوبائی ایکٹ شامل ہیں۔ خیبر پختونخوا نے اس سال تمام صوبوں سے زیادہ 38 ایکٹ منظور کیے۔
- وفاقی حکومت نے صدارتی آرڈیننس جاری کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور 2020 میں ایسے آٹھ آرڈیننس

جاری کیے گئے، جس سے درست پارلیمانی طریقۂ ہائے کار نظر انداز ہوئے۔

- قومی اسمبلی کی ایک اہم کامیابی 10 مارچ کو زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ کی منظوری تھی۔ توقع ہے کہ یہ قانون ایک فوری ردِعمل کے نظام کے ذریعے بچوں کے خلاف جرائم پر قابو پانے میں مدد دے گا۔

عدل وانصاف کی فراہمی

- سال کے آخر تک عدلیہ میں 21 لاکھ مقدمات زیرِ التوا تھے۔ 2019 میں یہ تعداد 18 لاکھ تھی۔
- قومی احتساب بیورو نے اپنے آپریشن ایک ایسے طریقے سے جاری رکھے جو بنیادی انسانی حقوق، بشمول شفاف ٹرائل اور معین طریق کار کے حق، وقار کے حق، نقل وحرکت اور خلوت کی آزادی، اور تجارت اور کاروبار کرنے کے حق کے منافی تھا۔
- اخباری اطلاعات نے اس بات کی تصدیق کی کہ فوجی عدالتوں سے مبینہ دہشت گردی کے جرائم میں سزا پانے والے 196 افراد کو پشاور ہائی کورٹ نے بری کرنے کا حکم دیا جس میں انصاف کے قتل پر سخت فردِ جرم بھی شامل ہے۔
- سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آمدن سے زائد اثاثوں کے الزامات پر دائر کیے گئے ایک صدارتی ریفرنس کو اختلاف رائے رکھنے والے ججوں کو دھمکانے کا ایک طریقہ قرار دیا گیا۔

سزائے موت

- اخباری اطلاعات سے اکٹھے کیے اعداد وشمار کے مطابق 2020 میں کم از کم 177 کو موت کی سزا سنائی گئی۔ یہ تعداد 2019 کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم ہے جب 578 افراد کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ سال کے دوران کسی کو بھی پھانسی دیے جانے کی اطلاع نہیں ملی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے

- اگرچہ پاکستان نے اپنی پانچویں مرحلہ وار رپورٹ (CEDAW) سیڈا کا جائزہ مکمل کیا، فروری میں سول سوسائٹی کی جانب سے سیڈا کے 75 ویں اجلاس میں جمع کرائی گئی عکس رپورٹ میں کئی اہم سفارشات کی گئیں جن میں خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک فعال اور مؤثر قومی ادارے کا قیام بھی شامل تھا۔
- 2019 کی طرح، ماورائے عدالت ہلاکتوں، انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی صورت حال، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ، مذہب یا عقیدے کی آزادی، اور ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا توہین آمیز سلوک سے متعلق اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ کی جانب سے ملک کے

دورے کی درخواستیں زیرِ التوا رہیں۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق مئی 2019 سے غیر فعال ہے اور نئے چیئر پرسن کا تقرر اب تک نہیں ہو سکا۔
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کا عہدہ نومبر 2019 سے خالی ہے۔
- وزارت انسانی حقوق نے بالآخر قانون منظور ہونے کے ایک سال بعد قومی کمیشن برائے حقوقِ اطفال کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔
- اگرچہ آزاد جموں و کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے خطے میں انسانی حقوق کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیشن تشکیل دیا تھا، تاہم سال کے آخر تک یہ کمیشن غیر فعال رہا۔

امنِ عامہ

- پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف کونفلیکٹ اینڈ سکیورٹی سٹڈیز کے مطابق، سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے سابق قبائلی اضلاع میں جنگجوؤں کے حملوں میں اِضافہ ہوا جبکہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ایسے واقعات میں کمی دیکھی گئی۔
- سال کے دوران خودکش حملوں میں تو نمایاں کمی ہوئی لیکن ٹارگٹ کلنگ بڑھ گئی اور 2019 میں ہونے والے 24 حملوں کے مقابلے میں 2020 میں ایسے 49 واقعات پیش آئے۔
- پولیس اہلکاروں کو، خصوصی طور کر پنجاب میں، حراست میں ہلاکتوں سمیت کئی خلاف ورزیوں کا موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔
- اکتوبر میں، سندھ کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کو سکیورٹی ایجنسیوں نے اغوا کر لیا اور انہیں حزبِ اختلاف کے ایک سیاست دان کی گرفتاری کے احکامات جاری کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے اعلٰی سطح پر پولیس پر ناجائز دباؤ کی عکاسی ہوتی تھی۔
- بلوچستان کے علاقے تُربت میں فرنٹیئر کور کے ہاتھوں ایک غیر مسلح طالب علم حیات بلوچ کی ماورائے عدالت ہلاکت کی بڑے پیمانے پر مذمت کی گئی۔

قید خانے اور قیدی

- پاکستان کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ قیدی موجود رہے۔ وفاقی محتسب کے مطابق، 116 جیلوں میں 64,099 کی گنجائش کے برعکس 124 فیصد کے تناسب سے 79,603 قیدی موجود رہے۔
- بدقسمتی سے، ہائی کورٹس کی جانب سے کووِڈ 19 کے پھیلاؤ کے خطرے کو کم کرنے کے لیے مخصوص درجوں کے قیدیوں کو ضمانت پر رہا کرنے کے فیصلوں کو سپریم کورٹ نے منسوخ کر دیا۔

- پنجاب جیل خانہ جات ایکٹ کے ضوابط پر نظر ثانی کا عمل سال کے آخر تک حکومتی منظوری کا منتظر رہا۔

جبری گمشدگیاں

- موجودہ حکومت کی جانب سے 2018 سے کیے گئے وعدوں کے باوجود، جبری گمشدگیوں کو ایک علیحدہ اور خود مختار جرم قرار دینے سے متعلق بل اب تک منظور نہیں کیا جا سکا۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے آغاز سے لے کر اب تک، لاپتا افراد کی تعداد کے لحاظ سے خیبر پختونخوا فہرست میں پہلے نمبر پر ہے۔ دسمبر 2020 کے آخر تک صوبے میں درج مقدمات کی کل تعداد 2,942 رہی۔
- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کے جاری کردہ اعداد و شمار اصل صورت حال کی درست عکاسی نہیں کرتے۔ رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ لوگوں کو سال بھر اٹھایا اور رہا کیا جاتا رہا اور متاثرین کے خاندان انتقامی کارروائی کے خوف کا باعث ایسے مقدمات کی پیروی سے ہچکچاتے رہے۔
- انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹس، جس نے قرار دیا تھا کہ تحقیقاتی کمیشن سزا سے استثنٰی کے خاتمے میں پوری طرح ناکام ہو چکا تھا، کے ایک سخت جائزے کے باوجود حکومت نے مؤخرالذکر کی مدت میں مزید تین سال کی توسیع کر دی۔
- 16 جون 2020 کو انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کی جبری گمشدگی اور اس کے بعد شروع ہونے والی بین الاقوامی مہم کے بعد وزارتِ دفاع نے تصدیق کی کہ وہ ان کی تحویل میں تھے اور ان پر غداری کا الزام عائد کیا گیا تھا۔
- سینیئر صحافی مطیع اللہ جان کو اسلام آباد میں مبینہ طور پر سکیورٹی ایجنسیوں نے اغوا کیا اور انہیں 12 گھنٹے تک زیرِ حراست رکھا۔ اس اقدام کو اختلاف رائے کو دبانے اور ایک مسلسل خوف کی فضا قائم رکھنے کی کوشش قرار دیا گیا۔

جمہوری ترقی

- بلدیاتی انتخابات مقررہ مدت گزر جانے کے کافی عرصہ بعد بھی چاروں صوبوں میں زیر التوا رہے جو الیکشن ایکٹ 2017 کی خلاف ورزی اور 18 ویں آئینی ترمیم کی نفی تھی۔
- الیکشن کمیشن آف پاکستان کے مطابق، ووٹروں کے درمیان صنفی تفاوت کم ہو چکا ہے اور انتخابی فہرستوں میں شامل کیے گئے نئے ووٹروں میں اکثریت خواتین کی ہے۔
- جب کراچی میں مون سون کی بارشوں کے دوران شہری زندگی تقریباً معطل ہو گئی تو شہر کی تباہ حال مقامی حکومت کو اس کی ایک بڑی وجہ قرار دیا گیا۔
- خیبر پختونخوا میں نئے ضم ہونے والے اضلاع (سابق وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات) کو مرکزی دھارے

میں لانے کا وعدہ پورا نہ ہوسکا۔

- کووِڈ 19 کے باعث اگست سے ملتوی ہونے والے گلگت - بلتستان قانون ساز اسمبلی کے انتخابات نومبر میں منعقد ہوئے اور پاکستان تحریک انصاف نے نئی حکومت بنائی۔

نقل وحرکت کی آزادی

- اکتوبر میں، رکن قومی اسمبلی اور پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما محسن داوڑ کو 'سکیورٹی خطرات' کی بنا پر کوئٹہ داخل ہونے سے روک دیا گیا۔
- وفاقی حکومت کی جانب سے ساحلی شہر گوادر کے گرد باڑ لگائے جانے کی منصوبہ بندی کیے جانے کی اطلاعات نے شہریوں کو ان خدشات میں مبتلا کر دیا کہ ان کی نقل وحرکت کی آزادی محدود ہو جائے گی۔

اجتماع کی آزادی

- دسمبر میں پی ٹی ایم نے کراچی میں ایک جلسہ منعقد کیا جس کے ایک روز بعد کراچی پولیس نے 'لوگوں کو ریاست کے خلاف جرائم پر اکسانے' کے الزام میں پی ٹی ایم کے کئی رہنماؤں کے خلاف ایف آئی آر درج کرلی۔ بعدازاں، رکن قومی اسمبلی علی وزیر کو گرفتار کرلیا اور وہ سال کے آخر تک زیر حراست تھے۔
- بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے قبائلی اضلاع سے تعلق رکھنے والے طلبا نے شدید احتجاج کرتے ہوئے آن لائن کلاسز میں حصہ لینے کے لیے بہتر انٹرنیٹ کنکشنز فراہم کرنے کا مطالبہ کیا۔ کووِڈ 19 کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے نافذ کی گئی ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 144 کے تحت متعدد طلبا کو گرفتار کرلیا گیا۔

انجمن سازی کی آزادی

- اگرچہ سندھ نے 2019 میں طلبا یونینز کی بحالی کے قانون منظوری کے حوالے سے مثبت پیش قدمی کا مظاہرہ کیا مگر 2020 میں اس پر مزید پیش رفت نہیں ہوسکی نہ ہی کسی اور صوبے نے اس مسئلے کے حل کے لیے کوئی قدم اٹھایا۔
- ملک بھر میں غیر سرکاری تنظیموں کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے اندراج کی سخت پالیسی کا اطلاق جاری رہا۔ کئی تجزیہ کاروں کا خدشہ ہے کہ صوبائی چیریٹیز قوانین کا مقصد انجمن سازی کی آزادی پر ایسی پابندیاں عائد کرنا ہے جن کی دستور پاکستان اور پاکستان پر عائد عالمی قانونی ذمہ داریاں اجازت نہیں دیتیں۔

آزادیِ اظہار

- کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کے مطابق، اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی انجام دہی کے دوران کم از کم 10 صحافی جان سے گئے جبکہ کئی کو دھمکیوں، اغوا، تشدد اور گرفتاریوں کا سامنا کرنا پڑا۔
- زمین کی الاٹمنٹ کے 34 برس پرانے مقدمے میں جنگ میڈیا گروپ کے سربراہ میر شکیل الرحمٰن کی گرفتاری سے اس تاثر کو تقویت ملی کہ یہ ذرائع ابلاغ کو مقتدر حلقوں کے مؤقف کے آگے جھکنے کے لیے مجبور کرنے کی کوشش تھی۔
- آزادانہ آوازوں کو خاموش کرنے کی منظّم مہم کے دوران ایکسپریس ٹریبون سے وابستہ صحافی بلال فاروقی کو غدّاری کے الزامات پر کئی گھنٹوں تک گرفتار رکھا گیا۔
- بلوچستان میں صحافی انور کھیتر ان کے قتل کی وجہ ان کی رپورٹنگ بتائی جاتی ہے، جس کے باعث علاقے کے قبائلی سرداران سے نالاں تھے۔
- 2020 میں تحفظِ بنیاد اسلام بل کی منظوری آزادانہ آراء اور اختلافِ رائے کو دبانے کی ایک اور کوشش قرار دی گئی۔ سول سوسائٹی کے دباؤ کے بعد بل کی منظوری بالآخر روک دی گئی تھی۔
- ذرائع ابلاغ پر قدغنوں کا سلسلہ پورا سال جاری رہا۔ کئی صحافیوں نے شکایت کی کہ وہ غیر ریاستی یا ریاستی عناصر کے خوف کی وجہ سے اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہیں۔

ڈیجیٹل حقوق

- بلوچستان کے کئی اضلاع اور خیبر پختونخوا کے سابق قبائلی اضلاع میں انٹرنیٹ سروس کا معیار بہت پست رہا یا وہاں 'قومی سلامتی' کے نام پر انٹرنیٹ سروس دستیاب ہی نہیں تھی۔
- گلگت ۔ بلتستان اور آزاد جموں وکشمیر میں انٹرنیٹ سروسز پر 'سپیشل کمیونیکیشنز آرگنائزیشنز' کے بدستور کنٹرول کی وجہ سے وہاں انٹرنیٹ سروس کا معیار بہت ناقص تھا جس کا نقصان ان دونوں علاقوں کے طلبا کو اٹھانا پڑا۔
- الیکٹرانک جرائم کی روکم تھام کے قانون 2016 کے تحت نومبر میں غیر قانونی آن لائن مواد کا خاتمہ وروک تھام (ضابطہ، نگرانی اور حفاظتی اقدامات) قواعد کے اطلاق نے حکومت کو ڈیجیٹل مواد پر مکمل پابندی عائد کرنے کا قانونی راستہ فراہم کیا۔
- اکتوبر میں معروف ڈیجیٹل ایپ ٹک ٹاک پر یہ کہہ کر عارضی پابندی لگا دی گئی کہ یہ 'فحاشی' اور 'بداخلاقی' کو فروغ دے رہی ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- مذہبی اقلیتوں اور اقلیتی مسلم فرقوں کے خلاف مذہب کی بے حرمتی کے الزامات، مذہب کی جبری تبدیلی اور ان پر مظالم کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔
- ایچ آر سی پی نے 2020 میں مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم 31 واقعات قلمبند کیے، جن میں سے چھ واقعات کمسن بچیوں سے متعلق تھے۔
- پولیس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2020 کے دوران کم از کم 586 افراد کو مذہب کی بے حرمتی کے مقدمات میں ملوث کیا گیا۔ اکثریت کا تعلق پنجاب سے تھا۔
- جماعت احمدیہ کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے اراکین کے خلاف مذہبی بنیادوں پر کم از کم 24 مقدمات درج ہوئے۔ متاثرین میں ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھنے والے ایک سُنار بھی شامل تھے جن پر ایک گائے کو ذبح کر کے گوشت سنی مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔
- جماعت احمدیہ کے کم از کم تین افراد کو ٹارگٹ کلنگ کے مختلف واقعات میں ہلاک کیا گیا۔ ان میں توہینِ رسالت کے مقدمے میں ملوث ایک معمر افراد بھی شامل تھے جنہیں احاطہ عدالت میں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا۔
- آزادی کے ساتھ عبادت کا حق بدستور مشکلات کا شکار رہا: حکومت نے اسلام آباد میں ہندو مندر کی تعمیر کا اعلان کیا تو انتہا پسند گروہوں اور حکومت کی اتحادی مرکزی سیاسی جماعتوں نے تعمیر روکنے کا عزم ظاہر کیا۔
- سول سوسائٹی، وزارت مذہبی امور و بین العقائد ہم آہنگی کے تحت تشکیل پانے والا قومی اقلیتی کمیشن قانون کے ذریعے قائم ہونے والا خودمختار ادارہ نہیں ہے، اور یہ امر سول سوسائٹی کی شدید مایوسی کا سبب ہے۔

خواتین

- عالمی معاشی فورم کے جنسی تفاوت کے عالمی گوشوارے میں 153 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا درجہ 151 تھا۔
- ایچ آر سی پی کو گھریلو اور آن لائن تشدد کی بڑھتی ہوئی شکایت موصول ہوئیں جس سے ظاہر ہوا کہ وبا کے دوران خواتین اور زیادہ غیر محفوظ ہوئی ہیں۔
- ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایچ آر سی پی نے 2020 کے دوران 'عزت' کے نام پر قتل کے 430 واقعات قلمبند کیے جن میں 148 مردوں اور 363 عورتوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔
- ستمبر میں لاہور- سیالکوٹ موٹروے پر ایک عورت کے ساتھ اس کے بچوں کی موجودگی میں اجتماعی جنسی زیادتی کے واقعے نے عوام کو غم و غصّے اور صدمے سے دوچار کیا۔ لاہور پولیس کے سربراہ نے اس اندوہ ناک صورتِ حال کو یہ کہہ کر اور زیادہ گھمبیر کر دیا کہ اسے (متاثرہ عورت کو) 'اپنا راستہ چنتے وقت احتیاط کرنا چاہیے تھی'۔

- عورتوں کے حقوق کے کارکنان نے عورت کی پاک دامنی کی تصدیق کے لیے 'دو انگلیوں کے معائنے' جیسے فرسودہ اور غیر اخلاقی قانون کو عدالت عالیہ لاہور میں چیلنج کر کے اہم کامیابی حاصل کی۔
- تربت میں پیش آنے والے ایک انتہائی اندوہناک واقعے میں مسلح رہزنی کے دوران تین افراد نے ایک عورت کو اس کے گھر میں گولیاں مار کر ہلاک اور اس کی چار سالہ بچی کو زخمی کر دیا۔ اس دعوے نے بلوچستان بھر میں غم و غصّے کی فضا پیدا کر دی کہ حملہ آوروں کو "ڈیتھ اسکواڈ' کے ایک مقامی رہنما نے بھیجا تھا۔

بچے

- ایک اندازے کے مطابق ملک بھر میں بچوں سے زیادتی کے 2,960 واقعات قلمبند ہوئے۔ اصل تعداد اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔
- زیادتی کا نشانہ بننے والے بچوں کی عمر پر نظر دوڑائیں تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ ایک سال کی عمر والے بچے بھی محفوظ نہیں رہے، اور جرائم کی نوعیت خاص طور پر بھیانک تھی جن کا دائرہ اغوا کے بعد زیادتی اور اجتماعی زیادتی کے بعد قتل تک پھیلا ہوا تھا۔
- جون میں راولپنڈی میں آٹھ سالہ ملازمہ زہرہ شاہ جس نے پنجرے میں بند طوطے آزاد کیے تھے، کی اپنے مالکان کے ہاتھوں پر تشدد ہلاکت کی عوامی سطح پر شدید مذمت ہوئی۔
- بلوچستان میں ایک انتہائی بہیمانہ واقعے میں قلعہ عبداللہ میں ایک آٹھ سالہ بچے کی درخت سے لٹکتی لاش برآمد ہوئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ نے تصدیق کی کہ اسے دو افراد نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔

محنت کش

- نجکاری کی پالیسی کی پیروی کرتے ہوئے، پاکستان سٹیل ملز کی انتظامیہ نے 4,500 سے زائد ملازموں کو ملازمت سے فارغ کیا جس کی محنت کشوں کے حقوق کے کارکنان نے شدید مذمت کی۔
- پنجاب حکومت نے پاکستان کے توثیق شدہ عالمی معاہدات اور شعبہ محنت کے ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کارخانوں کو معائنے سے استثنٰی دے دیا۔
- ایک اندازے کے مطابق، 2020 میں عدالت عالیہ سندھ کے احکامات کی روشنی میں 2,437 جبری مزدوروں کو جبری مشقت سے رہائی ملی۔
- پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازوں کے مطابق، سال کے دوران 116 کان کن اپنے کام کے مقام پر حادثات کا شکار ہو کر جان سے گئے، اس کے باوجود پاکستان نے ابھی تک آئی ایل او کنونشن 176 کی توثیق نہیں کی جو کان کنوں کی حفاظت کے لیے گہرائی کی حد کا تعین کرتا ہے۔

- صوبائی حکومتوں سے ایک بار پھر مطالبہ کیا گیا کہ وہ آئی ایل او کنونشن 144 کے تحت سہ فریقی لیبر کانفرنسیں منعقد کریں۔

تعلیم

- عام طور پر، کووڈ 19 کی وجہ سے متعارف ہونے والی آن لائن کلاسز کا فائدہ صرف ان خوش قسمت طالبعلموں کو ہوا جنہیں ڈیجیٹل رسائی حاصل تھا، جبکہ کسی قسم کی مدد سے محروم متعدد ایسے طلباء و طالبات کو صورتِ حال سے نبٹنے کیلیے بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا،
- ماہرینِ تعلیم نے خدشات کا اظہار کیا کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے تعلیمی تعطل کے باعث اسکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔
- ملک بھر میں یونیورسٹی طلبا نے فیسوں میں اضافے کے خلاف احتجاج کیا اور وہ فیسوں کی معافی کا مطالبہ کرتے رہے جس کے ردعمل میں پولیس نے کئی ایسے مظاہروں کو منتشر کرنے کے لیے بے جا طاقت کا استعمال کیا۔

صحت

- کووڈ 19 نے شعبہ صحت کی خامیوں کو بے نقاب کیا۔ تیاری اور سہولیات، دونوں میدانوں میں۔ حکومت کی طرف سے جاری ہونے والے ملے جلے پیغامات اور معیاری قواعد و ضوابط (ایس او پیز) کا ناقص اطلاق عوام کو وبا کی سنگینی سے روشناس کرنے میں ناکام رہا۔
- کووڈ 19 لاک ڈاؤن کے دوران بڑے سرکاری ہسپتالوں میں شعبہ بیرونی مریضاں کی بندش نے صحت کے بحران کو اور زیادہ گھمبیر کیا۔
- وبا کے بحران کے دوران فیصلے زیادہ تر معیشت کو مدنظر رکھ کر کیے گئے، اور انہیں عوام کی غالب اکثریت کی حمایت حاصل تھی، جس کا خیال تھا کہ ان کا عقیدہ ان کی حفاظت کرے گا، اور یوں انہوں نے ماسک جیسی انتہائی بنیادی حفاظتی تدبیر کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔
- پہلی لہر کے بعد عارضی وقفے کے دوران، ایس او پیز کی پاسداری کم ہوگئی اور نتیجتاً متوقع دوسری لہر کئی ہلاکتوں کا سبب بنی۔
- وبا نے صحت کے دیگر مسائل سے توجہ ہٹائی تو پولیو ویکسین اور ڈینگی کنٹرول پروگرام کو سال کے آخر تک ملتوی کر دیا گیا جس سے ان بیماریوں کے دوبارہ پھیلاؤ کا خدشہ پیدا ہوگیا۔

ماحول

- وبا کے باعث نافذ لاک ڈاؤن کے دوران فضائی آلودگی میں مختصر وقفے کے بعد، سال کے اختتام تک فیصل آباد اور لاہور سب سے زیادہ آلودہ شہروں کے حوالے سے دہلی سے آگے نکل گئے۔ ان شہروں میں ہوا کا معیار نقصان دہ سطحوں تک پہنچ گیا۔
- صوبے بھر میں ہونے والی مون سون بارشوں میں کم از کم 30 ہلاکتوں کے بعد سندھ حکومت نے 20 اضلاع کو ''آفت زدہ'' قرار دیا۔
- خیبر پختونخوا میں تجاوزات اور جنگلوں کی غیر قانونی کٹائی پر ہونے والی ایک سرکاری انکوائری میں معلوم ہوا کہ ہری پور میں لینڈ ڈویلپرز خطرات میں گھرے وسیع جنگلوں کو تجارتی اور رہائشی علاقوں میں بدل رہے ہیں۔

پنجاب

اِہم نکات

- دسمبر 2020 کے آخر تک لاہور ہائی کورٹ میں 188,176 اور ضلعی عدلیہ پنجاب میں 1,372,908 نا تمام عدالتی مقدمات سے نمٹنے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔
- قومی احتساب بیورو کو ان دعووں کے پس منظر میں اپنے طور طریقوں پر بڑھتی ہوئی تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ گرفتاریوں کا محرک سیاسی ہے۔
- پولیس فورس میں بار بار تبادلوں اور اندرونی چپقلش کے علاوہ پولیس کے جرائم میں ملوث ہونے کی اطلاعات سے امن عامہ پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔
- پنجاب کی جیلوں میں بھیڑ بھاڑ اور حفظان صحت کی کمی نے قیدیوں میں کووڈ19 سے متاثر ہونے کا خطرہ بڑھا دیا۔
- ایچ آر سی پی نے 91 مقدمات میں 148 افراد کو سزائے موت ہونے کو دستاویز کیا۔ تاہم کوئی پھانسی نہیں دی گئی۔
- 2011 میں اپنے قیام سے لے کر اب تک جبری گمشدگیوں سے متعلق کمیشن آف انکوائری کو صوبے سے 1432 مقدمات موصول ہوئے ہیں جن میں سے 86 افراد حراستی مراکز اور 148 جیلوں میں پائے گئے؛ 66 کی لاشیں ملیں۔ مجموعی طور پر کمیشن نے 2020 کے آخر تک پنجاب سے 987 افراد کا سراغ لگایا تھا۔
- توہین مذہب، جبری تبدیلی مذہب اور غیر مسلم برادریوں کو پسماندہ رکھنے کے الزامات سال بھر جاری رہے۔
- پنجاب تحفظ بنیاد اسلام بل 2020 کی منظوری کو آزادانہ اظہار رائے اور اختلاف رائے کو دبانے کے ایک اور اقدام کے طور پر وسیع پیمانے پر مذمت کا سامنا کرنا پڑا، جسے مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔
- وبا کے دوران اجتماع کو محدود کرنے کی کارروائی بے ترتیب تھی، بڑے مذہبی اجتماعات کے مقابلے میں سیاسی اجتماعات کو پارٹی رہنماؤں اور کارکنوں پر مقدمات اور گرفتاریوں، سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنے اور دکانداروں کو ہراساں کرنے ایسی زیادہ پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔
- مقامی حکومت کے انتخابات آخری تاریخ سے بہت بعد تک تاخیر کا شکار ہوئے۔
- ایچ آر سی پی نے مارچ اور نومبر 2020 کے درمیان گھریلو اور آن لائن تشدد کی شکایات میں اضافہ درج کیا جس سے وبا کے دوران خواتین کے غیر محفوظ ہونے میں اضافہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔
- بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے خوف ناک واقعات کی خبروں میں کوئی کمی نہ آئی اور گزشتہ سال کے مقابلے میں اس

میں اضافہ دیکھا گیا۔ رپورٹ ہونے والے تمام واقعات میں پنجاب کا حصہ 57 فیصد سے کچھ زیادہ ہے۔ بچوں کی گھریلو مزدوری کو جرم قرار دینے میں ناکامی سے یہ عمل بے روک ٹوک جاری رہا۔

- لاک ڈاؤن کے دوران لاکھوں فیکٹری ورکرز اور نجی ملازمین کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ روزانہ اجرت کمانے والوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ ایک جانب شہری اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے تو دوسری جانب حکومت ضروری اشیائے خورونوش کی قیمتوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔
- پولیس نے گندم اور گنے کی مقررہ امدادی قیمتوں کے ساتھ ساتھ ٹیوب ویلوں کے لیے فی یونٹ فلیٹ ریٹ کا مطالبہ کرنے والے کسانوں کے خلاف واٹر کینن اور لاٹھی چارج کا استعمال کیا۔
- پنجاب حکومت نے ابھی تک بڑی عمر کے افراد کے لیے قانون سازی میں تین دیگر صوبوں کی مثال پر عمل نہیں کیا؛ پنجاب سینئر سٹیزن ویلفیئر اینڈ ری ہیبلی ٹیشن بل منظوری کا منتظر ہے۔
- 2020 میں سکولوں کی بندش اور آموزش میں خلل کے دُور رس نتائج برآمد ہوں گے۔ آن لائن کلاسوں سے صرف ان خوش قسمت لوگوں نے فائدہ اٹھایا جنھیں ڈیجیٹل رسائی میسر آئی، دوسروں کو اپنا بندوبست آپ کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔
- کووِڈ 19 وبا نے صحت کے شعبہ کی تیاری اور سہولیات دونوں میں خامیوں کو بے نقاب کیا۔ معیاری طریقہ کار کے نفاذ میں متضاد پیغامات اور ڈھیل عوام کو وبا کی شدت کے ادراک پر آمادہ کرنے میں ناکام رہی۔
- حکومت نے بین الاقوامی طور پر توثیق شدہ کنونشنوں اور مقامی لیبر قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فیکٹریوں کو معائنے سے مستثنیٰ قرار دیا۔
- کم آمدنی والے شہریوں کے لیے رہائش کے منصوبے آہستہ آہستہ شروع ہو رہے ہیں اور یہ صرف ان لوگوں کے لیے ہیں جو بینک قرضوں کے متحمل ہیں۔
- لاک ڈاؤن کے دوران فضائی آلودگی سے مختصر مہلت کے بعد سال کے آخر تک فیصل آباد اور لاہور نے دہلی کو پیچھے چھوڑتے ہوئے دنیا کے آلودہ ترین شہروں کی حیثیت پالی اور ان شہروں میں ہوا کا معیار خطرناک سطح تک پہنچ گیا۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

سال کے دوران صرف 13 قوانین منظور کیے گئے۔ ان میں سب سے اہم پنجاب انفیکشس ڈیزیز (پریوینشن اینڈ کنٹرول) ایکٹ 2020 ہے جس کا نوٹیفکیشن اگست میں کووڈ19 وبا کے جوابی اقدام کے طور پر جاری کیا گیا۔ جون میں پنجاب کریکلم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ایکٹ 2015 میں ترمیم منظور کی گئی جس کے تحت ماورائے آئین متحدہ علما بورڈ کو تمام نصابی کتابوں میں اسلام سے متعلق مواد کی منظوری دینے کی اجازت دی گئی۔ اس کے نتیجہ میں نجی اسکولوں میں پڑھائی جانے والی تقریباً 100 نصابی کتابوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔

ایک اور اہم لیکن متنازعہ قانون پنجاب تحفظ بنیاد اسلام بل 2020 تھا جو جولائی میں منظور کیا گیا۔ اس کے تحت پنجاب حکومت کے ڈائریکٹر جنرل برائے تعلقات عامہ کو پرنٹنگ پریسوں، کتابوں کی دکانوں اور اشاعتی گھروں کا معائنہ کرنے، قابل اعتراض مواد پر مشتمل سمجھی جانے والی تمام اشاعتوں کی جانچ پڑتال اور ضبط کرنے کے اختیارات حاصل ہوئے۔ نومبر کے اواخر میں ایسڈ اور برنس کرائم بل 2020 پنجاب اسمبلی میں پیش کیا گیا اور دسمبر میں مصنوعی قلت اور ضروری اشیا کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے نمٹنے کے لیے ذخیرہ اندوزی کی روک تھام آرڈیننس 2020 نافذ کیا گیا جسے متحرک کارکنوں نے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا۔

اے پی

پنجاب نصاب ودرسی کتب بورڈ ایکٹ 2015 میں ایک ترمیم نجی اسکولوں میں پڑھائی جانے والی لگ بھگ 100 درسی کتب پر پابندی کا سبب بنی

انصاف کی فراہمی

عدلیہ اور زیرِ التوا مقدمات

اگر چہ اس وبا نے مقدمات کے زیادہ التوا کو ایک اضافی وجہ فراہم کی ہوگی لیکن یہ رجحان درحقیقت پچھلے سالوں کے مطابق تھا۔ لا اینڈ جسٹس کمیشن کے مطابق لاہور ہائی کورٹ (ایل ایچ سی) نے سال کا آغاز 181,999 ناتمام مقدمات کے ساتھ کیا؛ 31 دسمبر 2020 تک زیر التوا مقدمات کی تعداد 188,176 تھی۔ سال کے دوران مجموعی طور پر 124,354 نئے کیسز قائم کیے گئے اور 118,177 مقدمات نمٹا دیئے گئے۔ ضلعی عدلیہ میں زیر التوا مقدمات اسی مدت میں 1,372,908 تک پہنچ گئے یعنی 2020 کے آغاز میں بقایا مقدمات کی تعداد کے مقابلے میں 258,635 کا اضافہ۔ ہوسکتا ہے اس اضافہ کی ایک وجہ وبا کے دوران عائد لاک ڈاؤن یا پابندیاں ہوں لیکن مقدمات کے انصرام اور روداد میں کوئی اہم اصلاحات نہ ہونے کی وجہ سے اس بات کا امکان بہت کم ہے کہ زیر التوا مقدمات کی بڑی تعداد کا نمٹنا نمایاں طور پر اس سے مختلف ہوتا۔ ایک بار پھر اعلیٰ اور ضلعی عدالتوں میں مقدمہ کی سماعت کے التوا کا معاملہ دسمبر میں قومی عدالتی (پالیسی سازی) کمیٹی نے غور کے لیے اٹھایا جس میں عدالتی اصلاحات کا فوری طور پر کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔

احتساب

قومی احتساب بیورو (نیب) کے تحت احتساب مہم سال کے دوران جاری رہی باوجود اس کے کہ حکام خود نا اہلی، دھمکیوں، ہراسانی اور مذموم مقاصد کے الزامات کی زد میں آئے۔ سینیٹ کے ڈپٹی چیئرمین سلیم مانڈوی والا جن کے اثاثے جعلی اکاؤنٹس کیس میں منجمد کر دیئے گئے تھے، نے نیب پر ٹھوس شواہد کی عدم موجودگی میں جبر کا استعمال کرتے ہوئے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا الزام لگایا۔ کچھ ہی دیر بعد نیب چیئرمین نے ان کے خلاف کارروائی معطل کر دی۔

اس کیس میں بلاول بھٹو زرداری اور آصف زرداری سمیت 172 ہائی پروفائل افراد کی تحقیقات کرنے والے نیب راولپنڈی آفس کے ڈائریکٹر جنرل نے مبینہ طور پر اپنی کوششوں میں مسلح افواج کی پشت پناہی کا دعویٰ کیا تھا۔

ہیومن رائٹس واچ نے مارچ میں نیب کی جانب سے جنگ۔ جیو کے ایڈیٹر ان چیف میر شکیل الرحمٰن کی گرفتاری کا محرک سیاسی اور اسے جائیداد کے لین دین کے پرانے کیس سے غیر متعلق قرار دیا تھا۔ نومبر میں سپریم کورٹ نے بالآخر ایل ایچ سی کے اس حکم کو کالعدم قرار دے دیا جس میں ان کی گرفتاری کے بعد ضمانت خارج کر دی گئی تھی۔

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ

پولیس کے لیے مالی سال 21-2020 میں 119 ارب روپے مختص کیے گئے۔ چونکہ پولیس کمان تو مسلسل تبدیلی کی زد میں رہی، یہ امر یقینی نہیں کہ آیا اس بجٹ کو کسی بامعنی استعمال میں لایا جاسکا۔ انسپکٹر جنرل آف پولیس (آئی جی پی) کو ہر چند روز بعد تبدیل کرنے کا رواج سال کے دوران جاری رہا جس سے یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ امن عامہ برقرار رکھنے کی بات تو ایک طرف تو آئی جی پیز کی جان نشینی اصلاحات لانے میں کتنی موثر ثابت ہوسکتی ہے۔

ستمبر میں عمر شیخ کا کیپیٹل سٹی پولیس آفیسر (سی سی پی او) کے طور پر تقرر شروع ہی سے تنازعات سے گھرا ہوا تھا، سینئر عملہ کو اچانک ہٹانے اور ان کے وحشیانہ اجتماعی عصمت دری کے ایک واقعہ کے بعد بے حس اور نامناسب تبصروں پر ان پر وسیع پیمانے پر عوامی تنقید ہوئی اور انہیں برطرف کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ انھیں اپنے اس بے احتیاط تبصرہ پر بھی ایل ایچ سی کے چیف جسٹس کی برہمی کا سامنا کرنا پڑا کہ عدالتیں ملزمان کو ضمانت پر رہا کر کے پولیس کے کام کو کمزور کرنے کی ذمہ دار ہیں۔

مندرجہ ذیل جدول 2020 کے دوران میں افراد کے خلاف جرائم کی کل تعداد بتائی گئی ہے۔ سال کے 11 ماہ کے دوران پنجاب بھر میں درج ہونے والے 503,168 کل جرائم میں 67,352 ملزمان کو مجرم قرار دیا گیا اور 43,551 کو بری کر دیا گیا۔

جدول 1: 2020 میں افراد کے خلاف جرائم

جرائم کی نوعیت	2020 میں کل واقعات
عصمت دری	3,773
اجتماعی عصمت دری	219
قتل کے ساتھ عصمت دری	–
نابالغ بچوں کی عصمت دری	163
قتل اور قتل کی کوشش	9634
اغوا	13,397
غیرت کے نام پر قتل	237

گھریلو تشدد	576
تیزاب جرائم	59
نفرت کا مواد	11
توہین مذہب	487
پولیس مقابلے	293

ماخذ: پنجاب پولیس، ایچ آر سی پی کی معلومات کی درخواست کے جواب میں۔ قتل اور قتل کی کوشش اور اغوا کے اعداد و شمار پنجاب پولیس کی ویب سائٹ سے ہیں اور جنوری سے نومبر 2020 تک ہیں۔ دیگر تمام اعداد و شمار جنوری سے دسمبر 2020 کے ہیں۔

شہری اپنے رشتہ داروں کے پولیس مقابلوں یا پولیس کی تحویل میں مارے جانے، بااثر افراد کی حمایت اور زمین پر قبضہ کرنے میں ملوث ہونے کی پولیس کی جانب سے پہلی معلوماتی رپورٹ (ایف آئی آر) درج نہ کرنے کی شکایت کرتے رہے۔ ایسے ہی ایک معاملے میں ایل ایچ سی نے صوبے میں امن عامہ پر قابو پانے میں ناکامی پر آئی جی پی سے پوچھ گچھ کی۔

پولیس عہدیداروں کے حراست میں ہونے والی اموات سمیت مختلف قسم کی خلاف ورزیوں کے الزام میں پکڑے جانے کی وقفہ وقفہ سے اطلاعات سامنے آتی رہیں۔

قید خانے اور قیدی

کووِڈ19

انسانی حقوق کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے محافظوں نے اس حقیقت پر خطرے کی ابتدائی گھنٹی بجائی کہ پنجاب کی جیلوں میں زیادہ آبادی کا معاملہ، یعنی وفاقی محتسب کی رپورٹ کے مطابق 36,806 کی گنجائش کے مقابلے میں 43 جیلوں میں 48,283 افراد کا معاملہ، وبا کی آمد کے ساتھ حل نہیں ہوا اور مارچ میں ان کے مشترکہ بیان میں فوری کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔

گنجائش سے کہیں زیادہ پر ہجوم، غیر معیاری حفظان صحت اور سہولیات کی کمی کے ساتھ، جیلیں اس وائرس کے لیے کھلی دعوت تھیں جس کا تدارک صرف سماجی فاصلہ، ماسک کے تحفظ اور ہاتھ دھونے ہی سے کیا جا سکتا تھا۔ کووِڈ19 کا پہلا کیس لاہور کی کیمپ جیل میں منظر عام پر آیا اور اس کے بعد دیگر۔ جانچ، قرنطینہ، منتقلی اور زیر سماعت قیدیوں کے بعض زمروں کی رہائی حکام کی جانب سے اٹھائے گئے کچھ اقدامات تھے۔

جیلوں کے قواعد

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کے مطابق تیار کردہ پنجاب پریزن ایکٹ اور قواعد پر نظر ثانی سال کے آخر تک بھی

حکومت کی منظوری کی منتظر تھی۔ اس امید کے علاوہ کہ یہ قواعد شہری اور سیاسی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے بین الاقوامی معاہدہ کے تناظر میں ملک کی حیثیت کا زیادہ سازگار جائزہ لیں گے، یہ توقع بھی کی جا رہی تھی کہ وہ جنرلائزڈ سکیم آف پریفرنسز (جی ایس پی+) کے تحت اس کی حیثیت برقرار رکھنے میں مدد کر سکتے ہیں۔

ان قواعد میں پہلی بار عام خواتین قیدیوں، حاملہ خواتین، ماؤں، کم سن بچوں، ذہنی طور پر بیمار قیدیوں، غیر ملکی قیدیوں اور خواجہ سرا افراد کے لیے خصوصی سہولیات بھی شامل تھیں۔

خواتین قیدی

اگست میں وزیر اعظم کو پیش کی گئی 'پاکستان کی جیلوں میں خواتین کی حالت زار' کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کرتے ہوئے وزارت انسانی حقوق نے پنجاب جیل قواعد کا جائزہ لیا تھا اور شمولیت کے لیے صنفِ مخصوص سفارشات پیش کی

جسٹس پراجیکٹ پاکستان کے اندازوں کے مطابق پنجاب کی جیلوں میں 90 بچے قید ہیں

تھیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ پنجاب کی تین جیلوں کے فیلڈ وزٹ کے دوران کووِڈ 19 کے معیاری طریق کار (ایس او پیز) پر صرف 'ڈھیلے ڈھالے طریقے سے عمل درآمد' کیا گیا۔

رپورٹ کے مطابق قید خواتین کی سب سے بڑی تعداد، 727، پنجاب کی جیلوں میں تھی۔ ان میں سے 62.2 فیصد پر مقدمہ چل رہا تھا۔ 30 سال سے سزائے موت کی منتظر ذہنی بیمار قیدی کنیزاں بی بی کی سزا کے ضمن میں ایک مخصوص سفارش کی گئی تھی کہ اس کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کیا جائے اور اسے پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف مینٹل ہیلتھ منتقل کیا جائے۔

جسٹس پروجیکٹ پاکستان کا اندازہ ہے کہ پنجاب کی جیلوں میں 90 بچے رہتے ہیں۔ دوروں میں کمی سے تعلیم اور صحت کی فراہمی کے لیے خاندانوں اور خیراتی اداروں پر منحصر ان اور ان کی ماؤں کی حالت کافی خراب ہوگئی۔

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

ایک بار کے لیے، صوبے میں نقل وحرکت کی پابندیوں کی ایک معقول وجہ تھی۔ کووِڈ19 کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے پہلا صوبہ گیر لاک ڈاؤن 24 مارچ سے نافذ کیا گیا تھا جس کے بعد جزوی لاک ڈاؤن 31 مئی تک بڑھا دیا گیا تھا۔ جون میں پنجاب حکومت نے سفارش کی تھی کہ لاک ڈاؤن کے اقدامات پر دوبارہ عمل درآمد کیا جائے لیکن وفاقی حکومت نے اسے 'سمارٹ' ٹارگٹڈ لاک ڈاؤن کے حق میں مسترد کر دیا۔ کسی بھی حفاظتی اقدامات کو ایک بہت ہی حقیقی خطرے کے حقائق کو قبول کرنے سے گریزاں عوام کی طرف سے کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت ملے جلے پیغامات کی اشاعت کے ساتھ جب بھی پابندیوں میں نرمی کی جاتی تھی تو لوگ سڑکوں اور بازاروں میں جمع ہو جاتے۔

اکتوبر تک، پنجاب حکومت نے صوبے کے 36 اضلاع میں 856 'مائکرو سمارٹ لاک ڈاؤنز' کا اطلاق کیا تھا

سڑکوں کے دو ہفتوں کے نام نہاد 'سمارٹ' لاک ڈاؤن میں، جس کا اعلان سال کے آخر تک باقاعدہ وقفوں سے کیا جاتا رہا، پولیس کی طرف سے رکاوٹیں کھڑی کی جاتیں لیکن ارد گرد لوگوں کو کوئی معلومات فراہم نہ کی جاتیں اور پولیس بھی دو دن بعد غائب ہو جاتی، جس سے ان اقدامات کے عزم پر سوال اٹھایا گیا۔ ایک مرحلہ پر اکتوبر میں یہ اطلاع ملی کہ صوبہ کے 36 اضلاع میں پنجاب حکومت کی جانب سے 856 'مائیکرو سمارٹ لاک ڈاؤن' نافذ کیے گئے۔

آزادی فکر، ضمیر اور مذہب

ظاہری طور پر تبلیغی جماعت کے زائرین کے ساتھ ساتھ شیعہ زائرین پر ایران سے واپسی پر وائرس پھیلانے کے الزامات کے تناظر میں انسانی حقوق کی وزارت نے تین ماہ کے امن اقدام کا آغاز کیا۔ تاہم اس اقدام سے شاید

دوسری برادریوں کو مُستفیض نہیں ہونا تھا۔ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک احمدی سنار اوراس کے بیٹوں کے خلاف گائے کی قربانی دے کر سُنیوں میں اس کا گوشت تقسیم کرنے اور یوں 'مسلمانوں کے عقائد' مجروح کرنے کے الزام میں مقدمہ درج کیا گیا۔توہین مذہب کے الزامات باقاعدگی سے سامنے آئے اور ایک سیکورٹی گارڈ نے توہین رسالت کے الزام میں ایک بینک منیجر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ستمبر میں لاہور کی ایک سیشن عدالت نے ایک مسیحی شخص کو 2013 میں گستاخانہ ٹیکسٹ پیغامات بھیجنے کے الزام میں سزائے موت سنائی۔

ایچ آر سی پی کے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن نے ضلع بہاول پور کے یزمان کے مقامی حکام کو چک 52 / ڈی بی میں ایک ہندو برادری کے گھروں کو مسمار کرنے کا ذمہ دار پایا۔کمیونٹی کی جانب سے اس طرح کی کسی بھی کارروائی پر پابندی کے حکم کے باوجود مئی میں 25 مکانات کو منہدم کیا گیا اور مزید دس کو جزوی طور پر مسمار کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں ان میں رہنے والے بے گھر ہوگئے۔مضبوط شواہد تھے کہ کس نے وہ زمین بیچنے کے لیے ہندو برادری کو دھمکی دینے اور ڈرانے کے لیے سیاسی رابطوں کا استعمال کیا جو گھروں کی تعمیر کے لیے 2018 میں بورڈ آف ریونیو نے قانونی طور پر انھیں الاٹ کی تھی۔'ہندو قبضہ کرنے والے' قرار دیے جانے والے اس برادری کے افراد کو صرف مقامی لینڈ مافیا کے مفادات کو فروغ دینے کے لیے ان کے عقیدہ کے باعث نشانہ بنایا گیا۔

نومبر میں سینٹر فار سوشل جسٹس کے زیر اہتمام ایک مشاورت میں جبری تبدیلی مذہب کا مقابلہ کرنے کے لیے ادارہ جاتی مداخلت کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی۔تنظیم نے 2013-20 کے دوران میڈیا میں رپورٹ کیے گئے تبدیلی مذہب کے 162 'مشکوک واقعات' کا حوالہ دیا ہے جن میں پنجاب میں 52 فیصد واقعات ہوئے۔زیادہ تر معاملات ہندو اور مسیحی برادریوں سے متعلق تھے۔

اظہار رائے کی آزادی

پنجاب میں سال کے دوران کم از کم تین صحافی ہلاک ہوئے جن میں 'جرم وسزا' کے نامہ نگار عابد حسین بھی شامل تھے جنھیں ستمبر میں اس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب وہ اپنے بھائی کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھر جا رہے تھے۔ان کے اہل خانہ نے دعویٰ کیا کہ یہ قتل ان کی رپورٹنگ پر کیا گیا۔

جولائی میں پنجاب تحفظ بنیاد اسلام بل 2020 کی منظوری کے ساتھ ہی فکری آزادی میں کمی کا خوف ایک بار پھر پیدا ہو گیا۔مذہب کے تحفظ کے لیے یہ بل پنجاب حکومت کے ڈائریکٹر جنرل برائے تعلقات عامہ کو پرنٹنگ پریسوں، کتابوں کی دکانوں اور اشاعت گھروں کا معائنہ کرنے اور قابل اعتراض مواد پر مشتمل سمجھی جانے والی تمام اشاعتوں کی جانچ پڑتال اور ضبطگی کے اختیارات دیتا ہے۔اس بل کی وسیع پیمانے پر مذمت کی گئی کیونکہ آزادانہ اظہار اور اختلاف رائے کو دبانے کے لیے یہ ایک اور اقدام تھا۔اس سے قبل جون میں پنجاب اسمبلی نے ایک قانون منظور کیا تھا جس کے تحت تقریباً 100 نصابی کتابوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

مثبت امر یہ تھا کہ پنجاب حکومت نے دعویٰ کیا کہ سوشل میڈیا پر نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام کے لیے کیے گئے اقدامات سے پرامن محرم کو یقینی بنانے میں مدد ملی۔ 4000 سے زائد ویب سائٹس بلاک کردی گئیں اور فرقہ واریت کو بھڑکانے کے الزام میں ان کے آپریٹرز کے خلاف کارروائی کی گئی۔

اجتماع کی آزادی

اپوزیشن اتحاد پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کی جانب سے ریلیوں کے اعلان کو حکومت نے کووِڈ 19 کو کنٹرول کرنے کے لیے ایس او پیز کی خلاف ورزی قرار دیا۔ اگرچہ ان حالات میں تحریک کا وقت بدقسمتی ہی ہوگا لیکن حکام کا اس پر ردعمل اس طرح کے دیگر عوامی اجتماعات کو محدود کرنے کے لیے کی جانے والی کارروائی سے زیادہ متحرک تھا۔

گوجرانوالہ، ملتان اور لاہور میں پی ڈی ایم کی ریلیاں پارٹی کارکنوں پر وسیع پیمانے پر مقدموں اور ان کی گرفتاریوں، سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنے اور دکانداروں کو خدمات فراہم کرنے سے روکنے کی کوششوں کے باوجود آگے بڑھیں۔

کووِڈ 19 ضوابط کی خلاف ورزی کا حوالہ دیتے ہوئے راولپنڈی میں ریلی نکالنے کے الزام میں پی ڈی ایم کے 150 سے زائد رہنماؤں اور سیاسی کارکنوں کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔ دسمبر میں لاہور میں پی ڈی ایم کی ریلی کے فوراً بعد پولیس نے ریلی کے لیے خدمات فراہم کرنے والے تاجروں کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی۔

انجمن سازی کی آزادی

سول سوسائٹی اور غیر سرکاری تنظیموں کو ایچ آر سی پی سمیت ایک درجن سے زائد سول سوسائٹی تنظیموں کی جانب سے ایل ایچ سی میں دائر مشترکہ درخواست کے ذریعے کچھ مہلت ملی۔ پنجاب حکومت کو پنجاب چیریٹیز ایکٹ 2018 کے تحت ان کی دوبارہ رجسٹریشن کی ڈیڈلائن نافذ کرنے سے روک دیا گیا۔

کسی بے باک ہستی سے وابستہ ہونا یا ریاستی بیانیہ کے برعکس خیالات کا اظہار کرنا ایک خاص پرخطر امر رہا۔ سٹوڈنٹ ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام ملک گیر طلبا یکجہتی مارچ کو کووِڈ 19 کی پابندیوں کی تعمیل کے لیے 2020 میں ترک کرنا پڑا۔ 20 نومبر 2020 کو لاہور کے چیئرنگ کراس پر اس کی جگہ ایک احتجاجی دھرنا دیا گیا جس میں مفت تعلیم اور طلبا یونینوں کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا۔

ایک روز قبل 'قابل اعتماد معلومات' کہ مسٹر جان امن وامان کی صورت حال کو بھڑکائیں گے اور 'امن عامہ کے لیے ممکنہ خطرہ' ہوں گے پر عمل کرتے ہوئے لاہور کے ڈپٹی کمشنر نے ریلی میں ایک مقرر، متحرک کارکن اور ماہر تعلیم عمار علی جان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا۔ ایل ایچ سی سے قبل از گرفتاری ضمانت کے لیے رابطہ کیا گیا اور پنجاب حکومت کو اس بنیاد پر گرفتار کرنے سے روک دیا گیا کہ اس سے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی خلاف ورزی ہوگی کہ صرف مقدمہ درج ہونے کی بنیاد پر گرفتاریاں نہیں کی جاسکتیں۔

جمہوری ترقی

سیاسی شرکت

ایسا لگتا ہے کہ پدرسری رکاوٹیں اس قدر گہری ہیں کہ قانون سازی یا الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) کے ایک فیصلہ سے تبدیل نہیں ہوسکتیں جس کے تحت خواتین کے لیے ہر حلقے میں 10 فیصد ووٹ ڈالنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ہر صوبہ میں کم از کم ایک خاتون الیکشن کمشنر کا ہونا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کچھ پیش رفت ہوئی ہے اور ای سی پی نے اعلان کیا ہے کہ صنفی فرق کو کم کر دیا گیا ہے اور رولز میں شامل نئے 3.28 ملین ووٹروں میں اکثریت خواتین کی ہے۔

اس سے قطع نظر خواتین کی سیاسی شرکت کو بہتر بنانے کا اقدام سست رو رہا اور صنفی فرق اب بھی ایک کروڑ 20 لاکھ سے زیادہ تھا۔ صنفی فرق کے حامل 16 اضلاع میں سے چودہ پنجاب میں تھے جن میں صرف لاہور اور فیصل آباد میں 10 لاکھ کا فرق تھا۔ جون 2020 میں چیف الیکشن کمشنر کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ انہوں نے عدم توازن کو دور کرنے کے لیے فوری اقدامات کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب تک مقامی انتظامیہ سے لے کر وفاقی اور صوبائی سطح تک زیادہ توجہ مرکوز نہیں کی جاتی، اس مخصوص مرد و خاتون تقسیم میں نمایاں کمی کا امکان نہیں۔

مقامی حکومت

تنظیم ویمن ان سٹرگل فار ایمپاورمنٹ (WISE) کی جانب سے جولائی 2020 میں جاری کی گئی ایک رپورٹ کے مطابق مقامی حکومت کے نظام میں خواتین کی نمائندگی میں 2001 میں 33 فیصد سے کم ہو کر اس وقت 10 فیصد سے بھی کم رہ گئی ہے۔ اسی طرح کے تضادات مذہبی اقلیتوں اور کسانوں/مزدوروں پر بھی لاگو ہوتے ہیں، جنھیں نواحی کونسلوں میں کوئی رعایت فراہم نہیں کی جاتی۔

تاہم یہ ایک اہم نکتہ رہا کیونکہ 2017 کی مردم شماری کے نتائج کے سرکاری نوٹیفکیشن، جس کی وفاقی حکومت نے بالآخر دسمبر میں منظوری دی تھی، میں تاخیر کی وجہ سے مقامی حکومت کے انتخابات کے انعقاد میں رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی تاریخ طویل عرصہ پہلے گزر چکی تھی۔ کم از کم مقامی سطح پر ذمہ داریوں کی منتقلی سے کووِڈ 19 کے پھیلاؤ سے نمٹنے اور اس پر قابو پانے کی کوششوں میں مدد مل سکتی تھی لیکن پنجاب حکومت نے کونسلوں کے نام حتمی نہ ہونے کے بہانے حد بندی کا نوٹیفکیشن ملتوی کر دیا۔

کم ہوتی جمہوری گنجائش اور اسمبلیوں کا کردار

پنجاب اسمبلی کی جانب سے پنجاب تحفظ بنیاد اسلام بل 2020 کو متفقہ طور پر منظور کرنے کے دو ہفتہ بعد جولائی میں

حکومت اور اپوزیشن دونوں کے ارکان اسمبلی کے اپنی حمایت پر افسوس کا اظہار کرنے کی اطلاع ملی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے بل کو پڑھے بغیر اس کے حق میں ووٹ دیا تھا اور دیر سے جانچ کے عمل پر سوال اٹھایا۔ اس کے بعد بڑے پیمانے پر غم وغصہ پھیل گیا اور ایچ آر سی پی نے صوبائی اسمبلی کو متنبہ کیا کہ وہ کتابوں کی اشاعت کو کنٹرول کرنے والے اس قانون کے نفاذ کی کوشش کرتے ہوئے عصبیت کو ہوا دینے کی مرتکب ہوسکتی ہے جسے خاص طور پر مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نجی سکولوں کی تیار کردہ نصابی کتابوں کا 'تنقیدی جائزہ' اور پنجاب نصاب اور نصابی کتب بورڈ کی 100 سے زائد کتابوں پر پابندی کو ایچ آر سی پی نے اسی تناظر میں دیکھا کہ نہ صرف اظہار رائے کی آزادی بلکہ آزادی فکر، ضمیر اور مذہب پر بھی سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔

سیاسی جماعتوں نے ستمبر میں ایک مشترکہ اعلامیہ میں اختلاف رائے، پریس کی آزادی اور شہری آزادیوں کے لیے جگہ کم ہونے کا معاملہ اٹھایا تھا۔ بیان میں ججوں کے تقرر، ذرائع ابلاغ کی آزادی کو دبانے، لاپتا افراد اور اہم بات یہ ہے کہ حکمرانی میں سیکورٹی اسٹیبلشمنٹ کی مبینہ شمولیت کے طریقہ کار کو اجاگر کیا گیا۔ آمرانہ حکمرانی کے رجحان کا مقابلہ کرنے کے لیے قوانین کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا، لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے مشترکہ حکمت عملی تیار کرنے کے عزم کا نتیجہ تصادم کے سوا کچھ ہونے کا امکان نہیں جب تک متعلقہ اسمبلیاں ان معاملات پر بحث نہیں کرتیں۔

اپوزیشن جماعتوں نے سکڑتی جمہوری جگہ کے خلاف اپنی مزاحمت اسمبلیوں میں نہ کرنے کا انتخاب کیا اور سڑکوں پر تحریک چلانے کے لیے ایک سیاسی اتحاد تشکیل دیا۔ پی ڈی ایم کی ریلیوں کا آغاز پنجاب میں ہوا جو حزب اختلاف کی اہم جماعت پاکستان مسلم لیگ (نواز) کی طاقت کی بنیاد ہے۔ یہ جماعت اپنے رہنماؤں کے ظاہری طور پر احتساب پر مبنی تعاقب پر برہم ہے۔ گیارہ جماعتی اپوزیشن اتحاد کی جانب سے آخری حربہ کے طور پر اسمبلی سے اجتماعی استعفوں کا خطرہ سال کے آخر تک موجود تھا۔

حزبِ اختلاف کی مرکزی جماعت کے طاقت کے مرکز پنجاب سے پی ڈی ایم ریلیوں کا آغاز ہوا

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

صنفی بنیاد پر تشدد

صرف قانون کا نفاذ خواتین کو تشدد سے نہیں بچاتا۔ تشدد کے خلاف خواتین کے تحفظ کے ایکٹ 2016 نے انصاف کے لیے ایک آلہ تو فراہم کیا ہوگا لیکن اس کے موثر نفاذ میں اب بھی بظاہر انمٹ پدرسری ذہنیت اور خواتین کی اس طرح کے معاندانہ ماحول میں اپنی آزمائشوں کو ظاہر کرنے میں ہچکچاہٹ سمیت بہت سی رکاوٹیں ہیں جن پر قابو پانا ہے۔ جب وہ آگے آتی ہیں تو انہیں جو صدمہ پہلے پہنچا ہوتا ہے وہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

دسمبر میں ایچ آر سی پی نے 'کووِڈ 19: صنفی بنیاد پر تشدد کے اعداد وشمار اور یہ کیوں اہم ہیں' کے عنوان سے ایک ویبینار کے دوران ایک رپورٹ کے اہم نتائج کا انکشاف کیا۔ مارچ اور نومبر 2020 کے درمیان گھریلو اور آن لائن تشدد کی شکایات میں شدت آئی جس سے تنہائی کے ماحول میں خواتین کے خاص طور پر غیر محفوظ ہونے، شیلٹر ہومز کی بندش، صنفی بنیاد پر تشدد (جی بی وی) کے متاثرین کی صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں کمی اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے کم واضح ردعمل کا اشارہ ملا۔

پریس میں شائع ہونے والی خبروں کی بنیاد پر ایچ آر سی پی نے 2020 میں پنجاب میں 189 غیرت کے نام پر قتل کے واقعات ریکارڈ کیے ان کے شکار 226 افراد میں 37 مرد تھے اور 189 خواتین۔ پنجاب میں جنسی تشدد کے 1133 واقعات ریکارڈ کیے گئے جن میں 753 واقعات میں متاثر خواتین اور 380 میں مرد تھے۔ صوبے میں چولہا پھٹنے اور جلائے جانے کے کم از کم 32 واقعات ریکارڈ کیے گئے۔ براہ کرم نوٹ کریں کہ جدول 1 کے اعداد وشمار جو پنجاب پولیس کی جانب سے غیرت کے نام پر قتل اور جنسی تشدد کا پتا دیتے ہیں، زیادہ ہیں کیونکہ جی بی وی کے تمام کیس لازمی طور پر پریس میں رپورٹ نہیں کیے جاتے۔

ستمبر میں لاہور سیالکوٹ موٹروے پر ایک خاتون کے ساتھ اس کے بچوں کی موجودگی میں اجتماعی زیادتی پر صدمے اور غم و غصے، عوامی احتجاج اور وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ عثمان بزدار اور انسانی حقوق کی وزیر شیریں مزاری کی جانب سے فوری مذمت کا اظہار کیا گیا۔ کہا گیا کہ پولیس ٹیمیں عصمت دری کرنے والوں کو پکڑنے کے لیے ثبوت اکٹھا کرنے کے لیے دن رات کام کررہی تھیں۔ سی سی پی او اس امر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ اس کی گاڑی میں کم آبادی والی موٹروے پر پٹرول ختم ہوگیا تھا جس کا اس نے سفر کے لیے انتخاب کیا تھا، اپنے ایسے غیر موزوں تبصروں کی وجہ سے تنقید کی زد میں آئے کہ خاتون رات گئے اکیلی سفر کررہی تھی اور اس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے مناسب احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کی تھیں۔ اس کے باوجود ان کا مؤقف صرف ان کے مرد ہم منصبوں کی ایک بڑی اکثریت کے غلط خیالات کی عکاسی ہے۔

شاید یہ سی سی پی او کے تبصرے تھے کہ جنہوں نے اس جرم پر جذبات کو بجا طور پر بھڑکایا اور میڈیا نے اس کے ارتکاب کے کئی مہینوں بعد بھی اس کہانی کو عوام کے سامنے رکھا۔ تاہم اسی ماہ سرگودھا میں شوہر اور بچوں کی موجودگی میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں اجتماعی زیادتی کا نشانہ بننے والی خاتون کے لیے بھی ویسی آوازیں بلند نہیں کی گئیں اور نہ ہی دسمبر میں شیخوپورہ میں سسرالیوں کے سامنے دلہن کے ساتھ اجتماعی زیادتی یا جولائی میں 18 سالہ خاتون کو ڈاکوؤں کے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنانے اور گجرپورہ کے علاقے سگیاں کے ایک کھیت میں بے ہوش چھوڑ دینے پر یا عصمت دری کی دیگر خبروں پر جو پریس میں باقاعدگی کے ساتھ سامنے آتی رہیں۔

عزت نفس کی فتح

خواتین کے حقوق کی کارکنوں، ماہرین تعلیم، صحافیوں اور وکلا کو ایک اہم فتح ملی۔ انھوں نے نومبر میں ایل ایچ سی میں کنوارپن کے لیے قدیم اور ذلت آمیز 'دو انگلیوں کے ٹیسٹ' کو چیلنج کیا تھا۔ عدالت نے ابتدائی طور پر عوامی مفاد کی دو درخواستوں پر فیصلہ محفوظ کیا جبکہ پنجاب حکومت کی جانب سے ٹیسٹ ختم کرنے میں ناکامی پر ناراضی کا اظہار کیا۔ تاہم اسی ماہ کے آخر میں صوبائی حکومت نے اس ٹیسٹ کے خاتمہ کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔

عورت مارچ

عورت مارچ 2020 کو روکنے کی کوشش اس وقت ناکام بنا دی گئی جب ایل ایچ سی نے فیصلہ دیا کہ اسے آئین کے تحت نہیں روکا جا سکتا، تاہم شرکاء ''نفرت انگیز تقریر اور بداخلاقی سے گریز کریں'۔ ایسا گزشتہ سال کے بینرز اور پلے کارڈز کے خلاف قدامت پسند عناصر کے ردعمل کے تناظر میں قرار دیا گیا۔ اس تقریب پر جاری تنازع معاشرہ کے ایک بڑے طبقے کی عورت مارچ کے منشور کے جواز کو تسلیم کرنے میں ناکامی کا اشارہ دیتا ہے جس میں خواتین اور خواجہ سرا افراد کی آزادی سے لے کر ماحولیاتی انصاف اور سب کے لیے سستے مکانات کے حق تک متعدد مسائل کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

کام کرنے والی خواتین

اگر ان کے ناگفتہ بہ حالات کو یوں بیان کیا جا سکے تو کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ تر خواتین غیر رسمی شعبہ میں استحصالی شرائط و ضوابط کے تحت کام کرتی ہیں۔ جب لاک ڈاؤن سے کاروبار متاثر ہوئے اور طلب میں کمی آئی تو وہ سب سے پہلے ملازمت سے فارغ ہوئیں، اپنے گھروں تک محدود ہوئیں اور متبادل کام حاصل کرنے سے قاصر رہیں۔

زیادہ تر احساس پروگرام کے تحت رجسٹرڈ نہ ہو سکیں اور اس لیے مدد سے محروم رہیں کیونکہ مبینہ طور پر ان کے پاس کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ نہیں تھے یا وہ معیار پر پورا نہیں اترتی تھیں یا بعض کو فہرستوں پر نظر ثانی کے وقت بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا تھا۔

خواجہ سرا افراد

خواجہ سرا برادری عدم رواداری اور غیر مہذب لوگوں کے ہاتھوں مسلسل تکلیف اٹھا رہی ہے۔ مئی میں ضلع جہلم کے دِینہ نا شہر کے قریب ایک خواجہ سرا شخص کا قتل کچھ عرصہ خبروں میں رہا لیکن جب تک کمیونٹی خود پر تشدد کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتی، کارروائی صرف مقدمہ درج کرنے تک محدود رہتی ہے اور مجرموں کو پکڑا نہیں جاتا۔ پریس رپورٹوں کی بنیاد پر ایچ آر سی پی نے سال بھر میں پنجاب میں خواجہ سرا افراد کی عصمت دری کے کم از کم سات اور ان کے قتل کے چار واقعات ریکارڈ کیے۔

خواجہ سرا افراد کے مرکزی عوامی دھارے میں ضم ہونے کی امید افزا اعلامات بہت کم ہیں لیکن کچھ روشن استثنیٰ ضرور ہیں۔ پاکستان کی پہلی خواجہ سرا پولیس افسر کا راولپنڈی میں تقرر کیا گیا۔ ریم شریف، جو خود ماضی میں امتیازی سلوک اور ہراسانی کی شکار ہوئیں، تنازعات کو حل کرنے اور کمیونٹی کو مشورے فراہم کرنے کے لیے 'ٹرانس وکٹم سپورٹ آفیسر' کے کردار میں منفرد طور پر اہل تھیں۔

پنجاب سوشل پروٹیکشن اتھارٹی (پی ایس پی اے) کے نئے مساوات پروگرام کا ذکر ایک ایسے اقدام کے طور پر کیا گیا ہے جو کم سے کم معیار زندگی کو یقینی بنانے اور آمدنی پیدا کرنے والی سرگرمیوں تک رسائی کو یقینی بنانے میں تعلیم، صحت اور رہائشی امداد کی فراہمی کے ذریعے خواجہ سرا لوگوں کو مرکزی دھارے میں لائے گا۔ تاہم پی ایس پی اے نے یہ بھی کہا ہے کہ خواجہ سرا پرسنز ویلفیئر پالیسی میں سے اقدامات کا انتخاب 'انتظامی کارکردگی کی بنیاد' پر ہوگا اور یہ واضح نہیں ہے کہ یہ پروگرام کب اور کیسے چلایا جائے گا۔

بچے

بچوں کے خلاف تشدد

بچے معاشرے کا سب سے کمزور اور استحصال کا شکار طبقہ ہیں اور ان کے خلاف ظلم کی لہر کو روکنے میں کسی بھی طرح کی قانون سازی کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ قصور، جو حالیہ برسوں میں بچوں کے خلاف یکے بعد دیگرے جرائم کی وجہ سے بدنام ہے، اس کی ایک مثال ہے۔ دسمبر کے اواخر میں ایک ماہ کے اندر اندر پانچ سے پندرہ سال کی چھ لڑکیوں کی عصمت دری اس وقت خبروں میں آئی جب دیہاتیوں نے پولیس کی جانب سے مقدمات درج کرنے اور عصمت دری کرنے والے فرد یا افراد کا سراغ لگانے میں ناکامی پر احتجاج کیا۔ احتجاج کے دوران پولیس نے ایک مشتبہ شخص کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا۔

ساحل کی جانب سے جاری کردہ سالانہ رپورٹ 'ظالمانہ اعداد و شمار' بھی 2020 میں کسی راحت کی خبر نہ لائی۔ سال بھر

میں بچوں پر تشدد کے 2960 واقعات میں سے 1707 پنجاب میں ریکارڈ کیے گئے جو سب سے بڑی تعداد ہے۔ ساحل کی طرف سے 'سب سے زیادہ غیر محفوظ' قرار دینے والے دس اضلاع میں سے سات پنجاب میں ہیں جن میں راولپنڈی اور قصور میں بالترتیب 295 اور 192 واقعات سامنے آئے۔

بچوں کی عمریں خاص طور پر پریشان کن تھیں- ایک سال سے کم عمر کے نوزائیدہ بچوں کو بھی نہیں چھوڑا گیا- اور جرائم خصوصی طور پر بھیانک جرائم جیسے اغوا اور عصمت دری سے لے کر اجتماعی عصمت دری اور قتل تک شامل ہیں۔

بچوں کے جنسی استحصال کے تمام واقعات میں پنجاب کا حصہ 65 فیصد تھا (1823 میں سے 1190)۔ 2019 کے لیے ساحل نے پنجاب میں بچوں کے جنسی استحصال کے 926 واقعات رپورٹ کیے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2020 میں مجموعی مقدمات کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ یہ ایک واضح یاددہانی ہے کہ سال بہ سال قانون سازی، سخت نفاذ، متاثرین کی بحالی اور معاونت کے نظام اور آگاہی مہمات کے لیے مطالبات کیے جاتے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مزید بہت سے معاملات کی اطلاع نہیں ملتی اور ان ناپاک اطوار کی حقیقی حد کبھی معلوم نہیں کی جاسکتی۔ ایک مقدمہ پکڑ لیا جاتا ہے، بہت زیادہ شوروغوغا اور سرکاری مذمت کا باعث بنتا ہے، مگر پھر صرف زیر بحث سال کی ہلاکتوں کی فہرست میں ڈال دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر لاہور میں وہ نوعمر لڑکا جس نے اپنے سات سالہ کزن کا گلا گھونٹنے کے بعد لاش سے جنسی ہوس پوری کی تھی- جب تک جنسی استحصال کے واقعات کی ہولناک تعداد اور بدسلوکی کی خوفناک نوعیت پر توجہ مرکوز نہیں ہوجاتی- بہت کم امید پیدا ہوسکتی ہے اور ملک کو اس طرح کے غیر انسانی اور گھناؤنے رویے کی جڑ تلاش کرنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لیے گہرائی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

چائلڈ لیبر

قانون کی کس طرح خلاف ورزی کی جاسکتی ہے اس کی ایک اور مثال ورکشاپوں میں، اینٹوں کے بھٹوں میں، زراعت میں، گھروں میں چائلڈ لیبر کا پھیلاؤ ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے رپورٹ کیے گئے اس غیر قانونی عمل کو کم کرنے اور سزا کے لیے اٹھائے گئے اقدامات صرف سطحی ہوتے ہیں۔ غربت خاندانوں کو اپنے بچوں کو کھیتی باڑی کرنے پر مجبور کرتی ہے؛ یہ والدین کو اپنے بچوں کو سکول بھیجنے سے روکتی ہے؛ یہ والدین کو یہ تسلیم کرنے سے روکتی ہے کہ اپنے بچوں کو اجنبیوں کے پاس چھوڑنا انہیں ناقابل تصور خطرات سے دوچار کرتا ہے۔

جو لوگ اپنے گھروں میں بچوں کو ملازمت دیتے ہیں، تعلیم یافتہ لوگ جو جانتے ہیں کہ وہ قانون کی خلاف ورزی کررہے ہیں، ان کے پاس اس کا کوئی بہانہ نہیں۔ سستی مزدوری کا لالچ اخلاقی اصلاح کے کسی بھی احساس سے زیادہ مضبوط ہے۔ یہ کہ بہت سے لوگ ان کو سونپے گئے نابالغوں کے ساتھ پر تشدد بدسلوکی بھی اپنا حق سمجھتے ہیں ایک چونکا دینے والی حقیقت ہے۔ راولپنڈی میں آٹھ سالہ نوکرانی زہرہ شاہ کو پنجرے میں بند کچھ طوطوں کو چھوڑنے کے بعد مار مار کر ہلاک کردیے جانے پر جون میں سوشل میڈیا پر شور مچا۔ حکومت نے اسی ماہ چائلڈ ڈومیسٹک لیبر کو خطرناک کام اور جرم قرار

بچوں کی گھریلو مشقت خطرناک کام اور جرم قرار دے دیا گیا ہے

دینے کا فیصلہ کیا اور بچوں کی گھریلو مزدوری کو 'خطرناک پیشہ' کے طور پر شامل کر کے ایمپلائمنٹ آف چلڈرن ایکٹ 1991 میں ترمیم کی وزارت انسانی حقوق کی تجویز کی منظوری دے دی۔ اس کے بعد یہ قانون سرخ فیتہ کا شکار ہو گیا، جولائی میں ایک پارلیمانی کمیٹی نے بچوں کی گھریلو مزدوری کو جرم قرار دینے کا نوٹیفکیشن نہ کرنے پر وزارت داخلہ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

یہ نوٹیفکیشن بالآخر اگست میں جاری کیا گیا لیکن زینب الرٹ، رسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ 2019 کی طرح یہ بھی ابتدائی طور پر صرف اسلام آباد دارالحکومت کے علاقہ پر لاگو ہوتا ہے۔

پنجاب واحد صوبہ ہے جو اپنے پنجاب ڈومیسٹک ورکرز ایکٹ 2019 کے ذریعے چائلڈ ڈومیسٹک لیبر پر پابندی عائد کرتا ہے۔ تاہم انسانی حقوق کے کارکنوں نے اس قانون پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا کیونکہ اس میں صرف 15 سال سے کم عمر بچوں کی ملازمت پر پابندی ہے اور پولیس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار نہیں کر سکتی۔ سزا اور جرمانے کو بھی مناسب تادیب نہیں سمجھا جاتا۔

مزدور

مزدوروں کے حقوق

جنوری میں ایچ آر سی پی کے زیر اہتمام مزدوروں کے حقوق کے ایک کنونشن میں سال کے دوران ہونے والے واقعات سے آگاہ کیا گیا جس میں متعدد مظاہروں میں مزدوروں کے ایسے مسائل پر روشنی ڈالی گئی جو عرصے سے حل طلب چلے

آ رہے تھے۔ کنونشن میں اتفاق رائے تھا کہ مزدور یونینوں کو مضبوط بنا کر مزدوروں کو بااختیار بنانے، پیشگی (پیشگی ادائیگی) کے استحصالی عمل کو ختم کرنے، ضلعی ویجیلنس کمیٹیوں کو دوبارہ فعال کرنے اور گذر بسر کی حقیقی لاگت کے مطابق کم از کم اجرت بڑھانے کی ضرورت ہے۔

مئی میں کئی ٹریڈ یونینوں کے اتحاد ورکرز سالیڈیریٹی کمیٹی کی سرپرستی میں لاہور میں کارکنوں، سیاسی کارکنوں اور طلبا نے ایک احتجاجی ریلی میں شرکت کی۔ تنخواہوں کی عدم ادائیگی، مسلسل چھانٹیوں اور تنخواہوں اور پنشن میں کٹوتی پر کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے مظاہرین نے حکومت کی مزدور مخالف پالیسیوں کو موردالزام ٹھہرایا۔ اسی طرح کی ریلیاں ملک بھر کے 30 سے زیادہ شہروں میں منعقد کی گئیں۔

اس سے قبل اپریل میں ایل ایچ سی نے کووڈ19 کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے لاک ڈاؤن کے دوران لاکھوں فیکٹری ورکرز اور نجی ملازمین کی برطرفی کے خلاف ایک درخواست پر پنجاب حکومت سے تفصیلی جواب طلب کیا تھا۔

اگست میں لاہور میں منعقدہ ٹریڈ یونینسٹوں، مزدوروں کے نمائندوں اور مزدور کارکنوں کے ایک عمومی اجلاس میں بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کیا گیا تھا جس میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ مزدور طبقہ کو بااختیار بنانے کے لیے معاشی خودانحصاری کی پالیسی اپنائیں۔ بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن کے کنونشن نمبر 144 کے تحت حکومتوں سے سہ فریقی لیبر کانفرنسیں منعقد کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔

کاشت کاروں کا احتجاج

گندم اور گنے کی مقررہ امدادی قیمتوں کے ساتھ ساتھ ٹیوب ویلوں کے لیے فی یونٹ فلیٹ ریٹ کا مطالبہ کرنے والے کسانوں کا نومبر میں صوبائی دارالحکومت میں برا استقبال کیا گیا۔ پولیس نے 200 مظاہرین کو گرفتار کرنے سے پہلے واٹر کینن کا استعمال کیا اور پھر لاٹھی چارج کیا۔ بعد میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ اس یقین دہانی کے بعد احتجاج ترک کر دیا گیا کہ زراعت اور خوراک کے محکموں کے سکریٹری کسانوں کے نمائندوں سے بات چیت کے لیے ملاقات کریں گے۔ قانون نافذ کرنے والے افسران کی دی مال سے مظاہرین کو دور کرنے کے لیے غیر متناسب طاقت کے استعمال پر وسیع پیمانے پر مذمت کی گئی اور کسانوں کے خلاف استعمال ہونے والے پانی میں کیمیکل ملانے کے الزامات عائد کیے گئے۔ احتجاج کے بعد ایک کسان کی موت، پولیس کے بیان کے مطابق، حرکت قلب بند ہونے سے ہوئی ہوگی، لیکن اس کی حالت پولیس کی حد سے متجاوز کارروائی سے مزید بگڑ گئی ہوگی۔

اینٹوں کے بھٹوں کے کارکن

سموگ کی شدت کو کم کرنے کے لیے نومبر میں اینٹوں کے بھٹوں کی بندش پر اینٹوں کی مزدور یونینیں احتجاج کے لیے باہر نکل آئیں۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ اقدام انہیں ان کی روزی روٹی سے محروم کر رہا ہے۔ حکومت نے اپنے طور پر

اصرار کیا کہ اینٹوں کو ڈھالنے والے اہم کارکنوں کو اب بھی ان کی اجرت ملنی چاہیے۔ تاہم اجرت کا معاملہ ابھی تک حل نہیں ہوا کیونکہ مزدوروں نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے آجر بظاہر لیبر انسپکٹروں کی نگرانی کے باوجود پنجاب حکومت کی جانب سے مقرر کردہ نرخوں کا اطلاق نہیں کر رہے۔

وبا میں ملازمتوں میں کمی

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس (پی آئی ڈی ای) کی جانب سے تیار کردہ کووِڈ 19 پر متعدد بلیٹنز کے تحت غیر محفوظ باروزگار افراد کی متوقع چھانٹیوں کے صوبائی تجزیے میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ پنجاب میں ایک کروڑ سے ایک کروڑ 20 لاکھ مزدور، جو کہ زیادہ تر یومیہ اجرت کمانے والے ہیں، اپنی ملازمتوں سے محروم ہو سکتے ہیں۔ یہ تعداد دیگر صوبوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اگرچہ زراعت کے شعبہ میں روزگار غالب تھا لیکن مہمان نوازی کا شعبہ بھی سخت متاثر ہوا۔ ان کارکنوں کو کوئی سماجی تحفظ حاصل نہیں اور عام طور پر غیر رجسٹرڈ ہیں۔ پی آئی ڈی ای کی رپورٹیں وسیع اور معلوماتی تھیں لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تھا کہ زیادہ منظم اقدام کے لیے اس قیمتی تحقیق سے استفادہ کیا گیا۔

اپریل میں پہلے طویل لاک ڈاؤن کے دوران کاروباری اداروں کو کچھ مہلت کی پیشکش کی گئی تھی، جیسے سستے قرضے اور ٹیکس ریلیف جیسی ملازمین کو برقرار رکھنے اور ان کی اجرت کو پورا کرنے کے لیے مراعات۔ اس کے ساتھ ہی ملازمت سے فارغ ہونے والے مزدوروں کو شجر کاری مہم کے لیے بھرتی کیے جانے کی اطلاع ملی۔ اس کے بعد حکومت نے کاروباروں کو دوبارہ کھولنے کی اجازت دینے کے لیے نام نہاد ہاٹ سپاٹ علاقوں میں صرف 'سمارٹ لاک ڈاؤن' کا انتخاب کر کے لڑکھڑاتی معیشت کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔

بوڑھے

پنجاب حکومت نے ابھی تک معمر افراد کے لیے قانون سازی متعارف کرانے میں تین دیگر صوبوں کی مثال پر عمل نہیں کیا۔ پنجاب سینئر سٹیزن ویلفیئر اینڈ ری ہیبلی ٹیشن بل منظوری کا منتظر ہے۔ عمر رسیدہ آبادی میں سے وہ لوگ جن کی دیکھ بھال کرنے والا خاندان نہیں یا ان کے پاس کسی نگہداشت کرنے والے کو ملازم رکھنے کے ذرائع نہیں، معاشرے سے کٹ جاتے ہیں اور انھیں بڑھتے ہوئے سالوں کے تمام جسمانی اور ذہنی عوارض کا خود ہی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دواؤں سے لے کر خوراک تک ہر چیز کے لیے سماجی تحفظ اور سبسڈی کی کمی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ضروریات کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ بیماری، ڈپریشن اور ڈیمینشیا کا شکار ہو جاتے ہیں۔

حیرت کی بات نہیں کہ بوڑھوں کو جاری وبا میں آبادی کا سب سے غیر محفوظ طبقہ قرار دیا گیا، نہ صرف ان کی عمر کی وجہ سے بلکہ اس باعث بھی کہ موجودہ بیماریوں یا عوارض سے ان کا مدافعتی نظام کمزور ہو چکا ہوگا۔

قانون سازی کی بجائے وزیراعلیٰ نے نومبر میں باہمت معمر افراد پروگرام کا افتتاح کیا جس کے تحت دعویٰ کیا گیا تھا کہ 65 سال یا اس سے زیادہ عمر کے مستحق معمر افراد شہریوں کی مدد کے لیے خصوصی فنڈ میں 2 ارب روپے کی ابتدائی رقم رکھی گئی ہے۔ غربت کی ایک مخصوص لکیر سے نیچے رہنے والے معمر افراد شہریوں کو 2000 روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا، حالانکہ یہ بظاہر عمر رسیدہ خواتین اور خاندان میں صرف ایک شخص پر لاگو ہوتا ہے۔ پروگرام کس قدر موثر طریقہ سے کام کرے گا یہ دیکھنا باقی ہے۔

معذوری سے متاثر افراد

مئی میں صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ کمپنیز ایکٹ 2017 کی دفعہ 459 کو حذف کرنے کی ایچ آر سی پی نے مذمت کی تھی۔ معذوری سے متاثر افراد (پی ایل ڈبلیو ڈی) کے لیے سرکاری اور نجی کمپنی کے 2 فیصد روزگار کے کوٹے کے خاتمے کو وفاقی حکومت کے وبا کے دوران لوگوں کے کام کرنے کے حق کے تحفظ کے دعوے کے تناظر میں خاص طور پر ستم ظریفی کے طور پر دیکھا گیا۔

پی ایس پی اے نے اپنے ہم قدم پروگرام کا اعلان کیا جس کے بارے میں اس نے دعویٰ کیا کہ اس سے کم آمدنی والے تقریباً دو لاکھ پی ایل ڈبلیو ڈی کو فائدہ ہوگا۔ مائیکرو کریڈٹ اور اثاثوں کی منتقلی کی فراہمی کے لیے 'گردشی فنڈ' کے ذریعے آمدنی پیدا کرنے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

تعلیم کا شعبہ ان شعبوں میں سے ایک تھا جو وباء سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ ہم قدم سکول کنسٹرکشن اینڈ ری ہیبلی ٹیشن پروگرام کی ویب سائٹ کے مطابق پنجاب میں پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے 22 ملین بچوں میں سے پندرہ فیصد کے سکول سے باہر ہونے کا تخمینہ ہے۔ ڈراپ آوٹ کی شرح سے نمٹنا تو دور، بمشکل انہیں کلاس رومز میں داخل کرنے کے طریقے تلاش کرنے کے قابل ہونے پر صوبے کو 2020 میں ایک نئے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ سکولوں کی بندش اور اس کے علاوہ سکول کھولنے کی ناکام کوششوں سے ہر سطح پر آموزش میں خلل پڑا جس کی وجہ سے تمام بچوں کو گھر پہ رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ستمبر میں پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کی چھٹی جماعت کے 48 سکولوں کے طلبا اور چھ اضلاع کے 960 طلبا پر سکولوں کے دوبارہ کھلنے کے بعد کی گئی ایک تحقیق سے پتا چلا کہ وبا کے دوران ریاضی، سائنس، انگریزی اور اردو کے چار اہم مضامین میں سکول کے بچوں کی سیکھنے کی صلاحیتیں یکسر کم ہوگئی ہیں۔ مارچ میں مکمل ہونے والے اس مطالعہ میں پانچویں جماعت کے طلبا کے سکول میں جائزہ کے نتائج کا استعمال کیا گیا۔

اگرچہ پنجاب حکومت نے اپنا ٹی وی چینل تعلیم گھر اور ایک ایپ لانچ کی ہے تاکہ طلبا کو گھر میں تعلیم حاصل کرنے میں مدد مل سکے لیکن الیکٹرانک آلات یا انٹرنیٹ تک رسائی سے محروم سرکاری سکولوں میں طلبا کی بڑی تعداد خود کو صرف زیادہ الگ تھلگ ہی محسوس کرسکتی ہے۔ کچھ نجی تعلیمی ادارے نسبتاً آسانی سے ڈیجیٹل لرننگ پر منتقل ہوئے، لیکن اس شعبہ میں بھی بہت سے کم فیس والے سکول ہیں جن کے پاس ٹیکنالوجی کے لیے بہت کم وسائل ہے۔ طلبا کی بڑی تعداد ایک تعلیمی سال کھو چکی ہے اور نصاب میں کمی یا امتحانات کے متبادل سے ان کی کھوئی ہوئی تعلیم پورا نہیں ہو پائے گی۔

یہ بات قابل بحث ہے کہ آیا اس سے واحد قومی نصاب لانے کے لیے صحیح ماحول سامنے آیا ہے، خاص طور پر ماہرین تعلیم کے خدشات جن پر اس کے اطلاق سے قبل توجہ دی جانا چاہئے اور تدریس اور آموزش کے بنیادی ڈھانچے اور معیار میں فوری بہتری کے اقدامات کی ضرورت کے تناظر میں۔

صحت

سال کا آغاز پنجاب میں ایڈز کے کیسز کی سخت وارننگ سے ہوا جو حکومت کی جانب سے ایک لاکھ ایچ آئی وی ریپڈ ٹیسٹنگ کٹس کی خریداری میں ناکامی کے بعد ممکنہ طور پر وبائی تناسب تک پہنچ گئے تھے۔ صوبے میں رجسٹرڈ کیس 18,556 فیصد تک بڑھ گئے تھے یعنی ملک بھر کے کیسوں کا نصف۔ بتایا جاتا ہے کہ ایڈز کنٹرول پروگرام کے تحت صرف 9400 مریضوں کا علاج ہو رہا ہے۔ تاہم یہ خبر جلد ہی اس سے کہیں زیادہ بڑے خطرے کی خبر کے سامنے ماند پڑ گئی۔

کووِڈ19 وبا کی وجہ سے کسی بھی ایسے علاقے کے بارے میں سوچنا مشکل ہے جس پر کسی نہ کسی طرح اثر نہ پڑا ہو، لیکن صحت کے کارکنوں نے اس کا بنیادی بوجھ اٹھایا۔ شروع میں مارچ میں طبی ایمرجنسی کا اعلان کیا گیا اور اس کے فوراً بعد مکمل لاک ڈاؤن کر دیا گیا تھا لیکن صوبہ میں ذاتی حفاظتی آلات (پی پی ای)، ماسک اور اہم بات یہ تھی کہ اتنے بڑے بحران سے نمٹنے کی تربیت کی کمی تھی۔

اپنی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ 'شہری — کووِڈ19 — حکومت: پاکستان کا ردِعمل' میں ایچ آر سی پی نے ریکارڈ کیا کہ پنجاب حکومت نے صحت کے بجٹ میں 12 ارب روپے کا اضافہ کیا۔ اسی فیصد اسپتال کی خدمات کے لیے تھا اور بجٹ میں مزید 68.3 ارب روپے کووِڈ سے متعلق اخراجات کے لیے رکھے گئے تھے، لیکن اس میں ٹیکس امدادی اقدامات اور نگہداشت صحت کی موجودہ افرادی قوت کے اخراجات شامل تھے۔ صحت کے شعبہ سے باہر خصوصی کووِڈ19 اقدامات میں 10 ارب روپے کا وزیرِاعلیٰ کا انصاف امداد پروگرام 2020 شامل ہے جس میں بے روزگاروں کو ہدفی مالی امداد اور آفات سے ریلیف اور دیگر تخفیفی اقدامات کے لیے رقوم شامل ہیں۔ ان رقوم کی تقسیم نے اپنے مسائل پیدا کیے، دعویدار ایس او پیز کی پیروی کیے بغیر بھیڑ بھاڑ والی عمارتوں کے اندر اور باہر قطار میں کھڑے تھے۔

مارچ میں جب نوجوان ڈاکٹروں نے ہڑتال کی تو پولیس نے زبردستی اس کارروائی کو دبانے کی کوشش کی لیکن گرینڈ ہیلتھ الائنس نے ایک اہم تشویش کو اجاگر کیا تھا جسے مکمل طور پر درست ثابت ہونا تھا: آئسولیشن وارڈوں میں کام کرنے والوں کے علاوہ طبی عملے کے لیے سکریننگ کی سہولیات اور پی پی ای کا فقدان۔ انہوں نے اپنے متاثرہ ساتھیوں کے علاج کے لیے استعمال ہونے والے وارڈز کی حالت کی بھی شکایت کی اور اس عمل میں عام مریضوں کے وارڈز کی حالت کی طرف توجہ مبذول کرائی۔

بڑے حصے میں پنجاب انفیکشس ڈیزیز (پریوینشن اینڈ کنٹرول) ایکٹ 2020 میں متعین کردہ دفعات اور پابندیاں، خاص طور پر تقریبات اور اجتماعات سے متعلق، مکمل لاک ڈاؤن سے باہر زیادہ دکھائی نہیں دیں۔ وبا کے بحران میں کیے گئے فیصلے بڑی حد تک معیشت پر مبنی تھے۔ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی بھاری اکثریت کو یقین تھا کہ وہ اپنے عقیدہ کے باعث محفوظ ہیں اور ضد کے ساتھ ماسک کے بنیادی تحفظ سے بھی گریزاں رہے۔ کچھ اجتماعات کو محدود کیا گیا جبکہ دیگر خاص طور پر بڑے مذہبی اجتماعات کو اجازت دی گئی جس سے انفیکشن کا سامنا کرنا پڑا۔ عوام کے لیے آگاہی مہم غیر موثر رہی اور ایس او پیز کا نفاذ بدانتظامی اور بے ضابطگی سے عبارت رہا۔ ایسے بے شمار مناظر سامنے آئے کہ ایس او پیز کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے لوگوں سے بازاروں میں بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ فیصل آباد انتظامیہ اور پولیس نے خود انسانی حقوق کے آلات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایس او پیز کی خلاف ورزی کرنے والوں پر سٹن ڈنڈے چلائے اور پولیس کی جانب سے لوگوں کو سزا کے طور پر ذلت آمیز وضع اپنانے پر مجبور کرنے کے واقعات سامنے آئے۔ بعد میں وسیع تر اقدامات کے نفاذ پر ترجیح دیے گئے 'سمارٹ لاک ڈاؤن' کا انتظام صرف ڈھیلے ڈھالے طریقے سے کیا گیا۔

پہلی لہر کے بعد انفیکشن میں عارضی کمی کے دوران، ایس او پیز کی پابندی میں تیزی سے نرمی آئی جس کے باعث وائرس کی متوقع دوسری لہر کو جو ناگزیر نقصان پہنچانا تھا اس نے پہنچایا۔ سال کے آخری دن پنجاب میں وائرس سے ہلاکتوں کی

ایس او پیز کی پروا کیے بغیر بازاروں میں لوگوں کی تصاویر عام دکھائی دیں

تعداد 3982اور مصدقہ کیسز کی تعداد 137295 ہو چکی تھی اور ایک نئی اور زیادہ متعدی شکل کے ابھرنے کے خدشات بڑھ رہے تھے۔ یہ اعداد وشمار اسپتال کے ہیں اور یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ انفیکشن اور موت کے بہت سے واقعات رپورٹ نہیں ہوئے ہوں گے، خاص طور پر دیہی علاقوں میں۔ صوبے کے طبی وسائل کا حد درجہ استعمال ہو رہا تھا، سرکاری شعبے میں 2778 ڈاکٹر، نرسیں اور پیرامیڈیکس کووِڈ19 انفیکشن سے متاثر ہونے والوں میں شامل تھے۔

جب اس وبا نے صحت کے دیگر مسائل سے توجہ ہٹادی تو پولیو ویکسین اور ڈینگی کنٹرول مہم کو سال کے آخر تک عملاً معطل کر دیا گیا جس سے ان کے دوبارہ ابھرنے کے خدشات پیدا ہو گئے۔

ہاؤسنگ، عوامی سہولیات اور یوٹیلیٹیز

ان کے سروں پر ایک چھت

پسماندہ اور غریب آبادی کے لیے رہائش حکومت کا ایک بیان کردہ مقصد ہے۔ بھیڑ بھاڑ، ناقص صفائی ستھرائی اور ان گروہوں کے لیے یوٹیلیٹیز یا افادیت کے نظام تک رسائی نہ ہونے کے مسائل پر قابو پانا ہمیشہ ایک طویل مدتی اور مشکل چیلنج ثابت ہونے والا تھا۔ منصوبہ بندی کی کمی حکومت کی طرف سے وقفے وقفے سے اعلان کردہ آسان اقساط کے ہاؤسنگ منصوبوں میں سست پیش رفت کا باعث ہوسکتی ہے۔ پنجاب حکومت نے بلکہ دیر سے رسد اور طلب کے عوامل اور مارکیٹ کے مواقع کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک جامع صوبائی ہاؤسنگ پالیسی اور حکمت عملی تیار کرنے کے لیے عالمی بینک کی معاونت سے ایک 'سستے ہاؤسنگ پروجیکٹ' کے قیام کی تجویز کا انکشاف کیا۔ موجودہ وبا کے کم ہونے کے بعد ہی اس منصوبے کا جائزہ لیا جائے گا۔ یہ اعلان عالمی بینک کی ایک رپورٹ کے تناظر میں کیا گیا تھا جس میں کہا گیا تھا

کہ تقریباً 51 فیصد شہری ہاؤسنگ یونٹوں میں زیادہ بھیڑ ہے، اور 75 فیصد کو پائپ کے ذریعے پانی تک اور 60 فیصد کو پائپ کے ذریعے سیوریج تک رسائی حاصل نہیں۔

پنجاب حکومت کے اربن یونٹ کی جانب سے تیار کردہ شہری ترقی کے لیے پنجاب سپیشل اسٹریٹیجی 47–2017 میں دیگر چیزوں کے علاوہ سب کے لیے سستے مکانات اور سب کو شہری خدمات کی فراہمی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ موجودہ رجحان کی بنیاد پر رپورٹ میں یہ منصوبہ پیش کیا گیا ہے کہ 2047 تک مکانات کی قلت بڑھ کر 11.3 ملین یونٹ تک پہنچ سکتی ہے جس سے 30 فیصد آبادی متاثر ہو سکتی ہے۔

تاہم اس طرح کے سروے اور منصوبے ان لوگوں پر مرکوز ہیں جو بینکوں سے قرض لینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ عارضی کچی آبادیوں میں رہنے والے غریبوں کے لیے رہائش بالکل ایک اور معاملہ ہے۔ یہ افراد پہلے ہی انتہائی خراب حالات میں زندگی گزار رہے ہیں، انہیں اکثر نئے تعمیراتی یا بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کے لیے اچانک بے دخلی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو ایک چھوٹی سی جائیداد یا زمین کے ٹکڑے کے مالک ہیں وہ بازار کی قیمتوں سے کم قیمت پر حکومت کو فروخت کرنے پر مجبور ہیں، جیسے لاہور میٹرو پروجیکٹ کے لیے۔ وزیر اعلیٰ نے اگست میں لاہور میں غریب اور بے گھر افراد کے لیے شیلٹر ہومز فراہم کرنے کی سکیم کا اعلان کیا جسے وقت کے ساتھ ساتھ دیگر اہم شہروں تک بھی بڑھایا جانا تھا۔ تاہم اس سکیم کے انتظام کے لیے پنجاب شیلٹر ہومز اتھارٹی کے قیام کی صرف اصولی منظوری دی گئی اور یہ واضح نہیں ہے کہ یہ مخصوص منصوبہ کب شروع ہو گا۔

مکانات کی تعمیر میں ضابطے کی کمی کا مطلب یہ بھی ہے کہ گھر بنانے پر مجبور لوگ غیر معیاری مواد اور طریقوں کا استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجے میں چھتیں اور دیواریں گرنے اور ان میں رہنے والوں کی اموات کی بہت زیادہ اطلاعات موصول ہوتی ہیں۔ اسی طرح آگ سے متعلق ضوابط کے نفاذ کا بھی فقدان ہے۔ اگرچہ اکتوبر میں لاہور میں حفیظ سینٹر میں لگنے والی شدید آگ کی سرکاری تحقیقات کا ابھی انتظار ہے لیکن ابتدائی اطلاعات میں حفاظتی ضابطوں کی خلاف ورزی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو آگ کے تیزی سے پھیلنے کی وجہ ہے۔

فیکٹری معائنہ

صنعتوں اور تجارتی شعبے کو ناقابل فہم رعایت دیتے ہوئے پنجاب حکومت نے فیکٹریوں کے لیے 'انسپکٹر کے بغیر ضابطے' متعارف کرائے۔ فیکٹریوں کے معائنہ کا خاتمہ بین الاقوامی توثیق شدہ کنونشنوں کی خلاف ورزی ہے اور اس سے ملک کی جی ایس پی+ حیثیت برقرار رکھنے کو ممکنہ طور پر خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

یوٹیلیٹیز یا افادیت کی پریشانیاں

صوبے میں روایتی غیر مقررہ لوڈ شیڈنگ اور بجلی کے جانے نے ایک ایسے وقت میں عوام کی عمومی بدحالی میں اضافہ کیا

جب زیادہ تر لوگ اپنے گھروں تک محدود تھے۔ آنے والے گیس بحران کی تنبیہ وزیراعظم نے ستمبر میں کی تھی لیکن وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اتفاق رائے کبھی پیدا نہیں ہو پایا۔ دسمبر تک گیس کی قلت بحران کی شکل اختیار کر چکی تھی اور لوگ کمرے گرم کرنے اور کھانا پکانے کے لیے لکڑی اور مائع پیٹرولیم گیس کا سہارا لے رہے تھے۔

ماحول

فضائی آلودگی

لاک ڈاؤن کے دوران ہوا صاف ہوگئی، الرجی اور آلودگی سے متعلق سانس کی بیماریاں کم ہوگئیں۔ وبا کے اس غیر متوقع ضمنی اثر نے اینٹوں کے بھٹے کے مالکان کے دعووں کو کچھ تقویت دی کہ انہیں آلودگی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا جا رہا ہے۔ بعد کے مہینوں میں 'معمول' پر واپس آنے سے سموگ کی واپسی کا اشارہ ملا جو پنجاب کے اہم شہروں پر ہر سال چھا جاتی ہے۔ نومبر تک فیصل آباد اور لاہور نے دہلی کو پیچھے چھوڑتے ہوئے دنیا کے آلودہ ترین شہروں کا درجہ پا لیا تھا اور ہوا کا معیار خطرناک سطح تک پہنچ گیا تھا۔

بھٹوں کو نومبر سے سال کے آخر تک بند کر دیا گیا تھا، اگرچہ کہا گیا کہ کچھ اب بھی کام کر رہے تھے۔ پنجاب حکومت نے اینٹوں کے بھٹے کے مالکان کو 2020 کے آخر تک زگ زیگ ٹیکنالوجی تبدیل کرنے کا الٹی میٹم دیا تھا۔ صاف ستھرے اخراج سے بھٹوں کو بند کرنے کی ضرورت کی نفی ہوتی لیکن تبدیلی کی زیادہ لاگت نے مالکان کو خوفزدہ کر دیا ہوگا جن کا دعویٰ تھا کہ ماحولیات کے تحفظ کے ادارہ کی طرف سے وعدہ کردہ 'سبسڈی سپورٹ' اور لچک دار قرضوں کو عملی شکل نہیں دی گئی۔ اس کے باوجود پرانے نظام کے تحت کام کرنے والے 162 اینٹوں کے بھٹوں میں سے 80 کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ یا تو تبدیل ہو چکے ہیں یا نئے سرے سے تعمیر کیے گئے ہیں۔

لاہور، بہاول نگر اور بہاولپور پنجاب کے ان 28 اضلاع میں شامل تھے جو اب بھی فصلوں کو جلاتے ہوئے سموگ میں حصہ ڈال رہے تھے۔ صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی نے متعلقہ ضلعی کمیشنوں کو ہدایت کی کہ وہ اس عمل کو بالکل برداشت نہ کریں لیکن یہ واضح نہیں ہے کہ کسانوں کو مزید ماحول دوست طریقے اپنانے میں کیا مدد یا مراعات فراہم کی جا رہی ہیں۔

ڈیزاسٹر مینجمنٹ

موسم کی پیش گوئیوں کے باوجود یوں لگا کہ پنجاب بھر کی بیشتر انتظامیہ اگست میں یہاں ہونے والی تباہ کن بارشوں میں بے خبری میں پکڑی گئی۔ ان بارشوں سے دیہات میں سیلاب آ گیا، مکانات اور فصلوں کو نقصان پہنچا اور سیکڑوں افراد اِنخلاء پر مجبور ہوئے۔

پلاسٹک پر پابندی

ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے صوبہ میں پلاسٹک کے تھیلوں پر پابندی میں کہیں ہے، کہیں نہیں کا نقطہ نظر اپنایا ہے۔ اہم شہروں کے مالز، ہوٹلوں اور بازاروں میں نفاذ زیادہ موثر نظر آتا ہے۔ یہ وہ علاقے ہیں جن کی زیادہ آسانی سے نگرانی کی جاسکتی ہے۔ تاہم ان علاقوں سے باہر یہ پیغام نہیں گیا ہوگا۔ جیسا کہ کووِڈ 19 ایس او پیز کی پاسداری اور دکانوں کی بندش میں ہے، پابندیوں کی ضروری پیروی کا فقدان ہے، شاید انسانی وسائل کی کمی یا ان سے منہ دوسری طرف پھیرنے کے لیے ممکنہ مراعات کی وجہ سے۔

پلاسٹک پر پابندی کا نفاذ بڑے شہروں میں مالز، ہوٹلز اور بازاروں میں زیادہ مؤثر دکھائی دیا

سندھ

اِہم نکات

- کووڈ19 کی عالمی وباء کے دوران، صوبائی حکومت نے سندھ کووِڈ19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020 جاری کیا جو 7 جولائی 2020 کو قانون بن گیا۔ نجی شعبہ کے آجران کو لاک ڈاؤن کے دوران اپنے ملازمین کو ملازمت سے ہٹانے سے روک دیا گیا۔ اس ایکٹ نے والدین کو سکول فیس اور کرایہ داروں کو کرایوں کی ادائیگی مؤخر کرنے کا بھی موقع فراہم کیا۔
- سندھ اسمبلی نے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کی ضروریات کے پیشِ نظر کم ازکم پانچ قوانین میں ترمیم کی۔
- 18 اور 19 اکتوبر کی درمیانی شب انسپکٹر جنرل آف پولیس کو مبینہ طور پر اغوا کر کے سیکٹر کمانڈر کے دفتر لے جایا گیا جہاں انہیں کراچی کے ایک ہوٹل میں اپنی بیگم مریم نواز شریف کے ساتھ مقیم سیاستدان ریٹائرڈ کیپٹن صفدر اعوان کی گرفتاری کے احکامات جاری کرنے پر مجبور کیا گیا۔
- محکمہ جیل خانہ جات سندھ کے اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ سال 2020 کے دوران صوبے میں 121 قیدیوں کو سزائے موت سنائی گئی۔ تاہم، ان میں سے کسی پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ سال 2000 کے اختتام پر، سندھ میں 513 قیدی سزائے موت کے تحت جیلوں میں تھے۔
- سندھ ہیومن رائٹس ڈیفینڈرز نیٹ ورک کے مطابق، سال کے دوران صوبے میں کُل 127 افراد گمشدگی کا شکار ہوئے، جن میں سے 112 واپس آ گئے تاہم مزید 15 افراد تا حال لاپتا تھے۔
- صوبے میں ہندو لڑکیوں کے جبری تبدیلی مذہب کے کم از کم چھ وقوعے سامنے آئے۔ انجمن سازی کی آزادی کے حق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، وفاقی حکومت نے مئی کے مہینے میں سندھ میں کام کرنے والی جیے سندھ قومی محاذ (آر یسر) اور دیگر دو سیاسی گروپوں پر ''جنگجو'' ہونے کے الزامات کے تحت پابندی عائد کر دی۔
- سندھ میں مقامی حکومتوں کی میعاد 30 اگست کو مکمل ہوگئی تاہم صوبائی حکومت نے اگلے مقامی انتخابات کی تاریخ کا تا حال اعلان نہیں کیا ہے۔
- سال 2020 کے دوران سندھ میں غیرت کے نام پر قتل کا سلسلہ برقرار رہا۔ 27 جون کو، بظاہر غیرت کے نام پر قتل کی ایک کوشش کے طور پر، جامشورو میں ایک خاتون کو ان کے رشتہ داروں نے سنگسار کر کے ہلاک کر دیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ نے تصدیق کی کہ ان پر تشدد کیا گیا تھا۔
- ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کی بنیاد پر، ایچ آر سی پی کے اعداد وشمار کے مطابق سال 2020 کے دوران صوبے میں غیرت کے نام پر قتل کے 197 حملوں میں 79 مردوں اور 136 خواتین سمیت 215 افراد شکار ہوئے۔
- سندھ کے وزیر تعلیم سعید غنی کے مطابق صوبے میں تقریباً 35 لاکھ بچے سکولوں میں داخل نہیں ہیں۔
- نجکاری کے اپنے پروگرام کے تحت، پاکستان سٹیل ملز کی انتظامیہ نے 4,500 کارکنوں کو برطرف کر دیا جبکہ وہ اتنی ہی تعداد میں کارکنوں کی کٹوتی کی خواہشمند ہے۔

سندھ

سندھ میں کووِڈ19

26 فروری کو پاکستان میں دو مریضوں میں کووِڈ19 کی تشخیص ہوئی۔ وزیراعظم کے صحت سے متعلق معاون خصوصی ڈاکٹر ظفر مرزا نے ٹویٹ کیا کہ پہلا مریض کراچی یونیورسٹی کا طالب علم تھا جبکہ دوسرے کا تعلق وفاقی علاقہ جات سے تھا۔ دونوں مریض ایران سے واپس آئے تھے۔ خوش قسمتی سے وہ چودہ دن کی لازمی قرنطینہ میں رہ کر صحت یاب ہو گئے۔

سرکاری کوائف کے مطابق، 31 دسمبر تک کووڈ کے نتیجے میں ہونیوالی اموات کی تعداد 3,560 تھی

9 مارچ تک پورے پاکستان میں کووِڈ19 کے کُل 16 کیسز سامنے آئے جن میں سے 13 سندھ میں تھے۔ نئے مریضوں میں سے پانچ نے شام کا سفر کیا تھا جبکہ باقی ماندہ لندن سے واپس آئے تھے۔ 31 دسمبر تک سندھ میں سب سے زیادہ مریض سامنے آئے اور یہیں سب سے زیادہ ہلاکتیں ہوئیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 31 دسمبر تک سندھ میں کووِڈ19 کے باعث کُل 3,560 ہلاکتیں ہوئیں۔ وبا کے پہلے مرحلے کے دوران وائرس کے پھیلاؤ پر قابو کی جانب اس کے سرگرم اور عملی انداز کی بنا پر صوبائی حکومت کی تعریف کی گئی۔ حکومت نے سکول بند کر دیے اور دیگر صوبوں اور یہاں تک کہ قومی لاک ڈاؤن سے قبل ہی رات سوا گیارہ بجے کے بعد شادی ہالوں، تقریبات کے مقامات اور چائے خانوں پر عارضی پابندی جیسے اقدامات کیے۔

وبا کے اثرات کو محدود کرنے کیلیے اقدامات اٹھانے میں رہنمایانہ کردار ادا کرنے کے باوجود، سندھ کی کئی نامور شخصیات میں وائرس کی تشخیص ہوئی جن میں گورنر عمران اسماعیل، وزیر اعلیٰ مراد علی شاہ، پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئر پرسن بلاول

بھٹو زرداری اور وزرا سعید غنی، امتیاز احمد شیخ اور سیدہ شہلا رضا شامل ہیں۔ بیماری کے نتیجے میں پیچیدگیوں کے باعث ہلاک ہونے والوں میں انسانی آبادکاری کے وزیر غلام مرتضٰی بلوچ، پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما راشد ربانی اور رکن سندھ اسمبلی جام مدد علی شامل ہیں۔

سندھ نے لوگوں کو امداد پہنچانے میں بھی قیادت کی۔ سندھ کووِڈ 19 ایمرجنسی ریلیف آرڈیننس 2020 کا مقصد سکول فیس کی ادائیگی میں مدد فراہم کرنا تھا۔ اس سے نجی سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے والدین مستفیض ہوئے۔ یہ آرڈیننس وبا کے دوران آجروں کی جانب سے اپنے ملازمین کو ملازمتوں سے برطرف کرنے کی بھی ممانعت کرتا اور صوبے میں انسداد کووِڈ-19 پابندیوں کے تحت بند ہونے والے اداروں کے ملازمین کو تخفیف شدہ تنخواہوں کی ادائیگی کیلیے ایک طریق کار بھی فراہم کرتا تھا۔ ابتدائی طور پر گورنر عمران اسماعیل نے اس بنیاد پر اس آرڈیننس پر دستخط نہیں کیے کہ اس میں گیس اور توانائی کے بلوں کے التوا کی شق بھی شامل تھی جو وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ تاہم، بعدازاں صوبائی حکومت کی جانب سے ان نکات کو نکالنے کے بعد انہوں نے آرڈیننس پر دستخط کردیئے۔ سندھ اسمبلی نے 7 جولائی 2020 کو اس آرڈیننس کو قانون کے طور پر منظور کرلیا۔ اس قانون میں پانی اور نکاسی کے بلوں کی ادائیگی میں التوا کی شق بھی شامل تھی، جو خدمات صوبائی حکومت کے تحت فراہم کی جارہی تھیں۔

اس آرڈیننس میں کسی رہائشی جگہ، دفتر یا دکان کے پچاس فیصد کرایے کو التوا میں ڈالنے یا معطل کرنے کی شِق بھی شامل تھی، تاہم اس کا اطلاق ان جگہوں پر نہیں ہونا تھا جن کے مالکان بیوہ خواتین یا کسی معذوری سے متاثر افراد تھے۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

سندھ اسمبلی نے انتہائی قلیل تعداد میں اپنے اجلاس منعقد کیے، خاص طور پر لاک ڈاؤن میں جب کوئی بھی اجلاس نہیں ہوا۔ حکومت نے کووِڈ 19 کے حوالے سے کئی اہم قوانین منظور کیے جن میں اپنی نوعیت کا اولین، سندھ کووِڈ 19 ایمرجنسی ریلیف ایکٹ 2020 (ملاحظہ کیجئے، سندھ میں کووِڈ 19) بھی شامل تھا۔ اگرچہ یہ لاک ڈاؤن کے دوران آجران کی جانب سے ملازمین کو برطرف کرنے کی ممانعت کرتا ہے تاہم اس قانون پر عمل درآمد ناقص رہا، مزدور تنظیمیں بالخصوص نجی شعبے میں بڑے پیمانے پر برطرفیوں کی شکایت کرتی رہیں۔

دیگر صوبائی اسمبلیوں اور قومی اسمبلی کی مانند، سندھ اسمبلی نے بھی فنانشل ایکشن ٹاسک فورس، جس نے پاکستان کو گرے لسٹ میں شامل کیا تھا، کی توقعات پوری کرنے کی غرض سے کم از کم پانچ قوانین منظور کیے یا ان میں ترمیم کی۔ یہ قوانین سندھ اداروں کی ضبطگی اور انجماد (اسپتال، ڈسپنسریاں) بل 2020، سندھ اداروں کی ضبطگی اور انجماد (مدارس، سکول) بل 2020، سندھ ٹرسٹ بل 2020، سندھ کوآپریٹو سوسائٹیز بل 2020 اور سندھ وقف املاک بل 2020 تھے۔

8 جنوری کو سندھ اسمبلی نے صوبہ سندھ کیلیے محتسب کے عہدے کے قیام (ترمیم) کا بل 2020 منظور کیا، جس سے وزیرِاعلیٰ کو محتسب کے تقرر کا اختیار حاصل ہوا۔

انصاف کی فراہمی

30 نومبر کو 1,899 مقدمات خصوصی عدالتوں میں سماعت کے منتظر تھے جبکہ دسمبر میں 240 سے زائد مقدمات زیرِ سماعت تھے۔ عدالتوں نے 24 افراد کو مختلف نوعیت کی سزائیں سناتے اور 98 دیگر کو بری کرتے ہوئے 125 مقدمات کو نپٹایا۔ سرکاری ذرائع کا کہنا تھا کہ سزاؤں کی شرح 19 فیصد جبکہ بری کیے جانے کی شرح 78 فیصد رہی۔

قانون اور انصاف کمیشن کے مطابق سندھ ہائی کورٹ نے سال کی ابتدا 83,944 مقدمات کے ساتھ کی جبکہ 31 دسمبر 2020 تک التوا میں مقدمات کی تعداد 81,684 تھی۔ سال کے دوران نئے دائر ہونے والے مقدمات کی کُل تعداد 28,340 تھی جبکہ 27,155 مقدمات نپٹائے گئے۔ سندھ کی ضلعی عدلیہ میں تعطل کا شکار مقدمات کی تعداد اسی دوران 115,815 تک پہنچ گئی، یہ 2020 کی ابتدا کے وقت التوا میں پڑے مقدمات کی تعداد میں 21,855 کا اضافہ تھا۔

سکیورٹی خدشات کے پیشِ نظر محکمہ داخلہ نے اسلحے کے 387,031 لائسنس کمپیوٹرائز کیے یا ان کی تجدید کی۔ حکومت نے سال 2000 کے دوران 20,051 غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کردی اور اب صوبے میں فقط

5,148 غیر سرکاری تنظیمیں سرگرمِ عمل ہیں۔ حکومت نے سال 2020 کے دوران 660 غیر سرکاری تنظیموں کا آڈٹ بھی کیا۔ ان میں سے 25 کی محکمہ انسدادِ دہشت گردی سے سطح دوئم کا آڈٹ کرانے کی سفارش کی گئی۔

سندھ محکمہ جیل خانہ جات کے فراہم کردہ اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ سال 2020 کے دوران صوبے میں 121 قیدیوں کو سزائے موت سنائی گئی تاہم ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ 2020 کے اختتام پر، سندھ میں کُل 513 قیدی سزائے موت کے تھے۔

قانون کا نفاذ

امن عامہ

اکتوبر کے دوران کراچی میں پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کی جانب سے منعقدہ حزبِ اختلاف کے ایک جلسہ کے موقعہ پر سندھ کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کے ساتھ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے بدسلوکی کی اور انہیں اغوا کر کے مسلم لیگ نواز سے تعلق رکھنے والے ایک سیاستدان ریٹائرڈ کیپٹن صفدر اعوان کے خلاف مزارِ قائد کی بے حرمتی کرنے، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے اور نعرے لگانے کے خلاف مقدمہ درج کرنے پر مجبور کیا۔ بعدازاں

کیپٹن صفدر اعوان کے خلاف مزارِ قائد کی بے حرمتی کرنے، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے اور نعرے لگانے پر مقدمہ درج کیا گیا

پاکستان کی بری افواج کی ذرائع ابلاغ کی ونگ آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری کردہ ایک پریس ریلیز میں کہا گیا کہ چیف آف آرمی اسٹاف نے کراچی کور کمانڈر کو حقائق کا تعین کرنے کی فوری جانچ کرنے اور انہیں جلد از جلد رپورٹ ارسال کرنے کا کہا۔ ایچ آر سی پی سمیت سول سوسائٹی تنظیموں کی جانب سے جاری کیے گئے ایک مشترکہ بیان میں آئی جی پولیس پر ''بے جا دباؤ'' ڈالنے پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا۔

جواب میں آئی جی پولیس اور دیگر پولیس اہلکاروں نے اجتماعی طور پر چھٹی کی درخواستیں جمع کرا دیں جو کہ فوجی حکام کی جانب سے اس یقین دہانی کے بعد واپس لی گئیں کہ معاملے کو حل کیا جائے گا۔ اس وقوعے کا نومبر میں اختتام ہوا جب آئی ایس پی آر نے دعویٰ کیا کہ پاکستان رینجرز اور آئی ایس آئی سیکٹر ہیڈکوارٹرز کراچی کے کچھ افسران ''ضرورت سے

زیادہ جوش'' کا مظاہرہ کیا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ پولیس مزارِ قائد کی بے حرمتی کی عوامی شکایات پر سست رفتاری کے ساتھ کارروائی کر رہی ہے۔

وزیراعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے یکم فروری 2020 کو وزیراعظم کو تحریری طور پر درخواست کی کہ آئی جی پولیس کلیم امام کو ہٹایا جائے اور اس عہدے کیلیے پانچ متبادل نام بھی تجویز کیے۔ بالآخر مشتاق مہر کو نیا آئی جی سندھ پولیس مقرر کیا گیا۔ قبل ازیں، نئے آئی جی کی تعیناتی پر وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان طویل کھینچا تانی نے محکمہ پولیس میں غیر یقینی صورت حال پیدا کر دی تھی جس نے ان خدشات کو جنم دیا کہ یہ صورت حال امن عامہ کو کارآمد انداز میں برقرار رکھنے کی ان کی صلاحیتوں کو کس حد تک متاثر کر سکتی ہے۔

ذیل میں جدول نمبر 1 صوبے میں افراد کے خلاف 2020 میں جرائم کا جائزہ پیش کرتا ہے۔ علاوہ ازیں، ایچ آر سی پی کی جانب سے مرتب کی گئی ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے پتا چلتا ہے کہ سال کے دوران کم از کم 29 پولیس مقابلے ہوئے، جن سے 50 افراد متاثر ہوئے۔

جدول نمبر 1: **2020** کے دوران افراد کے خلاف جرائم

جرائم کی نوعیت	**2020** میں کل کیس
قتل	1,350
مجرمانہ حملے (قتل کے زمرے میں نہ آنے والے)	101
اقدامِ قتل	1,820
غیرت کے نام پر جرائم	126
شدید زخم	865
عام زخم	1,818
ہنگامہ آرائی	2,790
پولیس پر حملے	1,915
دیگر پر حملے	277
جنسی زیادتی/ریپ	344
اجتماعی ریپ/ازیادتی	54

سندھ

اغواء	3,226
اغوا برائے تاوان	82
بچوں کا اغواء	291
خودکشیاں	2
اِقدام خودکشی	29
توہین مذہب سے متعلقہ جرائم	50

ذریعہ: سندھ پولیس ویب سائیٹ

قیدخانے اور قیدی

کُل 12,790 قیدیوں کا کووِڈ19 کا ٹیسٹ کیا گیا جن میں سے 1,638 کے مثبت نتائج آئے۔ سندھ کی جیلوں میں فقط ایک قیدی کی کورونا کے باعث ہلاکت ہوئی۔ تقریباً 54 قیدیوں کو ضمانت پر یا سزائیں مکمل ہونے پر رہا کیا گیا۔ اسی دوران جیل کے عملے کے 1,281 اراکین کا بھی وائرس کا ٹیسٹ کیا گیا، جن میں سے 112 کے نتائج مثبت آئے جبکہ ان میں سے 109 صحت یاب ہوگئے۔ سال کے اختتام تک فقط تین جیل اہلکار زیرِ علاج تھے۔ اگرچہ سندھ ہائی کورٹ اور بعدازاں سندھ کابینہ نے بیماری کے پھیلاؤ کے خطرے کو کم کرنے کی غرض سے 519 زیرِ سماعت مقدمات کے قیدیوں کو رہا کرنے کا فیصلہ کیا، تاہم سپریم کورٹ نے مارچ میں اس فیصلے کو یہ کہتے ہوئے معطل کردیا کہ ''جلدبازی اور خوف کی بنا پر کیے گئے'' فیصلے کارآمد نہیں ہوتے۔

سندھ میں جیل خانہ جات کے انسپکٹر جنرل کے مطابق کووِڈ19 کے مریضوں کیلیے علیحدہ بیرکیں اور سیل مختص ہیں۔ علاوہ ازیں، معائنہ کرنے والے ماہرین کے مشورے پر، سندھ حکومت نے قیدیوں میں کووِڈ19 کے متاثرہ مریضوں کے علاج معالجے کیلیے خصوصی طور پر میڈیکل آفیسرز تعینات کیے۔

نومبر تک، سندھ کی 24 جیلوں میں کُل 13,538 قیدیوں کی گنجائش کے برعکس 17,322 قیدی موجود تھے جو کہ تقریباً 26 فیصد گنجائش سے زیادہ قیدیوں کا عندیہ دیتی ہے (ملاحظہ کیجئے جدول نمبر -2)۔ وفاقی محتسب کی ایک رپورٹ کے مطابق سندھ میں شہید بینظیر آباد، ٹھٹہ اور ملیر میں تین نئی جیلیں تعمیر کی گئیں جبکہ سندھ حکومت نے اپنے جیلوں کے بجٹ میں 294 ملین روپوں تک کا اضافہ کیا۔

جدول نمبر **2**: سال **2020** کے دوران سندھ کی جیلوں میں قیدیوں کی تقسیم

زیرِ سماعت قیدی			سزایافتہ قیدی		
مرد	خواتین	نابالغ	مرد	خواتین	نابالغ
12,356	155	175	4,106	59	5

سزائے موت کے قیدی		
مرد	خواتین	نابالغ قیدی
508	5	0

ذریعہ: سندھ محکمہ جیل خانہ جات، معلومات کے لیے ایچ آر سی پی کی درخواست کے جواب میں۔

جبری گُمشدگیاں

سندھ میں سال کے دوران سیاسی کارکنوں کی جبری گمشدگیوں میں تیزی آئی، اگرچہ ان میں سے کچھ دوبارہ منظرِ عام پر آئے یا خاموشی کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ آئے جبکہ کچھ مختلف فوجداری الزامات کے تحت جیلوں میں قید پائے گئے۔ سندھ ہیومن رائٹس ڈیفینڈ رز نیٹ ورک کے مطابق سال 2020 کے دوران صوبے میں 127 افراد لاپتا ہوئے جن میں سے 112 واپس منظرِ عام پر آئے جبکہ سال کے اختتام تک 15 تا حال لاپتا تھے۔

حقوق کیلیے سرگرم تنظیموں نے جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاج جاری رکھا۔ کراچی پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی کیمپ قائم کیا گیا جہاں اہلِ خانہ نے مطالبہ کیا کہ اُن کے پیاروں کو رہا کیا جائے یا اگر ان کے خلاف فوجداری الزامات ہیں تو منصفانہ کارروائی کی یقین دہانی کے ساتھ انہیں عدالتوں کے روبرو پیش کیا جائے۔ شیعہ مسنگ پرسنز کیلیے جوائنٹ ایکشن کمیٹی نے اس مطالبے کے ساتھ اپنے دھرنے جاری رکھے کہ لاپتا افراد کو باحفاظت طریقے سے بازیاب کرایا جائے اور اگر انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے تو منصفانہ کارروائی کے تحت انہیں عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اگست میں ایک احتجاج کے بعد، جس دوران مظاہرین نے پولیس کی جانب سے لاٹھی چارج کا الزام عائد کیا، وفاقی وزیر علی زیدی نے یقین دہانی کرائی کہ ان کی شکایات کا ازالہ کیا جائے گا۔

سندھ سجاگی فورم کے ساتھ سرگرم 34 سالہ سارنگ جویو 11 اگست کو مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہاتھوں ''لاپتا'' ہوگئے۔ وہ کراچی میں گمشدہ افراد کیلیے احتجاجی کیمپ کے ساتھ سرگرم شریک تھے۔ ان کے والد اور مصنف تاج جویو نے اپنے بیٹے کے اغوا کے خلاف احتجاج کے طور پر صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی وصول کرنے سے انکار کردیا۔ سارنگ کی بازیابی کے لیے ان کے خاندان نے سندھ ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی، جس کی

حمایت میں سول سوسائٹی گروپوں اور سیاسی جماعتوں نے مظاہرہ کر کے ان کی گمشدگی کی مذمت کی اور سوشل میڈیا کے ذریعے ان کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ بعدازاں، سینیٹ کی کمیٹی برائے انسانی حقوق نے اپنے روبرو کیس پیش کرنے کی غرض سے تاج جویو کو مدعو کیا۔ سارنگ کو 17 اگست کو رہا کر دیا گیا۔

جبری گمشدگی کا ایک اور اہم وقوعہ عاقب چانڈیو کا تھا، یہ بیس سالہ سیاسی کارکن دو مرتبہ لاپتا ہوا۔ وائس آف مسنگ پرسنز آف سندھ گروپ نے کراچی پریس کلب کے باہر احتجاج جاری رکھتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ چانڈیو کو پہلی مرتبہ سادہ کپڑوں میں ملبوس سکیورٹی اہلکاروں نے 30 مئی 2018 کو تحویل میں لیا اور ایک برس بعد آزاد کیا گیا۔ ان کو دوبارہ 7 جولائی 2020 کو ملیر میں واقع اپنے گھر سے حراست میں لیا گیا۔

جون میں، متحدہ قومی موومنٹ (لندن) اور جیئے سندھ قومی محاذ (آریسر) سے تعلق رکھنے والے دو ''گمشدہ'' سیاسی کارکنوں کی گولیوں سے چھلنی لاشیں کراچی کے نواح سے برآمد ہوئیں۔ آخرالذکر نے اس کو ''ماورائے عدالت قتل'' قرار دیا۔ یہ دونوں افراد 2019 سے لاپتا تھے۔

2011 میں اپنے قیام سے، جبری گمشدیوں کی جانچ پڑتال کے کمیشن کو صوبے سے 1,643 شکایات موصول ہوئیں، جن میں سے 37 افراد کا حفاظتی تحویل کے مراکز میں اور 248 کا جیلوں میں سراغ لگایا گیا، جبکہ 55 لاشیں برآمد ہوئیں۔ مجموعی طور پر، کمیشن نے سال 2020 کے اختتام تک سندھ سے کُل 1,029 افراد کا سراغ لگایا ہے۔

سندھ

بنیادی آزادیاں

نقل وحمل کی آزادی

عالمی وباء کے دوران، انفیکشن کی روک تھام کیلیے انتظامیہ کی جانب سے نقل وحمل کی آزادی پر عمومی طور پر پابندی عائد رہی۔ اپریل میں پہلے لاک ڈاؤن کے دوران مقامی اور شہروں کے درمیان ٹرانسپورٹ معطل رہی، جس سے لوگوں کیلیے عید جیسے مذہبی تہواروں پر اپنے آبائی علاقوں تک جانے میں مشکلات پیدا ہوئیں۔

ہر سال آموں کی کاشت اور پیکنگ کیلیے جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والے ہزاروں محنت کش سندھ میں عارضی کام حاصل کرتے ہیں۔ اپریل اور مئی میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے اُن میں سے زیادہ تر سندھ جانے سے قاصر رہے، باغات کے کئی مالکان نے مطالبہ کیا کہ صوبائی حکومت پنجاب سے آنے والے عارضی محنت کشوں کو اجازت دینے کی غرض سے ان پابندیوں کو نرم کرے۔

ٹرانسپورٹ پر پابندی کی وجہ سے، کئی مسافروں نے سفر کے غیر قانونی ذرائع اختیار کیے۔ سندھ پولیس نے اس نوعیت کی کم از کم دو کوششوں کو ناکام بنایا، جس دوران کوئٹہ جانے والے ایک ٹرک کو کراچی کی ایک چیک پوسٹ پر روک کر اس سے 22 مسافروں کو برآمد کیا جبکہ ایک دوسرے موقعہ پر گڈاپ چیک پوسٹ پر ایک اور ٹرک کو روک کر اس سے حیدرآباد جانے والے 25 مسافر برآمد کیے گئے۔ سندھ کے وزیر ٹرانسپورٹ نے دعویٰ کیا کہ لاک ڈاؤن کی خلاف ورزی پر 15 ٹرانسپورٹرز پر مقدمات درج کیے گئے جبکہ پچاس گاڑیوں کے روٹ پرمٹ منسوخ کیے گئے۔

افکار، ضمیر اور مذہب کی آزادی

سندھ میں مذہبی اقلیتوں، بالخصوص ہندو برادری کے ساتھ امتیازی سلوک کا سلسلہ برقرار رہا، جس دوران جبری تبدیلی مذہب، مندروں پر حملوں اور عقائد کی بنیاد پر امتیاز کے کئی واقعات سامنے آئے۔

جنوری میں، نامعلوم افراد نے چھاچھرو، تھرپارکر میں واقع ماتا رانی بھٹیانی مندر میں مورتیوں کی توڑ پھوڑ اور مقدس کتب کی بے حرمتی کی۔ پولیس نے پاکستان پینل کوڈ کی دفعات 295, 436, 427 اور 34 کے تحت ایف آئی آر درج کی۔ گرفتاری پر مرتکبین نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ وہ مندر سے رقم چوری کرنا چاہتے تھے۔ انہیں شکایت کنندہ کی جانب سے شکایت واپس لینے پر رہا کر دیا گیا۔

ایک دوسرے واقعہ میں، 10 اکتوبر کو ضلع بدین کے علاقے کڑیو گنہور میں شری رام دیو مندر میں توڑ پھوڑ کی گئی۔ پولیس نے مندر میں مورتیوں کو نقصان پہنچانے کے جرم میں ایک مقامی شخص محمد اسماعیل شیدی کے خلاف مقدمہ درج کر کے اسے گرفتار کیا۔

16 اگست کو کراچی کے علاقے لیاری میں ہنومان مندر کو ڈھا دیا گیا۔ پاکستان ہندو کونسل کے سرپرست ڈاکٹر رمیش کمار وانکوانی کا کہنا تھا کہ مذکورہ مندر کم از کم دو سو سال قدیمی تھا جہاں علاقے کے کئی خاندان پوجا پاٹ کرتے تھے۔ انتظامیہ کا دعویٰ تھا کہ مذکورہ زمین ایک ہندو خاندان کو کرائے پر دی گئی تھی، جو کہ بعدازاں اس کے مالک نے فروخت کر دی اور اس جگہ کوئی ''باضابطہ'' مندر نہیں تھا۔

جبری تبدیلی مذہب

ذرائع ابلاغ میں ہندو لڑکیوں کے جبری تبدیلی مذہب کے کم از کم چھ واقعات رپورٹ ہوئے، جن میں مہک اور لتا کماری (جیکب آباد سے اغوا)، سورمی اور شانتی (تھرپارکر سے اغوا)، سمرن (پنوعاقل سے اغوا) اور پرشا کماری (خیرپور سے اغوا) شامل ہیں۔ عدالتوں میں اغوا کے مقدمات درج کرائے گئے جہاں یہ دعویٰ کیا گیا کہ لڑکیوں نے شرعی قوانین کے تحت شادی کر لی ہے۔

اکتوبر میں کراچی میں ایک نابالغ مسیحی لڑکی آرزو مسیح کا مبینہ اغوا، جبری تبدیلی مذہب اور شادی کا وقوعہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مسئلہ صرف دیہی ہندو برادری تک ہی محدود نہیں ہے۔ آرزو کے والد نے اس خدشے کے ساتھ 13 اکتوبر کو ایف آئی آر درج کرائی کہ اس کی بیٹی کو نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا ہے۔ مسیحی برادری اور سول سوسائٹی کی جانب سے وسیع تر احتجاج کے بعد، سندھ حکومت کے ترجمان مرتضیٰ وہاب نے اعلان کیا کہ آرزو کو برآمد کر کے ایک پناہ گاہ بھیج دیا گیا ہے، اس کے دعویدار شوہر کو بھی 2 نومبر کو گرفتار کر لیا گیا۔ سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے قائم کردہ طبی بورڈ نے تعین کیا کہ آرزو کی عمر چودہ اور پندرہ سال کے درمیان ہے۔ بعدازاں، سندھ ہائی کورٹ نے اس کے مبینہ اغوا کار اور شوہر کو ضمانت پر رہا کر دیا جبکہ آرزو کے اٹھارہ سال کے ہونے تک اسے سرکاری پناہ گاہ میں رکھنے کا حکم صادر کیا۔

اکتوبر میں کراچی کمسن مسیحی لڑکی آرزو مسیح کے مبینہ اغوا، مذہب کی جبری تبدیلی اور شادی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ دیہی ہندو برادری تک محدود نہیں ہے

جیکب آباد میں نویں جماعت کی ایک ہندو طالبہ مہک کماری 15 جنوری کو گھر سے اسکول کیلیے روانہ ہوئی لیکن واپس نہیں آئی۔ اطلاعات کے مطابق اس نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے والدین کے رکھے ہوئے ایک گھریلو ملازم علی رضا سولنگی سے شادی کرلی۔ جوڑے نے دعویٰ کیا کہ مہک کی جانب سے درگاہ امروٹ شریف میں تبدیلی مذہب کے بعد انھوں نے اپنی آزادانہ مرضی کے ساتھ شادی کی ہے۔ مہک کے والدین کا دعویٰ تھا کہ وہ پندرہ برس کی ہے اور سندھ میں بچوں کی شادی کی ممانعت کے ایکٹ 2013 کے تحت شادی نہیں کرسکتی۔ 18 فروری کو ایڈیشنل سیشن جج نے صادر کیا کہ مہک کم عمر ہے چنانچہ اس کی شادی منسوخ قرار پائی۔ سندھ ہائی کورٹ نے 9 جنوری کو مہک کماری کی جانب سے اپنے خاندان میں واپس جانے کے اظہار پر مبنی بیان دینے کے بعد اُسے اپنی والدہ کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

اِظہار کی آزادی

ذرائع ابلاغ کے کارکنوں کے حالات میں 2020 کے دوران کوئی بہتری نہیں آئی، کئی اپنی ملازمتیں گنوا بیٹھے تو کئی ایک کو تنخواہوں میں کٹوتی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان گنت صحافیوں، ذرائع ابلاغ کے کارکنوں، حقوق کیلیے سرگرم کارکنوں، سول سوسائٹی کے دیگر اراکین نے دسمبر میں گورنر ہاؤس کی جانب ایک مارچ کیا اور کارکنوں کی مبینہ برطرفیوں، جبری استعفوں، آٹھویں ویج بورڈ ایوارڈ پر عمل درآمد نہ ہونے اور ڈان اخبار میں تنخواہوں میں کٹوتیوں کے خلاف مظاہرہ کیا جس پر پاکستان ہیرالڈ ورکرز یونین کی جانب سے ایک اخباری بیان جاری کیا گیا۔

کئی ایک واقعات میں صحافیوں کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے اغوا یا نظر بند کرنے کے بعد رہا کیا گیا۔ اکتوبر میں، جیو نیوز کے ایک سینئر رپورٹر علی عمران سید کراچی میں واقع اپنے گھر کے باہر سے لاپتا ہوگئے۔ انہیں کراچی میں حزبِ اختلاف کے سیاستدان کیپٹن صفدر اعوان کی گرفتاری کی سی سی ٹی وی فوٹیج جیو ٹی وی پر چلائے جانے کے اگلے روز ''لاپتا'' کیا گیا تھا۔ ان کے اہلِ خانہ نے مقدمہ دائر کرایا اور دعویٰ کیا کہ انہیں کچھ نامعلوم افراد نے نامعلوم اسباب کی وجہ سے اغوا کیا ہے۔ وہ اگلے روز سلامتی سے واپس آ گئے۔

قبل ازیں، ستمبر میں ایکسپریس ٹریبون کراچی کے ایک ایڈیٹر بلال فاروقی کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کرنے کے کچھ گھنٹوں بعد ضمانت پر رہا کردیا گیا۔ کراچی پولیس کے مطابق، فاروقی کے خلاف ایک شکایت کنندہ کی جانب سے ایک ایف آئی آر داخل کرائی گئی تھی، جن کا کہنا تھا کہ انھوں نے فاروقی کے ٹوئیٹر اور فیس بک اکاؤنٹس پر افواجِ پاکستان کے خلاف ''انتہائی قابلِ اعتراض مواد'' دیکھا ہے۔ کراچی یونین آف جرنلسٹس کا کہنا تھا کہ فاروقی کی گرفتاری آزاد آوازوں کو خاموش کرانے کی ایک منظّم مہم کا حصہ تھی۔

قومی احتساب بیورو نے ایک چونتیس سالہ پرانے ملکیت کی الاٹمنٹ کے ایک مقدمے کی بنیاد پر 12 مارچ کو جنگ گروپ کے سربراہ میر شکیل الرحمٰن کو گرفتار کیا۔ وہ 9 نومبر تک تحویل میں رہے، جب سپریم کورٹ نے ان کی ضمانت

منظور کی۔ قبل ازیں، صحافتی اداروں نے ان کی گرفتاری کو سرکاری منشاء کی پیروی کرنے کیلیے ذرائع ابلاغ کے اداروں کو دباؤ میں لانے کی ایک کوشش سے تعبیر کیا تھا۔

فروری میں، سندھی روزنامہ کاوش سے منسلک ایک رپورٹر عزیز میمن کی لاش محراب پور، ضلع نوشہروفیروز میں آبپاشی کے ایک کینال میں تیرتی ہوئی پائی گئی۔ پولیس نے ابتدائی طور پر حادثاتی موت یا خودکشی کا ایک مقدمہ درج کیا، تاہم ان کے خاندان نے موت سے قبل انہیں نامعلوم افراد کی جانب سے دی جانے والی دھمکیوں کے پیشِ نظر اسے قتل قرار دیا۔ پاکستان بھر کی صحافی برادری نے مناسب تفتیش کا مطالبہ کیا جس کی حمایت میں سول سوسائٹی نے صوبے کے مختلف مقامات پر احتجاج کیا۔

اسلام آباد میں صحافیوں نے چیف جسٹس سے اس واقعے کا نوٹس لینے کی درخواست کی۔ وفاقی وزیر فواد چودھری کا کہنا تھا کہ مقتول صحافی نے اپنی موت سے قبل سندھ کی حکمران جماعت پر الزامات عائد کیے تھے اور تجویز کیا کہ فیڈرل انویسٹی گیشن ایجنسی (ایف آئی اے) اس قتل کی تحقیقات کرے۔ بڑھتے ہوئے دباؤ کے پیشِ نظر، محکمہ پولیس کی جانب سے ایک مشترکہ تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی گئی، جس نے نتیجہ اخذ کیا کہ عزیز میمن کو ذاتی دشمنی کی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔ ذرائع ابلاغ نے نوشہروفیروز کی ایک بااثر سیاسی شخصیت کی جانب سے عزیز میمن کو دی جانے والی دھمکیوں کے پیشِ نظر اس دعویٰ کو مسترد کر دیا۔

اجتماع کی آزادی

صوبے کے مختلف حصوں میں شہریوں کے پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کو سلب کرنے کا سلسلہ برقرار رہا۔ ایک اہم وقوعے میں، لاپتا افراد کے اہل خانہ نے کراچی سے راولپنڈی/اسلام آباد تک ایک لانگ مارچ کرنے کا اعلان کیا۔ سندھ سبھا کارواں کی جانب سے منظّم کردہ یہ ریلی نومبر کے اواخر میں کراچی پریس کلب سے شروع ہوئی جس میں سندھ کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے کئی دیگر افراد بھی احتجاجی خاندانوں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر شامل ہوئے۔ تاہم، 30 دسمبر کو درجنوں پولیس موبائل گاڑیوں نے گھوٹکی میں اس ریلی کو پنجاب کی حدود میں داخل ہونے سے روک دیا۔ مظاہرین نے دھرنا دے کر نیشنل ہائی وے بند کر دی۔ پولیس نے مظاہرین پر لاٹھی چارج کر کے خواتین سمیت کئی مظاہرین کو گرفتار کرلیا، جنہیں بعدازاں رہا کر دیا گیا۔

نومبر میں پیش آنے والے ایک اور وقوعے میں، پولیس نے پاکستان ریلویز کے خلاف احتجاج کرنے والے نوجوانوں پر لاٹھی چارج کر کے سات مظاہرین کو تحویل میں لے لیا۔ احتجاج کرنے والوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ٹیسٹ پاس کرنے کے باوجود تقرر کے احکامات جاری نہیں کیے گئے۔

سندھ

انجمن سازی کی آزادی

دیگر صوبوں کی طرح سندھ حکومت نے بھی صوبے میں کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں، سماجی فلاح و بہبود کی تنظیموں اور ٹرسٹوں کی رجسٹریشن پر لاگو ہونے والا ایک صوبائی قانون منظور کیا۔ سندھ خیراتی ادارے (چیریٹیز) ایکٹ 2019 کے تحت، تمام سول سوسائٹی تنظیموں کو اس امر کا پابند بنایا گیا کہ وہ رضا کارانہ سماجی فلاح و بہبود ادارے (رجسٹریشن اور کنٹرول) آرڈیننس 1961، سوسائیٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860 یا کمپنیز ایکٹ 2017 جیسے دیگر قوانین کے تحت پہلے سے رجسٹر ہونے کے باوجود نئے قانون کے تحت خود کو رجسٹر کرائیں۔ صوبائی حکومت نے رجسٹریشن کی تاریخ میں 10 فروری 2021 تک توسیع کی۔

کئی ایک غیر سرکاری تنظیموں نے اس خدشے کے باعث کے اس نئے قانون کے تحت صوبائی حکومت ان کی فنڈنگ کی نگرانی کرے گی، نئے قانون کو سندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کیا۔ درخواست گذاروں کا موقف تھا کہ زیرِ بحث ایکٹ ان کے مالی وسائل تک رسائی حاصل کرنے کیلیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کو سول سوسائٹی پر دباؤ کے ایک حربے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

درخواست گذاروں نے الزام عائد کیا کہ حکومتی مقصد آئین یا پاکستان کی بین الاقوامی قانونی ذمہ داریوں کے تحت اجازت سے آگے بڑھ کر انجمن سازی کی آزادی کو مسدود کرنا ہے۔ نئے قانون کو ماورائے آئین گردانتے ہوئے درخواست گذاروں نے متنبہ کیا کہ اس سے ضرورت مند عام شہریوں کی راحت میں مصروف فلاح و بہبود کے نظام کو دھچکا لگے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ قانون نے غیر ضروری طور پر بھاری بھرکم شرائط عائد کی ہیں اور یہ غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن کے ضمن میں کوئی سہولت فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ سندھ ہائی کورٹ نے ایک عارضی حکم امتناعی جاری کر کے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو درخواست گذاروں کے خلاف کسی اقدام اٹھانے سے روک دیا، تاہم دیگر سول سوسائٹی تنظیموں کو سندھ خیراتی ادارے ایکٹ کے تحت اپنی رجسٹریشن کرانا ہی تھی۔

جمہوری ترقی

سیاسی شرکت

گیارہ جماعتی حزبِ اختلاف کے اتحاد پی ڈی ایم نے سندھ میں کئی ایک اجتماعات منعقد کیے، جن میں 18 اکتوبر کو کراچی کے باغِ جناح اور 27 دسمبر کو گڑھی خدا بخش لاڑکانہ کے اجتماع شامل ہیں۔ اگرچہ اکتوبر کا اجتماع اپنے تئیں تو کسی وقوعے کے بغیر ہو گیا تاہم اس کے اگلے روز، حزبِ اختلاف کے ایک سیاستدان ریٹائرڈ کیپٹن صفدر اعوان کو گرفتار کر لیا گیا (ملاحظہ کیجئے امن عامہ)

7 مئی کو وفاقی حکومت نے صوبے میں سرگرمِ عمل جسقم - آر یسر اور دیگر دو سیاسی گروپوں کو ''جنگجو'' گروپ ہونے کے الزام کے تحت رسمی طور پر کالعدم قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ ان گروپوں میں سندھو دیش ریوولوشنری آرمی اور سندھو دیش لبریشن آرمی شامل ہیں جن پر سکیورٹی اداروں نے سندھ اور بلوچستان میں دہشت گرد کارروائیاں کرنے کا الزام ہے۔ انٹیلی جنس ایجنسیوں کا دعویٰ تھا کہ ان دونوں گروپوں کو جسقم آر یسر کی سیاسی پشت پناہی حاصل تھی اور یہ چائنہ - پاکستان اقتصادی راہداری منصوبوں کے لیے خطرات کا باعث تھے۔

کراچی پولیس نے شہر میں پشتون تحفظ مومنٹ کے ایک جلسے کے اگلے روز مومنٹ کے رہنماؤں کے خلاف 7 دسمبر کو پاکستان پینل کوڈ کے سیکشن 8-120 (مجرمانہ سازش)، A-153 (مختلف گروہوں کے درمیان مخاصمت کو پروان چڑھانا)، B-505 (لوگوں کو ریاست کے خلاف مصروفِ عمل ہونے کیلیے ترغیبی بیانات)، 506 (مجرمانہ ترغیب) اور 188 (کسی سرکاری اہلکار کے احکامات کی عدم پیروی) کے تحت ایک ایف آئی آر درج کی۔

پی ٹی ایم کے کئی رہنماؤں، بشمول منظور پشتین، محسن داوڑ، علی وزیر، ثنا اعجاز، عبداللہ ننگیال، سعید عالم اور ہدایت اللہ پشتین کو اس ایف آئی آر میں نامزد کیا گیا۔ بعدازاں، رکنِ قومی اسمبلی علی وزیر کو 17 دسمبر کو سندھ پولیس کی درخواست پر پشاور سے گرفتار کیا گیا۔ پیپلز پارٹی چیئر پرسن بلاول بھٹو زرداری نے گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے اسے ''جمہوری روایات کے منافی'' گردانتے ہوئے اس کو ''فسطائی حکومت'' کی جانب سے عوامی آواز کو کچلنے کیلیے منتخب نمائندوں کو جھوٹے مقدمات میں پھنسانے سے تعبیر کیا۔

اگرچہ انتظامیہ کی جانب سے 14 اگست کے موقع پر قوم پرست جماعتوں کے سیاسی کارکنوں کو نظر بند کرنے اور یومِ آزادی کی تقریبات کے اختتام پذیر ہونے پر انہیں رہا کرنے کا عمل غیر معمولی نہیں ہے تاہم سال 2020 میں ایک نئے رجحان کا مشاہدہ کیا گیا جب ان گنت سیاسی کارکنوں نے اعلان کیا کہ وہ جیے سندھ قومی محاذ (بشیر)، جیے سندھ تحریک، جیے سندھ سٹوڈنٹس فیڈریشن، جیے سندھ محاذ اور جیے سندھ متحدہ محاذ جیسی قوم پرست سیاسی جماعتوں سے قطع تعلق کر رہے ہیں۔

سندھ

سندھ کے مختلف ضلعی ہیڈکوارٹرز میں پریس کانفرنسیں کرتے ہوئے ایسے کارکنوں کا کہنا تھا کہ وہ مرکزی دھارے کی جماعتوں میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ملکی ترقی کیلیے کام کرنے کا دائرہ انتہائی محدود ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ سندھ میں قوم پرست سیاست اور گروہوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ان کی قیادت کووِڈ19 کی وبا کے دوران لوگوں کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔

مقامی حکومتیں

اگرچہ سندھ میں مقامی حکومتوں کی میعاد 30 اگست کو مکمل ہوگئی تاہم صوبائی حکومت نے مقامی حکومتوں کے اگلے انتخابات کی تاریخ کا تاحال کوئی اعلان نہیں کیا ہے۔ قبل ازیں، سپریم کورٹ نے 2016 میں سندھ حکومت کو مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد کرانے پر مجبور کیا تھا۔

حکمران پیپلز پارٹی نے 7 ستمبر کو الیکشن کمیشن آف پاکستان کو مطلع کیا کہ 2017 کی مردم شماری کا حتمی نوٹیفکیشن آنے تک صوبے میں مقامی حکومتوں کے انتخابات نہیں کرائے جاسکتے، جس کے نتیجے میں حلقہ بندیوں میں تبدیلیاں ہونا ہیں یا پھر نئے حلقے بننا ہیں۔ پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر نثار احمد کھوڑو نے الیکشن کمیشن کو آگاہ کیا کہ 2017 کی مردم شماری کی حتمی رپورٹ سے قبل از سرِ نو حلقہ بندی ایک غیر قانونی اقدام ہوگا۔

2020 کی مون سون بارشوں کے دوران بند نکاسی آب کے نظام سے شہری علاقوں میں ہونے والے انتہائی نقصانات اور شہری سہولیات کے تقریباً انہدام میں صوبے کا مجروح مقامی انتظامی نظام ایک بنیادی وجہ تھا۔ مقامی حکومتیں عوام کو کوئی راحت فراہم نہیں کرسکیں، جنہیں اس دوران انتہائی مالی اور املاک کی نقصان پہنچا تھا۔ کراچی میں، عالی الشان ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی سمیت کئی رہائشی علاقے، شدید سیلابی زد میں تھے۔ بالآخر، وفاقی حکومت کو مداخلت کرنا پڑی جس نے

2020 کی مون سون کی بارشوں کے دوران سندھ میں شہری سہولیات کے تعطل کا مشاہدہ کیا گیا

سندھ

اعلان کیا وہ شہر کے برساتی نالوں کی صفائی کا انتظام کرے گی۔ ایچ آر سی پی کے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن نے تجویز کیا کہ کراچی جیسے شہر کو ایک ''بااختیار مقامی حکومت'' کی ضرورت ہے۔

کم ہوتی ہوئی شہری گنجائش اور اسمبلیوں کا کردار

کووِڈ کی وبا کے پیشِ نظر، سندھ حکومت نے صوبہ بھر میں درگاہیں بند کر دیں اور لال شہباز قلندر، شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست کے سالانہ عرس منعقد نہیں ہو سکے۔ لاک ڈاؤن سے قبل فروری میں گیارھواں کراچی لٹریچر فیسٹول اور دوسرا ادب فیسٹول سمیت کئی ایک ثقافتی تقاریب البتہ منعقد ہو سکیں۔ کراچی میں سندھ لٹریچر فیسٹول وبا کی وجہ سے منعقد نہیں ہو سکا۔ سندھ کے دیگر دو اجتماعات ایاز میلو اور لاہوتی میلو بھی ابتدائی طور پر ملتوی کیے گئے تاہم سال 2020 کے اواخر میں لاک ڈاؤن میں نرمی کے باعث یہ بالآخر منعقد ہو سکے۔ عمومی طور پر، وبا نے شہریوں کے ثقافتی اور شہری حقوق کو محدود ضرور کیا۔

سندھ اسمبلی جون میں اپنا ورچوئل اجلاس بلانے والی ملک کی پہلی اسمبلی بنی۔ بجٹ بھی آن لائن اجلاس میں پیش کیا گیا۔ یہ طریق کار کے ضوابط 2013 کے ضابطہ نمبر 267 میں ترمیم کے باعث ممکن ہو سکا۔

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

خاص طور پر دیہی سندھ میں خواتین کے خلاف تشدد ہر جگہ پایا گیا جہاں ایسے زیادہ تر وقوعے منظرِ عام پر بھی نہیں آسکے۔ سوشل اور روایتی ذرائع ابلاغ کے پلیٹ فارم کے ذریعے توجہ حاصل کرسکنے والے وقوعے اس بات کا زیادہ امکان رکھتے ہیں کہ انتظامیہ اس ضمن میں کوئی کارروائی کرے۔

8 اکتوبر کو ضلع سانگھڑ کے علاقے کھپرو میں ''غیرت'' کے نام پر ایک خاتون گلشن شر کو قتل کردیا گیا۔ اس کے شوہر نے اس پر ماورائے شادی تعلقات استوار کرنے اور اس طرح اس کے نام کو ''بدنام'' کرنے کا الزام عائد کیا۔ گھر سے نکالے جانے کے بعد، خاتون نے اپنے والد کے ہمراہ کھاہی پولیس اسٹیشن جا کر اپنے تحفظ کی استدعا کی۔ بعدازاں، ایک مقامی عدالت نے اس کو ایک پناہ گاہ بھیج دیا۔ پناہ گاہ سے نکلنے کے فوراً بعد، اس کے بھائی نے اس کو ''کاری'' قرار دیتے ہوئے گولی ماردی اور خود فرار ہوگیا۔ پولیس نے بھائی اور اس کے چھ ساتھیوں کے خلاف ایک ایف آئی آر درج کی۔ اس واقعے نے سوشل میڈیا پر بھونچال پیدا کردیا اور #JusticeforGulshanShar کے تحت ٹوئیٹر پر ایک ٹرینڈ/رجحان چلتا رہا۔

10 اپریل کو سندھی ذرائع ابلاغ نے کاروکاری کے دو واقعات رپورٹ کیے۔ شکارپور میں پیش آنے والے وقوعے میں، شاہ بہادر تیغانی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنی بیوی اور ایک رشتہ دار کو قتل کردیا، جس پر اس کو شک تھا کہ اس کی بیوی کے ساتھ تعلقات ہیں۔ ملزمان نے دونوں پر فائرنگ کی اور موقعہ واردات سے فرار ہوگئے۔ شکارپور پولیس نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرکے اس کو گرفتار کرلیا۔ دوسرے واقعے میں، ادریس مہر نے اپنی بیس سالہ بیوی واجدہ مہر کو سکھر کے علاقے پنوعاقل کے قریب گولی مارکر ہلاک کردیا۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کرلیا۔

جون میں ایک خاتون وزیراں کی مسخ شدہ لاش ضلع جامشورو میں راستے کے کنارے پائی گئی۔ اس کے والد کی آہ و بکا کرتی ہوئی ایک وڈیو کہ اسکو سنگسار کرکے ہلاک کیا گیا ہے، سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ نے انکشاف کیا کہ وہ دو ماہ کی حاملہ تھی اور بدترین تشدد کا نشانہ بنائی گئی ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرکے خاتون کے شوہر اور بھائی کو گرفتار کرلیا۔ ایچ آر سی پی کی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے جولائی کے دوران گاؤں چھا چھر کا دورہ کیا اور ریاست کی جانب سے ایک نئی ایف آئی آر درج کرنے کا مطالبہ کیا۔ کئی دیہاتی پوسٹ مارٹم رپورٹ کے یہ نشاندہی کرنے کہ نوجوان خاتون واضح طور پر انتہائی صدمے سے دوچار تھی کی بنا پر اس قتل کو ''حادثہ'' یا ''خودکشی'' قرار دینے کو مسترد کرنے کو تیار تھے۔

ایک اور وقوعے میں، کراچی کی ایک خاتون کو ایک شخص نے ملازمت کی فراہمی کی ترغیب پر کشمور بلایا۔ پہنچنے کے دو دن

بعد، خاتون نے کشمور پولیس سے رابطہ کر کے الزام عائد کیا کہ مذکورہ شخص نے اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی اور پھر اس کو سندھ-بلوچستان سرحد کے قریب رہنے والے ایک اور شخص کے حوالے کیا جس نے بھی اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی۔ خاتون کا کہنا تھا کہ مشتبہ شخص نے اس کی پانچ سالہ بیٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے اور اس کو آزاد کرنے کے عوض کراچی سے ایک اور خاتون کو لانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ مشتبہ شخص کو گھیرنے کی غرض سے ایک اسسٹنٹ سب انسپکٹر محمد بخش برڑو نے اپنے اہل خانہ کو اس قضیے میں شامل کیا اور مذکورہ شخص کو ملاقات کیلیے کشمور کے ایک پارک میں بلایا جہاں پر اُسے گرفتار کر کے خاتون کی بیٹی کو بھی بازیاب کرایا۔

ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کی بنیاد پر ایچ آر سی پی نے سال 2020 کے دوران سندھ بھر میں غیرت کے نام پر قتل کے 197 وقوعے درج کیے، ان کے 215 شکار افراد میں سے 79 مرد اور 136 خواتین تھیں (توجہ فرمایئے کہ جدول نمبر 1 میں اعداد و شمار کم ہیں، امکانی طور پر اس کی ایک وجہ ایسے جرائم کی رپورٹ درج کرانے میں ہچکچاہٹ ہو سکتی ہے)۔ سندھ میں جنسی تشدد کے رپورٹ ہونے والے 371 واقعات میں سے 212 واقعات خواتین متاثرین اور 159 مرد متاثرین سے متعلق تھے۔ خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کے 138 واقعات کے علاوہ چولہا پھٹنے اور نذر آتش کرنے کے کم از کم پانچ واقعات بھی سامنے آئے۔

خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے افراد

کچھ غیر سرکاری تنظیموں کی طرف سے خواجہ سرا کے افراد کیلیے امدادی پیکیج کا انتظام کرنے کے باوجود لاک ڈاؤن کے دوران وہ سندھ میں مارکیٹیں اور ٹرانسپورٹ بند ہونے کی بنا پر انتہائی معاشی مشکلات کا شکار رہے۔

دسمبر کے دوران، خواجہ سرا سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی لاش ملیر میں واقع اس کے گھر سے برآمد ہوئی، جس کو فلاحی کارکنوں نے جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر منتقل کیا، جہاں متوفی کی شناخت عامر عرف ماریہ کے نام سے ہوئی۔ پولیس کے مطابق مقتول اپنے گھر میں اکیلا رہتا تھا اور اس کو کسی تیز دھار آلے سے قتل کیا گیا تھا، تاہم پولیس قتل کی وجوہات کا تعین کرنے میں ناکام رہی۔

بچے

ساحل کی جانب سے جاری کردہ سالانہ رپورٹ ''ظالمانہ اعداد و شمار'' کے مطابق سال کے دوران بچوں کے خلاف تشدد کے 2,960 واقعات میں سے 861 سندھ میں پیش آئے۔ ساحل کی جانب سے متعین کردہ دس ''انتہائی خطرے کے حامل'' اضلاع میں سے دو یعنی خیرپور اور گھوٹکی کا تعلق سندھ سے تھا جہاں بالترتیب 117 اور 85 واقعات پیش آئے۔

سندھ

سندھ کے وزیرِ تعلیم سعید غنی کے مطابق سال 2020 کے دوران صوبے بھر میں تقریباً 35 لاکھ بچے اسکولوں میں داخلہ سے محروم تھے۔ سندھ اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں ان کا کہنا تھا کہ تقریباً 85 لاکھ بچے سرکاری اور نجی سکولوں، مدرسوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم تھے جبکہ 2017 کی مردم شماری کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ صوبے میں کم ازکم ایک کروڑ بیس لاکھ بچوں کو سکولوں میں ہونا چاہیئے۔ اُن کا کہنا تھا کہ صوبے میں تقریباً 49,000 سرکاری سکول تھے۔ تقریباً 37,000 اساتذہ کی اسامیاں خالی تھیں جن کو پُر نہیں کیا جا سکا۔ سعید غنی کا یہ بھی کہنا تھا کہ 2017/18 کے دوران کالجز کے 92 اور سکولوں کے 1,170 اساتذہ سمیت 1,262 اساتذہ کو سرکاری تعلیمی اداروں کیلیے بھرتی کیا گیا ہے۔

محنت کش

حکومت نے اپنا نج کاری کا پروگرام مزید آگے بڑھاتے ہوئے قومی اثاثوں کی فروخت کی جانب کچھ مزید قدم اٹھائے جس نے محنت کش حقوق کیلیے سرگرم گروپوں میں تشویش پیدا کر دی۔ جون میں، حکومت نے یہ کہتے ہوئے پاکستان سٹیل ملز کے تمام 9,350 ملازمین کو برطرف کرنے کا فیصلہ کیا کہ سٹیل ملز 2015 سے کام نہیں کر رہی ہے اور تنخواہوں

دسمبر میں پی ایس ایم کے کارکنان کی بڑی تعداد نے مظاہرے کیے اور مرکزی ریلوے ٹریک کو بند کر دیا

کی ادائیگیوں کے باعث اس کو انتہائی مالیاتی خسارہ درپیش ہے۔ نومبر میں برطرفیوں کے اطلاع نامے ارسال کرتے ہوئے انتظامیہ نے 4,544 ملازمین کو برطرف کر دیا۔ پاکستان اسٹیل ملز کی انتظامیہ نے کراچی کی ایک لیبر کورٹ میں ایک درخواست دائر کر کے باقی ماندہ عملے کو بھی برطرف کرنے کی اجازت طلب کی۔ قبل ازیں، جون میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے پاکستان سٹیل ملز کے ملازمین کے مالی فائدے کے طور پر 19 ارب 70 کروڑ روپے کی منظوری دی تھی،

سندھ

جس کے تحت، ہر برطرف شدہ ملازم کو اوسطاً 23 لاکھ روپے وصول ہونا تھے۔

تاہم سندھ حکومت کی طرح، محنت کشوں کی تنظیموں اور انسانی حقوق کے اداروں نے اس اقدام کی وسیع پیمانے پر مذمت کی۔ پاکستان سٹیل ملز کے محنت کشوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے احتجاج منظّم کیے اور دسمبر میں مرکزی ریلوے لائن بند کردی۔ صوبائی وزرا کی منت سماجت کے بعد محنت کشوں نے اپنا دھرنا ختم کیا۔ بعدازاں، سندھ حکومت نے معاملے کی تحقیقات کی غرض سے صوبائی وزرا سید ناصر حسین شاہ اور سعید غنی، اور معاون خصوصی وقار مہدی پر مشتمل ایک وزارتی کمیٹی تشکیل دی۔ انہوں نے کارکنوں کو یقین دہانی کرائی کہ اس معاملے کو سندھ اسمبلی اور سینیٹ میں اُٹھایا جائے گا، جہاں پاکستان پیپلز پارٹی کی اکثریت ہے۔ پاکستان سٹیل ملز کا کنٹرول حاصل کرنے کیلیے ایک قرارداد بھی سندھ اسمبلی میں پیش کی جائے گی۔

حکومت نے واپڈا کے زیرِ انتظام بجلی کی تقسیم کی دس کمپنیوں اور گدو پاور پلانٹ سمیت چار تھرمل پاور کمپنیاں بھی نجی شعبے کو فروخت کرنے کے اپنے ارادے کا عندیہ دیا۔ اکتوبر کے دوران سندھ بھر میں محنت کشوں اور ٹریڈ یونینوں کی جانب سے مختلف شہروں میں احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جبری مشقت

ہاری ویلفیئر آرگنائزیشن کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق، جنوری تا اکتوبر 2020 مختلف اضلاع میں سندھ ہائی کورٹ کے احکامات کے تحت جبری مشقت سے 2,437 افراد کو آزاد کیا گیا۔

کووِڈ 19 اور محنت کش

محنت کش طبقہ اور بالخصوص یومیہ دہاڑی پر کام کاج کرنے والے مزدور کووِڈ 19 وبا کے پیشِ نظر صوبے میں نافذ کیے گئے لاک ڈاؤن کے نتیجے میں سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ صنعتوں اور تجارت کی بندش کے باعث بڑی تعداد میں محنت کش اپنے روزگار اور آمدنیوں سے محروم ہو گئے۔

23 مارچ کو سندھ حکومت نے سندھ وبائی امراض کے ایکٹ (2014) کے سیکشن 3 اور دیگر متعلقہ لیبر قوانین کے تحت ایک نوٹیفکیشن کے ذریعے برطرفیوں کی ممانعت کردی۔ اس کے مطابق، لاک ڈاؤن کے دوران، محنت کشوں کی تمام اقسام کو ان کی مکمل تنخواہیں یا اُجرتیں ادا کی جائیں گی اور بندش کے اس عرصے کو آجران کی جانب سے بامعاوضہ چھٹی تصور کیا جائے گا۔ محنت کشوں کی تنظیموں کی جانب سے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا گیا تاہم آجران کی تنظیموں نے اس کی مخالفت کی۔

یومیہ اُجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کیلیے وزیر اعظم کے احساس پروگرام کے علاوہ، صوبائی حکومت نے مارچ میں

اعلان کیا کہ وہ تین ارب روپوں کی بنیادی رقم کے ساتھ ایک کورونا وائرس ریلیف فنڈ قائم کرے گی، جو نجی شعبے کے تعاون سے تین ارب ساٹھ کروڑ روپے تک پہنچ گیا۔ اس رقم کے استعمال کی نگرانی کیلیے نجی شعبے اور سول سوسائٹی کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی میں انڈس اسپتال کے چیف ایگزیکیٹو افسر، دو جانے مانے فلاحی کارکن اور محکمہ خزانہ اور صحت کے سیکریٹری شامل تھے۔

ایک اہم پیش رفت کے طور پر، سندھ ایمپلائیز سوشل سکیورٹی انسٹی ٹیوشن اور نادرا نے 3 ستمبر کو ایک معاہدے پر دستخط کیے جس کے تحت سندھ میں 625,000 سے زائد رجسٹرڈ مزدوروں کو بے نظیر بھٹو مزدور کارڈ فراہم کیا جانا تھا۔ معاہدے کے تحت، تمام رجسٹرڈ مزدور، بشمول وہ جو کسی فیکٹری یا مل میں کام نہیں کرتے بلکہ اپنے طور پر اپنا کام کاج کرتے ہیں اور ''مزدور'' کی درجہ بندی میں آتے ہیں، اب صحت، تعلیم اور دیگر سہولیات سے مستفیض ہو سکیں گے۔ یہ کارڈ جنوری 2021 سے مزدوروں کو جاری ہونا تھے۔

معمر افراد

اگرچہ سندھ حکومت نے 2014 میں پیش کیا جانے والا سندھ سینئر سٹیزن ویلفیئر ایکٹ اپریل 2016 میں منظور کر لیا تھا تاہم اس پر عملدرآمد ابھی تک نہیں ہوا۔ معمر افراد صوبے میں تاحال انتہائی غیر محفوظ ہیں۔ بل میں ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کیلیے وعدے کیے گئے تھے، اس ضمن میں معمر افراد شہریوں کی ایک کونسل بھی قائم ہونا تھی۔ وزیرِ سماجی بہبود کو اس کونسل کی سربراہی کرنا تھی، سندھ اسمبلی کے سپیکر کو اس کیلیے دو اراکین کی نامزدگی کرنا تھی جبکہ مختلف محکمہ جاتی سیکریٹری اس کے اراکین کے طور پر شامل ہونا تھے۔ سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے دو معمر افراد شہری اور ایک سرکاری اہلکار بھی اس میں شامل ہونا تھے۔ تاہم، اس ضمن میں تاحال کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ دیگر مراعات میں ٹرانسپورٹ اور ادویہ جیسی اشیا اور خدمات میں رعایت کیلیے ''آزادی کارڈ'' کی فراہمی شامل تھی۔ نادرا جیسے اداروں اور اسپتالوں میں معمر افراد شہریوں کیلیے علیحدہ قطار بھی اس میں شامل تھی۔

معذوری سے متاثر افراد

نومبر میں، سندھ ہائی کورٹ نے صوبائی حکومت کو معذوری سے متاثر افراد کیلیے مختص پانچ فیصد کوٹے پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کا حکم جاری کیا۔ عدالت نے سندھ حکومت کی وہ رپورٹ مسترد کر دی جس میں اس نے بتایا تھا کہ 75 معذوری سے متاثر افراد کو سرکاری ملازمتیں دی گئی ہیں۔ اسی دوران، سندھ حکومت نے پانچ فیصد روزگار کوٹا کے تحت بینائی سے محروم 25 افراد کو مختلف محکموں میں روزگار فراہم کیا ہے۔ چیف سیکریٹری سندھ سید ممتاز علی شاہ نے 5 نومبر کو سندھ سیکریٹریٹ میں منعقد ہونے والی ایک تقریب کے دوران بینائی سے محروم افراد میں تقرر کے احکامات تقسیم کیے۔

سندھ

مہاجرین اور اندرونِ ملک نقل مکانی کرنے والے افراد

جولائی میں سندھ حکومت نے اسلام آباد سے صوبے میں رہائش پذیر افغان مہاجرین کی واپسی کیلیے حتمی انتظامات کرنے کیلیے کہا، اور واضح کیا کہ وہ افغان تارکین وطن کی مزید میزبانی سے قاصر ہے جو کہ بالخصوص کراچی میں ''تشدد اور جرائم کا باعث'' ہیں۔ افغان، برمی، بہاری، بنگالی اور افریقی نژاد باشندوں سمیت کراچی میں پچیس لاکھ سے زائد بے ضابطہ تارکین وطن رہائش پذیر ہیں۔ ایک بیان میں صوبائی وزیرِ زراعت اسماعیل راہو کا کہنا تھا کہ اگر وفاقی حکومت بے ضابطہ تارکین وطن کا پاکستان میں قیام چاہتی ہے تو انہیں اسلام آباد اور خیبر پختونخوا میں آباد کیا جائے۔

وفاقی حکومت نے پاکستان میں رجسٹرڈ افغان مہاجرین کے قیام کو جون 2020 تک توسیع دینے کا فیصلہ کیا، جو کہ افغان نقل مکانی اور پاکستان کی جانب سے انسانیت کی بنیاد پر امداد کے چالیس برس مکمل ہونے کا موقع ہے۔ اُس تاریخ میں بعدازاں مزید ایک سال کی توسیع کی گئی۔

کئی سال قبل یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ پاکستان میں پچیس لاکھ سے زائد تارکینِ وطن رہائش پذیر ہیں، وفاقی حکومت گزشتہ برسوں کے دوران فقط ڈیڑھ لاکھ تارکین کو رجسٹر کر سکی ہے۔ اقوام متحدہ کے ہائی کمیشن برائے مہاجرین کے مطابق، سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا سے 25,900 پنجاب سے 11,300 سندھ سے 4,000 اور آزاد جموں وکشمیر سے 2,800 رجسٹرڈ افغان مہاجرین واپس اپنے وطن روانہ ہوئے۔

سندھ

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

2020 میں کووِڈ19 کی وبا کے دوران تعلیم ایک انتہائی متاثرہ شعبہ رہا۔ ابتدائی مریضوں کے مثبت نتائج آتے ہی، سندھ نے تعلیمی ادارے بند کرنے میں پہل کی۔ فروری میں جب کراچی میں ایک کیس سمیت ملک میں کورونا وائرس کے پہلے دو کیس منظرِ عام پر آئے تو سندھ حکومت نے ابتدائی طور پر دو دن کیلیے سکول بند کرنے کا اعلان کیا۔ بعدازاں، حکومت نے اس بندش میں دو ہفتوں کی توسیع کی۔ 13 مارچ کو، وزیرِاعظم عمران خان کی صدارت میں نیشنل سکیورٹی کمیٹی کے اجلاس کے بعد، وفاقی حکومت نے ملک بھر میں تمام تعلیمی ادارے 5 اپریل تک بند کرنے کا فیصلہ کیا۔

صوبائی حکومت نے مارچ میں اُن طلبہ کے والدین کو مدد فراہم کی جن کے بچے نجی تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم تھے اور ان سکولوں کی انتظامیہ سے لاک ڈاؤن کے تین مہینوں کے دوران کُل ٹیوشن فیس کا فقط اَسّی فیصد وصول کرنے کا کہا۔ اگرچہ کئی ایک نجی اسکولوں نے حکومتی پالیسی پر عمل درآمد کیا تاہم ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کے مطابق کچھ اسکولوں نے اپنی فیس میں کمی نہیں کی۔ بعدازاں، سندھ حکومت نے سندھ کووِڈ19 ریلیف آرڈیننس کے ذریعے اس پالیسی پر عمل درآمد کو لازمی قرار دیا۔

کچھ نجی اسکولوں کی انتظامیہ نے اس کٹوتی کے خلاف سندھ ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ اگرچہ ابتدائی طور پر عدالت نے ایک مختصر مدت کیلیے ان اسکولوں کو حکم امتناعی دے دیا تاہم آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ان کو اس کی پیروی کرنے کیلیے کہا۔

صحت

کووِڈ19 لاک ڈاؤن کے دوران بڑے سرکاری اسپتالوں میں بیرونی مریضوں کے شعبہ کی بندش نے سندھ میں صحت کے بحران کو سنگین بنا دیا۔ کئی ایمرجنسی وارڈ ڈاکٹرز اور طبی کارکنوں کی عدم موجودگی کے باعث بند رہے۔ اگرچہ حکومت نے سرکاری اسپتالوں میں کووِڈ19 کے مریضوں کے علاج معالجے کی غرض سے خصوصی آئسولیشن وارڈ قائم کیے، تاہم دیگر مریضوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

کراچی، حیدرآباد اور سکھر میں خصوصی قرنطینہ اور آئسولیشن مراکز قائم کیے گئے۔ جب ایران سے کووِڈ19 کے مریضوں کا پہلا گروہ واپس آیا تو کُل 1,065 مریضوں کو سکھر میں حال ہی میں تعمیر کی گئی لیبر کالونی میں قائم خصوصی قرنطینہ مرکز میں رکھا گیا۔ ایسا ہی ایک اور مرکز کراچی کے ایکسپو سینٹر میں قائم کیا گیا۔ 1,200 بستروں پر مشتمل اس سہولت کا 2 اپریل کو افتتاح کیا گیا تاہم کیسز میں کمی آنے پر اسے ستمبر میں بند کر دیا گیا۔ انفیکشن کی دوسری لہر کے موقع پر اس مرکز کو

دوبارہ بحال کیا گیا۔

سندھ حکومت کا کہنا تھا کہ وبا کے پہلے مرحلے کے دوران، اُس نے صوبہ بھر بالخصوص کراچی میں 453 بستروں پر مشتمل انتہائی نگہداشت کے یونٹ اور تشویشناک حالت میں کووِڈ19 کے مریضوں کیلیے 1,553 بستروں پر مشتمل انتہائی انحصار کے یونٹ قائم کیے۔

مئی 2019 میں وفاقی حکومت نے کراچی میں واقع تین بڑے اسپتالوں جناح پوسٹ گریجوئیٹ میڈیکل سینٹر، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیو ویسکولر ڈزیزز اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ کا انتظام سنبھال لیا تھا۔ یہ سال 2020 کے دوران وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تناؤ کا ایک سبب رہا، جس دوران سندھ حکومت نے درخواست کی ہوئی تھی کہ اٹھارویں آئینی ترمیم سے مطابقت میں ان اسپتالوں کو صوبے کے سپرد کیا جانا چاہیے۔

رہائش اور عوامی سہولیات

دسمبر میں چیف جسٹس گلزار احمد نے کراچی سَرکُلر ریلوے کیلیے مختص زمین سے تجاوزات ہٹانے اور شہر کی مجموعی صورت حال بہتر بنانے سے متعلق عدالتی احکامات پر کوئی کارروائی نہ کرنے پر وزیرِاعلیٰ سندھ مراد علی شاہ کی سرزنش کی اور کہا کہ ''روڈ رستوں، پانی اور پارکس کی عدم موجودگی'' کے باعث شہر کو ''دیہات میں تبدیل کر دیا'' ہے۔ جسٹس گلزار نے یہ ریمارکس عدالتِ عظمیٰ کی کراچی رجسٹری میں میٹروپولیٹن شہر میں غیرقانونی تجاوزات ہٹانے سے متعلق ایک مقدمے کی سماعت کے دوران دیے۔ سماعت کے دوران چیف جسٹس نے وزیرِاعلیٰ سے تجاوزات ہٹانے سے متعلق رپورٹ پیش کرنے کیلیے بھی کہا۔

قبل ازیں مئی 2019 میں، سپریم کورٹ نے سرکیولر ریلوے لائن اور شہر میں دیگر تمام نوعیت کی تجاوزات ہٹانے کا حکم جاری کیا تھا۔ عدالتی احکامات پر، کراچی شہری حکومت اور صوبائی حکومت نے انسدادِ تجاوزات کی ایک مہم شروع کی جس نے انسانی حقوق کے کارکنوں اور شہری منصوبہ سازوں کی جانب سے وسیع پیمانے پر تنقید کو دعوت دی جو اس اقدام کو بنیادی طور پر غریب دشمن سمجھتے تھے۔ کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن کے محکمہ انسدادِ تجاوزات نے ایمپریس مارکیٹ، پریڈی اسٹریٹ اور داؤد پوتا روڈ سے غیرقانونی ٹھیلے، سٹال اور کیبن ہٹانے کیلیے ایک آپریشن شروع کر کے سودا بیچنے والوں کا سامان ضبط کر لیا۔ آرکیٹیکٹ اور منصوبہ ساز عارف حسن کا تخمینہ ہے کہ کراچی کی غیر رسمی معیشت شہر کی افرادی قوت کے 72 فیصد کی حامل ہے، جس سے سال کے دوران کم آمدنی والے گھرانوں پر تجاوزات ہٹانے کی اس مہم کے پڑنے والے تباہ کن اثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جولائی اور اگست میں غیرمعمولی مون سون بارشوں کے بعد، سندھ حکومت نے وفاقی حکومت کے تعاون کے ساتھ، شہر کے بڑے برساتی نالوں کو صاف کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ انتظامیہ کا کہنا تھا کہ ان نالوں کے گرد زمین کی تجاوزات اور

سندھ

گجر نالہ میں رہائشیوں نے ستمبر میں تجاوزات مخالف سرکاری مہم شروع ہونے کے ایک دن بعد بیدخلی کے خوف سے احتجاجی مظاہرے کیے

نالوں کے ساتھ گھروں کی تعمیر ان کی بندش اور شہری سیلاب کیلیے ذمہ دار ہیں۔ ستمبر میں، سندھ حکومت نے کراچی میں نکاسی نالوں کے ساتھ ایک بڑی انسدادِتجاوزات مہم شروع کرتے ہوئے ضلع وسطی میں نالوں کے قریب دکانوں اور چھپروں سمیت غیر قانونی تعمیرات کو مسمار کر دیا جبکہ تجارتی عمارتوں اور دکانوں کے مالکان کو علاقہ خالی کرنے کے احکامات جاری کیے۔

گجر نالے کے علاقے میں، رہائشی ستمبر میں انتظامیہ کی جانب سے شروع کی گئی انسدادِتجاوزات مہم کے اگلے روز سڑکوں پر نکل آئے۔ اُن میں سے کئی ایک نے دعویٰ کیا کہ انہیں گھر خالی کرنے کیلیے کچھ گھنٹوں ہی کا انتباہ دیا گیا ہے، جبکہ وہ برسوں سے وہاں رہائش پذیر تھے اور انہوں نے اکثر و بیشتر اپنی عمر بھر کی کمائی خرچ کر کے قانونی طور پر زمین خریدی ہوئی تھی۔ رہائشیوں نے ازالے کے طور پر پیش کیے جانے والے معاوضے کو ناکافی بتاتے ہوئے متبادل آبادکاری کا مطالبہ بھی کیا۔

نومبر میں منظور کالونی اور محمود آباد کے علاقوں میں مکینوں کی جانب سے شدید اور پرتشدد احتجاج کے بعد محمود آباد نالے کے ساتھ تجاوزات ہٹانے کی مہم غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دی گئی۔ مظاہرین نے منظور کالونی فائر اسٹیشن کے علاوہ کے ایم سی کی کئی گاڑیوں پر قبضہ کر لیا، بعدازاں پولیس کے ساتھ مذاکرات کے نتیجے میں یہ قبضہ ختم کیا گیا۔ کے ایم سی کو محمود آباد برساتی نالے کے دونوں اطراف ایک بڑی انسدادِتجاوزات مہم کے ذریعے 850 غیر قانونی گھروں کو مسمار کرنا تھا۔ ہنگامہ آرائی کے امکانات کے پیشِ نظر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو علاقے میں تعینات کیا گیا تھا۔

ماحولیات

یکم اگست کو، سندھ حکومت، پاکستان آرمی کور 5 اور نیشنل ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی نے تین برساتی نالوں سے کیچڑ صاف کرنے کا کام فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن کے سپرد کرنے کا مشترکہ فیصلہ کیا۔ کراچی میں بارشوں سے متعلقہ مختلف حادثات میں 26 اگست کے صرف ایک دن میں 19 افراد اپنی زندگیاں گنوا بیٹھے تھے جس کے باعث تین دن کی مون سون بارشوں کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد تیس تک پہنچ گئی تھی۔

سندھ حکومت نے صوبہ بھر میں شدید طوفانی بارشوں کے بعد بیس اضلاع کو آفت زدہ علاقہ قرار دیا۔ زیریں سندھ کے اضلاع بدین، میرپورخاص، عمرکوٹ، سانگھڑ اور سجاول بدترین متاثر ہوئے۔ محکمہ موسمیات نے اگست کے دوران میرپورخاص میں 348 ملی میٹر بارش ریکارڈ کی جہاں گزشتہ برس اسی دوران 150 ملی میٹر بارش ہوئی تھی۔ پانچ ماہ کے بعد، سندھ حکومت نے 9 دسمبر کو صوبے میں بارشوں کے متاثرہ افراد کیلیے ایک امدادی پیکیج کا اعلان کیا۔

فروری کے مہینے میں کم از کم چودہ افراد ہلاک اور تین سو سے زائد بے ہوش ہوگئے جب کراچی کے علاقے کیماڑی میں پھیلنے والی زہریلی گیس نے اردگرد کے علاقے کو متاثر کرنا شروع کیا۔ ایک پریس کانفرنس کے دوران وزیر بلدیات سید ناصر حسین شاہ اور کمشنر کراچی افتخار شالوانی کا کہنا تھا کہ وہ رساؤ کے منبع یا گیس کی نوعیت کا تعین نہیں کر پائے ہیں۔ اس دوران، کیماڑی، جیکسن اور ریلوے کالونی کے مکینوں نے ایک احتجاج کے ذریعے انتظامیہ کو اخراج کے منبع کا تعین کرنے میں ناکامی کا مرتکب قرار دیا۔ بین الاقوامی مرکز برائے کیمیائی و حیاتیاتی سائنسز کی جانب سے جاری کردہ ایک لیبارٹری رپورٹ نے عندیہ دیا کہ حاصل شدہ نمونوں میں سویابین کی دھول (Aeroallergens) کے آثار پائے گئے ہیں، جبکہ کراچی پوسٹ ٹرسٹ اتھارٹی کی انتظامیہ نے اس کی تردید کی۔

اسی نوعیت کے ایک اور حادثے میں، دسمبر کے دوران کیماڑی کے علاقے میں گیس کے اخراج کے باعث 22 رہائشی اسپتال میں داخل کیے گئے، جن میں چار افراد بعدازاں ہلاک ہوگئے۔ یہ حادثہ اُس وقت توجہ کا مرکز بنا جب ڈاکٹر ضیاالدین اسپتال نے ایک بیان کے ذریعے صورت حال کی سنگینی کا اظہار کیا، جو کہ اُس وقت تک انتظامیہ کی توجہ کا مرکز نہیں بن سکی تھی۔

سندھ

خیبر پختونخوا

اِہم نکات

- خیبر پختونخوا اسمبلی نے تیس سے زائد قوانین منظور کیے۔ ان میں سے کم از کم 17 براہ راست انسانی حقوق سے متعلق تھے۔
- عدالتوں میں مقدمات کا التوا 2020 میں بھی برقرار رہا، دسمبر کے اواخر تک ان کی تعداد پشاور ہائی کورٹ میں 41,042 اور ضلعی عدالتوں میں 230,869 تھی۔
- پشاور ہائی کورٹ نے مبینہ دہشت گردی کے جرم میں فوجی عدالتوں کی جانب سے سزا یافتہ تقریباً دوسو افراد کی رہائی کے احکامات جاری کیے۔ یہ فیصلہ انصاف سے کھلواڑ کی ایک فرد جرم تھا۔
- صوبے بھر کی 38 جیلوں میں قید 11 ہزار سے زائد قیدیوں میں سے آٹھ ہزار کے قریب کے مقدمات سُنے جا رہے تھے۔
- ایچ آر سی پی نے فقط ایک مقدمے میں سزائے موت سنائے جانے کا اندراج کیا۔ کوئی پھانسی نہیں دی گئی۔
- 2011 میں اس کے قیام سے لے کر اب تک، جبری گمشدگیوں کی تحقیقات کے کمیشن کو صوبے بھر سے 2,942 افراد کے کیس موصول ہوئے، جن میں سے 713 حفاظتی مراکز میں اور 93 جیلوں میں پائے گئے جبکہ 59 افراد کی لاشیں ملیں۔ مجموعی طور پر، 2020 کے اختتام تک کمیشن نے خیبر پختونخوا سے 1,335 افراد کا سراغ لگایا۔
- سال کے دوران دہشت گردی اور تشدد کی دیگر اشکال سے متعلق درجنوں واقعات پیش آئے، جن میں اقلیتی عقائد سے تعلق رکھنے والے اور خواجہ سرا افراد تشدد، خواتین ہراسانی اور بچے جنسی زیادتی کا نشانہ بنے۔ ان جرائم کے مرتکب کسی بھی شخص کو سزا کا نہ ملنا مجرمانہ استثنٰی کے لیے انتہائی سازگار حالات کی عکاسی کرتا ہے۔
- سابقہ وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں کے خیبر پختونخوا میں انضمام کا وعدہ بڑی حد تک وفا نہ ہو سکا کیونکہ قبائلی عشرہ حکمت عملی (2020 تا 2030) کا اطلاق ناقص تھا: ترقیاتی فنڈز کے ضمن میں وعدہ کیے گئے 74 ارب روپوں میں سے صرف 37 ارب روپے جاری کیے گئے۔
- مقامی حکومتوں کے انتخابات کا انعقاد تاخیر کا شکار رہا۔ حکومت سال 2019/20 کے دوران صوبے میں مقامی حکومتوں کے لیے مختص 46 ارب روپے میں سے 43 ارب روپے استعمال کرنے میں ناکام رہی، جس سے مقامی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔

خیبر پختونخوا میں کووڈ 19

سال 2020 خیبر پختونخوا میں بنیادی طور پر کووڈ 19 وبا کے شہریوں کی صحت پر سنگین اور معیشت پر تباہ کن اثرات سے عبارت تھا۔ وبا نے صوبائی نظامِ صحت کو تہس نہس کر دیا اور شرح اموات بلند رہی۔ خیبر پختونخوا کی ساڑھے تین کروڑ کی آبادی میں سے بمشکل پانچ لاکھ افراد کا ٹیسٹ ہو پایا، 58,702 افراد کا نتیجہ کووڈ 19 مثبت آیا۔ ان میں سے 1,649 جانبر نہ ہو سکے۔ کرونا سے متعلق پابندیوں نے نقل و حمل اور انجمن سازی کی آزادی کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

خیبر پختونخوا حکومت نے صوبائی اسمبلی میں تیس ایکٹ منظور کیے۔ ان میں سے کم از کم 17 براہ راست انسانی حقوق سے متعلق تھے (ملاحظہ کیجیے ضمیمہ 1)۔ ان میں مذہبی اقلیتوں، خواتین اور بچوں کے حقوق شامل تھے اور جن کا ہدف بہتر طرزِ حکمرانی، تحفظ، انصاف، صحت، تعلیم، پناہ، املاک اور پینے کے صاف پانی اور دیگر کے ضمن میں عوام الناس کی ضروریات پر توجہ تھا۔ ان میں سے اہم خیبر پختونخوا اقلیتوں کی بحالی (دہشت گردی کے شکار) کا انڈوومنٹ فنڈ ایکٹ 2020، جیل (ترمیمی) ایکٹ 2020، خیبر پختونخوا میں کام کاج کے مقامات پر خواتین کی ہراسگی کے خلاف تحفظ کا (ترمیمی) ایکٹ 2020 اور خیبر پختونخوا سول ایڈمنسٹریشن (عوامی خدمات کی فراہمی اور بہتر طرزِ حکمرانی) ایکٹ 2020 ہیں۔ صوبائی حکومت اور عدلیہ کی جانب سے دیگر اہم وعدے اور اعلانات انسانی حقوق سے متعلق قانونی ڈھانچوں کے ضمن میں تھے۔ ستمبر میں حکومت نے نشہ آور اشیا کے کنٹرول کے (ترمیمی) آرڈیننس 2020 میں موجود کئی نقائص ختم کرنے کی غرض سے ایک آرڈیننس جاری کیا۔ جنوری میں جاری کیے گئے اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد منشیات سے متعلق خصوصی عدالتوں کی عدم موجودگی میں پشاور ہائی کورٹ میں منشیات کے ملزموں کی ضمانت کے لیے درخواستوں کی بھرمار ہوگئی تھی۔ ترمیم سے کسی بھی جج کو خصوصی عدالت کے اختیارات تفویض کیا جانا آسان ہوگیا، اور یوں سماعت اور ملزمان کی پیشی کا عمل تیز تر ہوگیا۔

مارچ میں، خیبر پختونخوا حکومت نے پشاور ہائی کورٹ کو مطلع کیا کہ وہ خیبر پختونخوا علاقائی اور ضلعی صحت اتھارٹیز ایکٹ 2019 میں ترمیم کرے گی تاکہ یہ صوبے بھر کے سولہ سو سے زائد صحت کے اداروں کے اتحاد گرینڈ ہیلتھ الائنس سمیت تمام متعلقین کے لیے قابلِ قبول ہو۔ مقصد ضلعی نظامِ صحت کو ختم کرکے اس کی جگہ ایک نیا نظام وضع کرنا تھا جس کے تحت ہیلتھ سروسز ڈائریکٹوریٹ کی جگہ مقامی کمیٹیاں طبی اداروں کے امور چلائیں۔

اپریل میں، خیبر پختونخوا حکومت نے روزمرہ کی غذائی اجناس کی بے روک فراہمی کو یقینی بنانے اور صوبے بھر میں ذخیرہ اندوزی کی بیخ کنی کی غرض سے ایک آرڈیننس جاری کیا۔ تیس غذائی اجناس کی ایک فہرست جاری کی گئی، جن کی ذخیرہ اندوزی بغیر وارنٹ گرفتاری اور تین برس تک کی قید کا باعث بن سکتی تھی۔

اکتوبر میں، پشاور ہائی کورٹ نے صادر کیا کہ اعلیٰ عدالتوں کے مختلف فیصلوں کی روشنی میں، انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997 کی شقیں، زنا کے جرم پر قابلِ اطلاق نہیں ہوں گی تاوقتیکہ اس کا ارتکاب حکومت، عوام الناس یا معاشرے کے کسی حصہ کو خوفزدہ کرنے کی غرض سے کیا گیا ہو۔

انصاف کا حصول

عدلیہ اور زیرِ التوا مقدمات

قانون و انصاف کمیشن کے مطابق، پشاور ہائی کورٹ نے سال کا آغاز 36,711 زیرِ التوا مقدمات کے ساتھ کیا جبکہ 31 دسمبر 2020 تک ایسے مقدمات کی تعداد 41,042 تک پہنچ گئی۔ اس برس کے دوران 25,659 نئے مقدمات درج ہوئے جبکہ 21,267 مقدمات کو نپٹایا گیا۔ اسی عرصے کے دوران خیبر پختونخوا کی ضلعی عدلیہ میں زیرِ التوا مقدمات کی تعداد 230,869 ہوگئی جو کہ 2020 کے آغاز پر زیرِ التوا مقدمات کی تعداد میں 33,354 کا اضافہ تھا۔

اہمیت کے حامل مقدمات

2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں دہشت گردی، عسکریت پسندی اور فوجی عدالتوں سے متعلق کئی ایک اہم مقدمات کے باعث فوجداری نظامِ انصاف نمایاں رہا۔ جون میں، ایک عدالتی کمیشن نے 2014 کے دوران آرمی پبلک اسکول میں ہونے والے قتلِ عام پر اپنی تحقیقات مکمل کی اور اپنی رپورٹ سپریم کورٹ میں جمع کرائی۔ کمیشن نے زخمی ہونے والے طلبہ، جاں بحق طلبہ کے والدین اور پولیس اور فوجی اہلکاروں سمیت 140 افراد کے بیانات حاصل کیے، جبکہ اس نے سیکیورٹی اداروں کی تحقیقات کا بھی جائزہ لیا۔ پشاور کے سکول پر اس حملے میں 150 کے قریب افراد ہلاک ہوئے تھے، جن میں اکثریت طالب علموں کی تھی۔

بشکریہ: ڈان

جون میں، عدالتی کمیشن نے 2014 میں آرمی پبلک اسکول میں قتلِ عام کی تحقیقات مکمل کی اور عدالت عظمیٰ پاکستان میں اپنی رپورٹ پیش کی

ایک اور اہم پیش رفت جون میں سامنے آئی جب پشاور ہائی کورٹ نے فوجی عدالتوں کی جانب سے 196 مبینہ عسکریت پسندوں کو دی جانے والی سزائیں منسوخ کرکے انہیں رہا کرنے کے احکامات جاری کیے۔ بینچ نے مزید 78 درخواستوں پر سماعت ملتوی کرتے ہوئے وزارتِ دفاع کو مقدمات کا ریکارڈ پیش کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ جولائی میں 426 صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی فیصلہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا کہ فوجی عدالتوں نے ملزمان کو ان کی پسند کے وکلا فراہم نہ کرتے ہوئے آرمی ایکٹ اور ضوابط کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس فیصلے کے مطابق ملزمان کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے شواہد نہ ہونے کے باوجود ان مقدمات میں سزائیں سنائی گئیں۔ عدالتِ عظمیٰ کے فیصلوں کی روشنی میں عدالتی جائزے کے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے، بینچ نے تمام درخواستیں منظور کیں اور 'قانون اور حقائق میں بدنیتی پر مبنی' سزاؤں کو کالعدم قرار دے دیا۔ نتیجتاً، وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو ایسے تمام سزا یافتہ اور نظر بند افراد کو رہا کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں۔

اگست میں، ایک شہری نے پشاور ہائی کورٹ سے استدعا کی کہ خیبر پختونخوا اور وفاقی حکومتوں کو ہدایت جاری کی جائے کہ وہ مذہب کے خلاف جرائم کیلیے خصوصی عدالتیں قائم کریں اور پاکستان پینل کوڈ باب XV کے تحت آنے والے ایسے جرائم سے نمٹنے کیلیے خصوصی طریقہ ہائے کار متعارف کرانے کیلیے قانون سازی کریں۔ پٹیشن میں کہا گیا تھا کہ چونکہ مذہبی جرائم کی نوعیت حساس ہے، ملزمان اور نظامِ انصاف سے منسلک افراد دونوں کو تحفظ اور مقدمات کی جلد تکمیل کی ضرورت ہے، جو یقینی بنانے میں موجودہ نظام ناکام رہا ہے۔

ستمبر میں، پشاور کی انسدادِ دہشتگردی عدالت نے توہین مذہب کے ایک زیرِ سماعت مقدمے کے ملزم کو عدالت میں ہلاک کرنے کے ایک مبینہ ملزم کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے، جسے حراست میں لینے سے پولیس ہچکچا رہی تھی۔

قانون کا نفاذ

امن عامہ

عالمی وبا میں شدت کے باوجود، سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں دہشت گردی اور تشدد کی دیگر اشکال میں درجنوں افراد جان سے گئے یا زخمی ہوئے۔ تقریباً تمام تر واقعات میں حملہ آوروں کی نشاندہی یا گرفتاری میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناکامی انھیں حاصل کھلی چھوٹ کی عکاسی کرتی ہے۔ نئے شامل کیے گئے قبائلی اضلاع بالخصوص پرتشدد کارروائیوں کا تر نوالہ رہے۔

دو پولیو کارکن - دونوں خواتین - اور ایک پولیس اہلکار کو نامعلوم افراد نے دو مختلف حملوں میں موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ خواتین کو صوابی میں گولی ماری گئی جبکہ پولیس اہلکار پولیو کے قطرے پلانے والی ایک ٹیم کو تحفظ فراہم کرتے ہوئے ایک آئی ای ڈی حملے کی زد میں آ کر ہلاک ہوا۔ ان اموات سے خیبر پختونخوا میں سال 2012 سے اب تک پولیو سے متعلقہ حملوں میں ہلاک ہونے والے افراد کی کل تعداد 27 ہو گئی ہے۔

اس سال کے دوران کم از کم چودہ مشتبہ دہشت گرد صوبہ میں مختلف آپریشنوں کے دوران سیکیورٹی فورسز کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ ان میں سے اپریل کے دوران شمالی وزیرستان اور مہمند میں سات، اور نومبر میں تحریک طالبان پاکستان سے تعلق رکھنے والے جنوبی وزیرستان میں تین اور شمالی وزیرستان میں چار عسکریت پسند مارے گئے۔

صوبے بھر میں عسکریت پسندوں کے مختلف حملوں میں درجنوں شہری ہلاک ہوئے۔ ان میں سے نو افراد پشاور میں ایک ہینڈ گرنیڈ حملے میں، ایک ہی خاندان کے سات افراد باجوڑ میں ایک گھر پر ہونے والے ایک راکٹ حملے میں، چار افراد جنوبی وزیرستان میں گھات لگا کر کیے گئے حملے میں اور ایک راہگیر اور ایک نامعلوم شخص شمالی وزیرستان کے علاقے میر علی میں مارے گئے۔ پشاور میں ایک مسجد اور مدرسے کے اندر ہونے والے بم دھماکے میں آٹھ طالب علم ہلاک جبکہ ایک سو سے زائد دیگر زخمی ہوئے۔ کوہاٹ کے ایک میڈیکل سٹور میں گولی مار کر شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے دو افراد کو ہلاک کیا گیا۔ خیبر پختونخوا کے مختلف علاقوں، بالخصوص قبائلی اضلاع میں، درجنوں شہریوں کو ہدفی حملوں میں زخمی بھی کیا گیا۔ پشاور، چارسدہ، دیر اور شمالی وزیرستان میں مختلف ہدفی حملوں میں آٹھ پولیس اہلکار بھی مارے گئے۔ حملہ آوروں میں سے کسی کی بھی نہ تو نشاندہی ہوئی اور نہ ہی گرفتاری۔

پشاور میں احمدی برادری سے تعلق رکھنے والے کم از کم تین افراد کو علیحدہ علیحدہ واقعات میں ہدف بنا کر ہلاک کیا گیا۔ ان میں توہین مذہب کے ایک معمر افراد ملزم طاہر احمد بھی شامل تھے، جنہیں کمرہ عدالت میں گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ قاتل کو بعد ازاں عدالتی احکامات کے تحت گرفتار اور اس کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔ زولوجی (Zoology) کے پروفیسر نعیم الدین خٹک کو ڈبگری کے پرہجوم علاقے کے قریب ان کی اپنی موٹر کار کے اندر گولی مار کر ہلاک کیا گیا۔ ایک اور

شخص محبوب خان کو بڈا بیر میں ایک بس اسٹاپ پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ان کے قاتل نامعلوم ہی رہے۔ ایک جذباتی ہجوم نے پشاور کے نواح میں لاٹھیوں اور پتھروں سے مسلح ہو کر ایک احمدی خاندان کے گھر کا گھیراؤ کیا۔ اس خاندان کو بعدازاں پولیس نے ایک محفوظ مقام پر منتقل کیا۔

جون میں تین پولیس اہلکاروں کو پشاور کے ایک پولیس اسٹیشن پر ایک شخص کو برہنہ کرنے اور اس سے بدسلوکی کرنے کی ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہونے کے بعد زدوکوب کرنے سمیت دیگر الزامات کے تحت مقدمہ درج کر کے گرفتار کیا گیا۔

ایک زیادہ مثبت پیش رفت یہ تھی کہ نومبر میں خیبر پختونخوا پولیس نے 2019 کے مقابلے میں 2020 کے دوران جرائم میں ''خاصی کمی'' ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ بھتہ خوری کے واقعات میں 26 فیصد، اغوا برائے تاوان کی وارداتوں میں 100 فیصد جبکہ ہدفی قتل کی وارداتوں میں 26 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ پولیس کا کہنا تھا کہ نیشنل ایکشن پلان کے تحت، خیبر پختونخوا میں جرائم پیشہ افراد کے خلاف 10,884 تلاشی اور چھاپے کے آپریشن کیے گئے جس دوران 48,255 قانون شکن افراد کو گرفتار کر کے 18,212 ہتھیار اور 410,248 گولیاں برآمد کی گئیں۔ قبل ازیں، ستمبر میں، صوبائی انصاف کمیٹی نے اعلان کیا تھا کہ خیبر پختونخوا میں فوجداری مقدمات کا تمام تر ریکارڈ ڈیجیٹلائز کیا جائے گا۔

ذیل میں جدول نمبر 1 2020 کے دوران افراد کے خلاف جرائم کی کل تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔

جدول نمبر 1: افراد کے خلاف جرائم، 2020

جرم کی نوعیت	**2020** کے دوران کُل وقوع
ریپ	278
ریپ بشمول قتل	7
نابالغوں کے ساتھ ریپ	264
غیرت کے نام پر جرائم	81
گھریلو تشدد	304
توہین مذہب	40
پولیس مقابلے	134

ذریعہ: خیبر پختونخوا پولیس، معلومات کیلیے ایچ آر سی پی کی درخواست کے جواب میں۔

قید خانے اور قیدی

سال 2020 کے دوران بھی قید خانے پرہجوم رہے، جہاں خاص طور پر قیدی کووِڈ 19 کی زد میں رہے۔ مارچ کے مہینے میں پشاور ہائی کورٹ کے دو ججوں نے مردان، صوابی اور نوشہرہ میں جیلوں کا معائنہ کر کے کووِڈ 19 کی وبا کے دوران قیدیوں کے لیے بڑھتے ہوئے جوکھم کا جائزہ لیا۔ انہوں نے صوبے کی جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدیوں کی تعداد پر اپنی تشویش کا اظہار کیا، اُس وقت یہ تعداد 10,480 مرد اور 181 خواتین قیدیوں کی بنا پر 11,000 سے زائد تھی۔ کم از کم 7,938 قیدیوں کے مقدمات زیرِ سماعت تھے۔ ججوں نے قیدیوں کے جوکھم کم کرنے کے اقدامات کرنے اور نظر بندوں کو آزمائشی بنیادوں پر رہا کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ معمولی جرائم میں قید اٹھارہ قیدیوں کو رہا کیا گیا، جبکہ فوری رہائی کیلیے زیرِ سماعت قیدیوں کے بیس مقدمات کو تیز تر کیا گیا۔ سال کے اختتام پر، وفاقی محتسب کے مطابق خیبر پختونخوا کی 38 جیلوں میں 11,170 قیدیوں کی گنجائش کے برعکس کُل 11,891 قیدی موجود تھے۔

خیبر پختونخوا حکومت نے یہ بھی اعلان کیا کہ کووِڈ 19 کے خلاف احتیاطی اقدام کے طور پر نئے قیدیوں کو لازماً چودہ دن تک پرانے قیدیوں سے علیحدہ قرنطینہ میں رکھا جائے گا۔ تمام صوبائی جیلوں میں آئسولیشن وارڈ اور قرنطینہ مراکز قائم کیے گئے، ملاقاتیوں پر پابندی عائد کی گئی جبکہ جسمانی دوری کو ممکنہ حد تک قابلِ عمل بنایا گیا۔ تمام جگہوں پر ماسک اور سینیٹائزر بھی فراہم کیے گئے۔

اکتوبر میں، چھ پولیس اہلکاروں کو مبینہ غفلت پر معطل کیا گیا جس کے باعث ایک زیرِ سماعت مقدمے میں پولیس حراست میں ایک خاتون کو ہری پور ضلعی عدالت کے احاطے میں اس کے شوہر نے قتل کر دیا۔ قبل ازیں، فروری میں مردان جیل میں ایک قیدی نے اطلاعات کے مطابق خودکشی کر لی تھی۔

جبری گمشدگیاں

مئی میں، عوامی نیشنل پارٹی نے اسلام آباد سے سنگ مرمر کا کاروبار کرنے والے ضلع بونیر کے ایک رہائشی حضرت علی کے اغوا اور گمشدگی کے خلاف خیبر پختونخوا اسمبلی سیکریٹریٹ میں ایک توجہ دلاؤ نوٹس جمع کرایا۔

بنیادی آزادیاں

نقل وحمل کی آزادی

سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں نقل وحمل کی آزادی نسبتاً محدود رہی۔ حکام اور حکومتی مالی معاونت سے چلنے والے اداروں کی انتظامیہ نے عوامی مقامات تک شہریوں اور افراد کی نقل وحمل کو محدود کر دیا۔

جنوری میں، شانگلہ ضلعی ہیڈکوارٹر اسپتال کی انتظامیہ نے صبح کے اوقات میں دواساز کمپنیوں کے نمائندوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی، جو کہ انتظامیہ کے بقول شعبہ بیرونی امراض کے کام کی روانی کو متاثر کر رہے تھے۔ جون میں، کرک کے علاقے کرد شریف کے باشندوں نے پنجاب پولیس کی جانب سے ایک ہفتہ طویل محاصرے کے خلاف احتجاج کیا، جس نے ایک مبینہ ملزم کی سپردگی کیلیے مقامی لوگوں پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے پنجاب کو جانے والی واحد زمینی گذرگاہ بند کر دی تھی۔ مقامی باشندوں کا کہنا تھا کہ انہیں نتیجتاً غذائی اجناس اور دیگر ضروری اشیائے صرف کی انتہائی تنگی کا سامنا ہے۔ جون میں خیبر کے ٹرانسپورٹرز نے ایک نئی چیک پوسٹ کے خلاف احتجاج کیا اور الزام عائد کیا کہ اس پر تعینات اہلکار افغانستان جانے والی گاڑیوں سے باڑہ میں بھتے کے طور پر رقوم وصول کر رہے ہیں۔

حسب توقع، 2020 کرونا سے متعلق پابندیوں کا سال رہا۔ مارچ میں، خیبر پختونخوا حکومت نے ایک ہفتے کیلیے بین الاضلاع عوامی ٹرانسپورٹ پر پابندی عائد کی جبکہ تجارتی مراکز، مارکیٹیں اور ریسٹورنٹس بھی بند کر دیئے گئے۔ جون میں، پشاور کے باچا خان انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر مسافروں کے ہمراہ آنے والے افراد کی آمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ جولائی

بشکریہ: ٹی این این

خیبر پختونخوا میں ٹرانسپورٹرز نے یہ کہہ کر ایک نئی چیک پوسٹ کے خلاف مظاہرہ کیا کہ وہاں تعینات اہلکار افغانستان جانے والی گاڑیوں سے باڑہ میں بھتا وصول کرتے ہیں

میں، حکومت نے، سیاحت کو روکنے کی غرض سے صوبے کے پہاڑی مقامات پر تمام ہوٹل اور گیسٹ ہاؤسز خالی کرادیے تاہم وزیراعظم کو استثنیٰ دیا گیا جو نجی تعطیلات پر وہاں پہنچے تھے۔ اگست میں، ضلعی انتظامیہ نے ہزاروں سیاحوں کو عیدالاضحیٰ کے موقع پر سوات میں داخل ہونے سے روک دیا، جس کے نتیجے میں طویل ٹریفک جام کی صورت حال درپیش آئی۔ سیاحتی صنعت نے بقول ان کے ''غیر مناسب'' پابندیوں کے خلاف احتجاج کیا، جس کے نتیجے میں ان کے بقول شعبے میں 56,000 ملازمتیں ختم ہوگئیں۔

جنوری میں، وزیراعلیٰ نے خیبر میں، 43 کلومیٹر طویل باڑہ- مستک روڈ کو چوڑا کرنے کے ایک منصوبے کا افتتاح کیا۔ 2020 میں مکمل ہونے والی اس سڑک کے بننے سے سفری وقت آدھا ہوجائے گا۔ ستمبر میں، حکومت نے قانونی دستاویزات کے حامل افراد کو طورخم میں پیدل پاکستان- افغان سرحد پار کرنے کی اجازت دی۔

اجتماع کی آزادی

خیبر پختونخوا میں کووِڈ 19 کا پھیلاؤ روکنے کی غرض سے اجتماع کی آزادی پر سرکاری قدغن نے تجارت، سیاسی جماعتوں اور شہریوں کے گروپوں کیلیے مشکلات پیدا کیں۔ اپریل میں، خیبر پختونخوا کے کئی اضلاع میں تاجر انجمنوں نے حکومت کی جانب سے اپنی سرگرمیوں پر ''غیر ضروری پابندیوں'' اور مارکیٹوں کی جبری بندش کے خلاف احتجاج کیا۔ سرحد چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری نے ان کی حمایت کی، جس نے حکومت کی جانب سے کووِڈ 19 کے خلاف وسیع تر اقدامات کی مخالفت کرتے ہوئے ان کی مزاحمت کا اعلان کیا۔ پشاور کے ٹرانسپورٹروں نے بھی حکومت کی جانب سے ان کے لیے امدادی پیکیج کا اعلان نہ کیے جانے پر اپنی گاڑیوں کے ذریعے شہر کے راستوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنے کی دھمکی دی۔ یہ عوامی ٹرانسپورٹ پر طویل بیس روزہ بندش کا ردعمل تھا۔

جون میں، دیر زیریں میں حزبِ اختلاف کی جماعتوں نے، کووِڈ 19 کے لاک ڈاؤن کی وجہ سے دنیا بھر میں پھنسے خیبر پختونخوا سے تعلق رکھنے والے پاکستانیوں کو وطن واپس لانے میں ناکامی پر حکومت کے خلاف احتجاج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ خلیجی ممالک میں کئی تارکینِ وطن کووِڈ 19 کی وجہ سے ہلاک ہوچکے ہیں اور ان کی لاشیں ورثا کو بھیجنے کے بجائے خلیجی ممالک ہی میں دفن کی گئی ہیں، جبکہ پاکستانی قونصل خانے خطے میں موجود دیگر لاکھوں پاکستانیوں کی مدد کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

کئی شہری اور سیاسی کارکنوں نے حقوق کی خلاف ورزی اور اربابِ اختیار کی جانب سے سردمہری کے خلاف احتجاج کیے۔ فروری میں، جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمان نے بری حکم رانی، قیمتوں میں اضافے اور سیاسی حقوق کی عدم فراہمی کے خلاف خیبر پختونخوا، پنجاب اور اسلام آباد میں اپنی جماعت کی جانب سے حکومت مخالف احتجاج کے نئے مرحلے کا اعلان کیا۔ اگست میں، شہریوں کے ایک گروپ نے صوبہ بھر میں مستقل اور غیر اعلانیہ بجلی کی بندش کے خلاف پشاور ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی۔ شمالی وزیرستان کے علاقے شوال سے تعلق رکھنے والے

بے گھر کیے گئے قبائلیوں نے چلغوزے کی کاشت کیلیے اپنے گاؤں جانے کی اجازت کا مطالبہ کرتے ہوئے بنوں- میران شاہ روڈ بند کر دی، ان کا دعویٰ تھا کہ انہیں 2014 میں شروع کیے گئے فوجی آپریشن ضربِ عضب کے بعد اپنے علاقوں کو واپس جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔ اگست میں، شانگلہ کول مائن ورکرز ایسوسی ایشن نے پیشہ وارانہ صحت اور حفاظتی قوانین پر عمل درآمد میں ناکامی کی وجہ سے کانوں میں پیش آنے والے حادثات کے باعث کان کنوں کی ہلاکتوں کے خلاف احتجاج کیا۔

انجمن سازی کی آزادی

جنوری میں حکومت نے شفافیت کی عدم موجودگی کا الزام عائد کرتے ہوئے صوبے میں کام کرنے والی 65 فیصد غیر سرکاری تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کر کے ان کے بینک اکاؤنٹس منجمد کر دیے۔ خیبر پختونخوا کی 5,931 غیر سرکاری تنظیموں میں سے 3,851 کے خلاف یہ کارروائی عمل میں لائی گئی، جن میں سے 3,030 محکمہ سماجی بہبود جبکہ 821 محکمہ صنعت کے ہاں رجسٹرڈ تھیں۔ سرکاری اہلکاروں کا دعویٰ تھا کہ یہ کارروائی فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کی شرائط پر عمل درآمد کیلیے غیر سرکاری تنظیموں کی سرکاری جانچ پڑتال کے تحت کی گئی۔

جمہوری ترقی

سیاسی شرکت

حال ہی میں خیبر پختونخوا میں شامل کیے گئے قبائلی اضلاع کی سیاسی شراکت کا وعدہ بڑی حد تک سراب ہی رہا۔ جنوری کے دوران، سابقہ وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے خیبر پختونخوا اسمبلی کے اراکین نے صوبائی حکومت کی جانب سے ''وعدوں کی عدم تکمیل'' کے خلاف احتجاج کیا۔ جولائی 2019 میں ایوان کا حصہ بننے کے بعد علاقے سے تعلق رکھنے والے اراکینِ اسمبلی کا یہ پہلا احتجاج تھا۔

قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اسمبلی اراکین نے بعدازاں صحافیوں کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے، جن میں خیبر پختونخوا اسمبلی میں انضمام شدہ قبائلی اضلاع کیلیے نشستوں کی تعداد میں اضافے کیلیے آئینی ترمیم، کان کنی اور معدنی وسائل پر قانون میں ترمیم کا جائزہ، عبوری خصوصی رعایتیں اور دس برس کیلیے زرتلافی پیکیج، قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ میں تین فیصد حصہ داری اور ڈیورنڈ لائن کے دونوں اطراف رہنے والے لوگوں کیلیے سرحد پار کرنے کی اجازت شامل تھے۔ مارچ میں پشاور میں حکومت کے ساتھ منعقدہ ایک جرگے میں بھی قبائلی اضلاع سے تعلق رکھنے والے عمائدین اور اراکینِ پارلیمنٹ نے اسی نوعیت کی بات کی اور سویلین ٹھیکیداروں کو اربوں روپے تفویض کرنے کی بجائے متاثرہ گھروں کی ازسرِنوتعمیر کا مطالبہ کیا۔

فروری میں، نئے شامل کردہ قبائلی اضلاع سے اراکینِ اسمبلی کو شامل کرنے کی غرض سے خیبر پختونخوا اسمبلی کی تمام سٹینڈنگ کمیٹیاں توڑ دی گئیں۔ قبائلی ایجنسیوں کے چھ سرحدی علاقوں کی شمولیت کے بعد اسمبلی اراکین کی تعداد 124 سے بڑھ کر 145 ہوگئی ہے۔ ہر سٹینڈنگ کمیٹی کے اراکین کی تعداد نو سے بڑھا کر 13 کی گئی۔

جنوری میں پشتون تحفظ موومنٹ کے رہنما منظور پشتین کو غداری سمیت مختلف الزامات کے تحت گرفتار کر کے چودہ روزہ عدالتی ریمانڈ پر پشاور سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی، پختونخوا ملی عوامی پارٹی اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گرفتاری کی مذمت کرتے ہوئے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ جون میں، حکمران جماعت کے رکن اسمبلی اور وزیر دفاع پرویز خٹک نے پی ٹی ایم رہنماؤں کو ان کے مطالبات پر مذاکرات کیلیے مدعو کیا اور انہیں یقین دہانی کرائی کہ انضمام شدہ قبائلی اضلاع میں انسانی زندگیوں اور گذر بسر کے ذرائع میں بہتری کا پی ٹی ایم کا ایک اہم مطالبہ حکومت کی اولین ترجیح ہے۔

جولائی میں، خیبر پختونخوا حکومت نے خرکمر فوجی چیک پوسٹ پر مبینہ تصادم کے حوالے سے منظور پشتین، اراکین قومی اسمبلی علی وزیر اور محسن داوڑ اور دیگر پارٹی کارکنوں کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات واپس لے لیے۔ محکمہ انسدادِ دہشت گردی نے پی ٹی ایم رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف مئی 2019 میں خرکمر فوجی چیک پوسٹ پر مبینہ حملہ کرنے

کے پی کی حکومت نے منظور وزیر، علی وزیر اور محسن داوڑ کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات واپس لے لیے

کے الزام میں ایک ایف آئی آر درج کی تھی اس وقوعے میں تیرہ افراد ہلاک اور مزید کئی زخمی ہوئے تھے۔

اگست میں، حکومت نے انسانی حقوق کی ترویج، تحفظ اور اطلاق کے ایکٹ 2014 کے تحت انسانی حقوق کی صورت حال کی نظرداری کیلیے ڈپٹی کمشنروں کی سربراہی میں صوبے کے تمام اضلاع میں خصوصی کمیٹیاں تشکیل دیں۔

مقامی حکومت

2020 میں مقامی حکومتوں کے قانون میں ترامیم کے باوجود، حکومت 2020 میں مقامی اداروں کے انتخابات منعقد کرانے کے ضمن میں اقدامات کرنے میں ناکام رہی۔ خیبر پختونخوا میں گذشتہ مقامی اداروں کی چار سالہ میعاد اگست 2019 میں مکمل ہوئی تھی، خیبر پختونخوا مقامی حکومتوں کے ایکٹ 2019 اور انتخابات ایکٹ 2017 کے تحت یہ انتخابات 2019 کے اختتام سے قبل ہونا چاہیئے تھے تاہم 2020 کے اختتام تک بھی صوبے میں مقامی اداروں کے انتخابات منعقد نہیں ہو سکے۔ مئی میں، صوبائی گورنر کا کہنا تھا کہ کووڈ 19 کی وبا نے انتخابات کے انعقاد کو مشکل بنا دیا ہے اور خیبر پختونخوا وبا پر کنٹرول اور ہنگامی امدادی آرڈیننس 2020 جاری کیا، جس نے دیگر چیزوں کے علاوہ، خیبر پختونخوا مقامی حکومتوں کے ایکٹ میں ترمیم کرتے ہوئے مقامی انتخابات کا انعقاد میعاد مکمل ہونے کے 120 دن کے اندر کرانے کی شرط کو دو سال کے اندر کرانے میں بدل دیا۔

خیبر پختونخوا محکمہ مقامی حکومت کو ارسال کیے گئے ایک سرکاری خط میں الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اس آرڈیننس پر اعتراض کرتے ہوئے اسے آئین کی خلاف ورزی قرار دیا۔ حکومت کا کہنا تھا کہ وہ 2017 کی مردم شماری، جس کا مستند ہونا سیاسی طور پر متنازع ہے، کے نتائج کے سرکاری نوٹیفکیشن کے بغیر حلقہ بندی میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کو

سہولت فراہم نہیں کر سکتی اور نہ ہی نئی حلقہ بندیوں کے ضوابط متعین کر سکتی ہے۔

نومبر میں سپریم کورٹ نے خیبر پختونخوا حکومت کو متنبہ کیا کہ آئین کے مطابق فوری طور پر مقامی اداروں کے انتخابات منعقد کرانے میں ناکامی کی صورت میں اس کے خلاف توہینِ عدالت کی کارروائی کی جائے گی۔ قبل ازیں، جنوری میں، کہا گیا کہ حکومت شامل شدہ قبائلی علاقوں کے اضافی انتظامی بوجھ کی وجہ سے مستقبل کے مقامی اداروں کے انتخابات پہلے مرحلے میں دیہی اور محلّہ کونسل کی سطح پر اور دوسرے مرحلے میں تحصیل کے انتخابات کے طور پر دو مراحل میں کرانے پر غور کر رہی تھی۔ تاہم، اس ضمن میں سرکاری تفصیلات سامنے نہیں لائی گئیں۔

جولائی میں، خیبر پختونخوا کابینہ نے خیبر پختونخوا مقامی حکومتوں کے ایکٹ 2019 میں تبدیلیوں کی منظوری دی، جن کے تحت صوبے کی تحصیل کونسلوں کو اپنی حدود میں واقع نجی ہاؤسنگ اسکیموں پر ضوابطی اختیارات استعمال کرنے کا اہل بنایا گیا۔ اس ترمیم کو ایوان میں کسی بحث و تمحیص کے بغیر خیبر پختونخوا اسمبلی سے منظور کرانے کی جلد بازی کی گئی، جس پر حزبِ اختلاف نے الزام عائد کیا کہ اس ترمیم کا مقصد کچھ بڑے بلڈرز کو فائدہ پہنچانا تھا کیونکہ انہیں پلاٹ یا گھر فروخت کرنے سے قبل پچاس کروڑ کی بینک گارنٹی جمع کرانے کا پابند بنایا گیا تھا جس سے چھوٹے بلڈر عملاً میدان سے باہر ہو گئے۔

سرکاری دستاویزات کے مطابق خیبر پختونخوا حکومت مالیاتی سال 2019/20 کیلیے صوبے میں مقامی حکومتوں کیلیے صوبائی مالیاتی کمیشن کی جانب سے مختص 46 ارب روپوں میں سے 43 ارب روپے استعمال کرنے میں ناکام رہی اور فقط تین ارب روپے مصرف میں لائے گئے۔ فنڈز کا یہ استعمال خیبر پختونخوا مقامی حکومتوں کے ایکٹ 2013 کی خلاف ورزی تھا۔ سرکاری حکام کا ماننا تھا کہ فنڈز کے جاری نہ ہونے سے ضلعی، تحصیل اور دیہی اور محلّہ کونسل سمیت مقامی حکومتوں کے نظام کی تینوں سطحوں میں سے کسی میں بھی کوئی نیا ترقیاتی منصوبہ شروع نہیں کیا جا سکا۔ 2016/17 سے 2019/20 تک کے چار مالیاتی برسوں کے دوران خیبر پختونخوا کی مقامی حکومتوں کے لیے کُل 144 ارب روپے مختص کیے گئے تاہم اس کے نصف سے بھی کم، تقریباً 77 ارب روپے، جاری کیے گئے، جس سے مقامی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔

جولائی میں خیبر پختونخوا حکومت کا کہنا تھا کہ ریسکیو 1122 کو صوبے میں شامل کردہ قبائلی اضلاع کی تمام تحصیلوں تک وسعت دی گئی ہے، جس کے لیے مختص 1,800 میں سے 1,200 اسامیاں پُر کر دی گئی ہیں۔ 15 تحصیلوں میں دو ارب چالیس کروڑ روپے کی لاگت سے ریسکیو مراکز قائم کیے جائیں گے۔

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں کام کاج کی جگہوں بالخصوص تعلیمی اداروں میں خواتین کو ہراساں کرنے کے واقعات سامنے آتے رہے۔ مارچ میں، ڈیرہ اسماعیل خان کی گومل یونیورسٹی کے چار ملازمین کو کئی طالبات کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے الزامات ثابت ہونے کے بعد ملازمتوں سے برطرف کردیا گیا۔ اکتوبر میں، سوات یونیورسٹی کی ایک خاتون لیکچرر نے رجسٹرار، ڈپٹی رجسٹرار اور پرووسٹ کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کا مرتکب قرار دیتے ہوئے الزام لگایا کہ ان کا ترقی پانے کی کوشش کے بعد جنسی آسودگی فراہم کرنے سے انکار پر سزا کے طور پر مردوں کے کیمپس تبادلہ کردیا گیا۔ نومبر میں، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور کی کئی طالبات نے احتجاج کرتے ہوئے اُن اساتذہ کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا جن پر انہوں نے جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام عائد کیا تھا۔ قبل ازیں، جنوری میں، خیبر پختونخوا اسمبلی نے خیبر پختونخوا میں کام کاج کی جگہوں پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف تحفظ کا (ترمیمی) بل 2020، منظور کرکے خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی کے 30 واقعات کی سماعت کیلیے سول سوسائٹی تنظیموں سے کسی محتسب کی تعیناتی کی اجازت دی۔

اگست میں، سحری کے دوران گرم کھانا فراہم کرنے پر ناکامی پر اپنی بیوی کو گولی مار کر قتل کرنے والے شخص کو کوہستان میں گرفتار کیا گیا۔ نومبر میں، ایک نجی اسکول کی خاتون ٹیچر کو سکول جاتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان میں کئی افراد نے بندوق کے زور پر اغوا کیا۔ ایک مثبت پیش رفت کے طور پر، نومبر میں خیبر پختونخوا کی انسداد ہراسگی محتسب رخشندہ ناز نے تمام ضلعی کمشنروں کو نوٹس ارسال کرکے خواتین کو ان کی خاندانی املاک میں حصہ دینے سے انکار سے متعلق شکایات پر کی گئی کارروائی کی تفصیل فراہم کرنے کی ہدایت جاری کی۔ یہ ہدایت خواتین کو منقولہ اور غیر منقولہ وراثتی املاک میں ان کے حصے سے محروم رکھنے والے لوگوں کے خلاف خیبر پختونخوا حقِ ملکیت پر عمل درآمد ایکٹ 2019 کے سیکشن 4 کے تحت پشاور کے ایک وکیل کی جانب سے دائر ایک شکایت کے جواب میں جاری کی گئی۔

ذرائع ابلاغ میں آنے والی رپورٹوں پر مبنی، ایچ آر سی پی نے سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں غیرت کے نام پر قتل کی 26 وارداتوں کا اندراج کیا گیا، جس کے 42 شکار افراد میں سے 21 مرد اور 21 خواتین تھے۔ جدول 1 میں خیبر پختونخوا پولیس کی جانب سے فراہم کیے گئے غیرت کے نام پر قتل کے اعداد و شمار مذکورہ بالا سے کہیں زیادہ ہیں کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ صنف کی بنیاد پر تشدد کے تمام تر واقعات ذرائع ابلاغ میں رپورٹ ہوئے ہوں۔

جنوری میں، خیبر پختونخوا انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ نے حکومتِ جاپان اور یو این وومین ان پاکستان کے تعاون سے پنک ساکو رابسوں کی خواتین مسافروں کیلیے ''محفوظ خواتین'' موبائل فون اپلیکیشن کا ایک بہتر نمونہ جاری کیا۔ مردان اور

ایبٹ آباد میں صرف خواتین کیلیے مختص 14 بسیں حاصل کیے جانے کے بعد، ایپلیکیشن کی تجدید کی گئی ہے تاکہ مسافر خواتین اپنے سفر کے دوران خاندان اور دوستوں سے رابطے میں رہ سکیں۔

جنوری میں، خواتین کے سیاسی، معاشی، سماجی اور قانونی حقوق سے متعلق آگہی پھیلانے کی ''واک (لغوی ترجمہ اختیار) تحریک'' نامی صرف خواتین کی ایک تحریک نے پشاور میں ایک عوامی ثقافتی پروگرام کا انعقاد کر کے اپنے قیام کی پہلی سالگرہ منائی۔ اس تقریب میں پختون خواتین کو درپیش مسائل کو اجاگر کیا گیا۔ 8 مارچ کو بین الاقوامی یومِ خواتین کے موقعہ پر خواتین حقوق کی سرگرم کارکنوں نے پشاور میں ایک مشعل بردار ریلی کے ذریعے تعلیم، وراثت اور کام کاج کے حقوق اور سیاسی، سماجی اور اقتصادی شعبوں میں یکساں حصہ داری سمیت یکساں حقوق کا مطالبہ کیا۔ جولائی میں، الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اعلان کیا کہ خیبر پختونخوا سمیت چاروں صوبوں میں، کم از کم ایک خاتون ضلعی الیکشن کمشنر کی تعیناتی کی جائے گی۔ اس نے صفیہ اکبر، چارسدہ، سمیت مختلف ضلعی الیکشن کمشنران کی فوری تعیناتی بھی کی۔

اکتوبر میں، الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ضلعی سطح کے اعداد وشمار سے ظاہر ہوا کہ خیبر پختونخوا کے ایک ضلع سمیت پاکستان کے 16 اضلاع میں صنفی عدم توازن 200,000 سے زیادہ ہے۔ پشاور ضلع میں، یہ صنفی فرق 2018 میں مردوں کے مقابلے میں 245,000 کم خواتین، رجسٹرڈ ووٹر سے بڑھ کر 2020 میں 261,000 ہو گیا ہے۔ سال 2020 میں پشاور میں مرد ووٹرز کی تعداد دس لاکھ پانچ ہزار تھی جبکہ خواتین کی تعداد سات لاکھ اکسٹھ ہزار تھی۔ خیبر پختونخوا سے تعلق رکھنے والے دیگر اعداد وشمار سے واضح ہوتا ہے کہ مردان میں 2018 کے دوران یہ فرق سات لاکھ اکسٹھ ہزار تھا جو کہ 2020 میں بھی برقرار رہا ہے۔ پاکستان کے ان پندرہ اضلاع جہاں خواتین ووٹرز کا تناسب 46 فیصد ہے، میں خیبر پختونخوا کا ایبٹ آباد بھی شامل ہے۔ شمالی وزیرستان میں 62 فیصد مرد ووٹرز کے مقابلے میں خواتین ووٹرز کی تعداد فقط 38 فیصد ہے، جبکہ جنوبی وزیرستان اور مہمند میں خواتین کُل رجسٹرڈ ووٹرز کا فقط 39 فیصد ہیں۔

خواجہ سرا برادری

جنوری میں وزیر اعظم عمران خان نے پشاور میں اعلان کیا کہ صحت سہولت پروگرام کے تحت صحت کی سہولیات کا دائرہ خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے افراد تک وسیع کیا جائے گا۔ انہوں نے خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک پر افسوس کا اظہار کیا اور برادری کو یقین دہانی کرائی کہ خیبر پختونخوا حکومت ان کے تحفظ کیلیے پرعزم ہے۔

جون میں، خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے دو افراد بلال اور طاہر اُس وقت زخمی ہو گئے جب انہوں نے چمکنی میں اپنے دوست احمد کے اغوا کی مزاحمت کی۔ ستمبر میں خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والا شکیل عرف گل پنرہ ہلاک جبکہ چاہت نامی دوسرا فرد زخمی ہوا۔ فائرنگ کا یہ واقعہ پشاور کے علاقے تہکال میں پیش آیا۔ اُسی ماہ، خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے سعد خان کو تقاریب میں رقص کرنے پر اس کے تیرہ سالہ بھائی نے صوابی میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

بچے

سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں زیادتی اور قتل سمیت بچوں کے خلاف جرائم کی بہتات رہی۔ ان کے جوکھم کے شکار ہونے میں پولیو کے قطروں کی نامناسب فراہمی نے ان کی صحت سے متعلق خدشات میں مزید اضافہ کر دیا۔

گذشتہ برس کے دوران صوبہ بھر سے بچوں کے ساتھ زیادتی کی کم از کم نو وارداتیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے منظرِ عام پر آئیں، متاثرہ بچوں میں ہنگو، بونیر، پشاور، نوشہرہ، مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے اضلاع میں علیحدہ علیحدہ واقعات میں ڈھائی سال سے لیکر چودہ سال کی عمر کی سات لڑکیاں شامل ہیں۔ ان میں سے چار کو جنسی درندگی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ ایک وقوعے میں، چودہ سالہ ایک لڑکی جس کو پانچ برس کی عمر سے جسم فروشی میں دھکیلا گیا تھا، اپنے والد اور بھائی کی جنسی زیادتی کا نشانہ بنتی رہی۔ دس سے چودہ برس کے دو لڑکوں کے ساتھ بھی زیادتی کی گئی جن میں سے ایک

2020ء میں خیبر پختونخوا میں بچوں کے خلاف جرائم، بشمول جنسی زیادتی اور قتل کے واقعات بلا روک ٹوک جاری رہے

کے ساتھ تین مردوں نے اجتماعی زیادتی کی۔ زیادتی کی پانچ وارداتوں کے مبینہ ملزموں کو حراست میں لیا گیا۔

''ظالمانہ اعداد و شمار'' کے زیرِ عنوان ساحل کی سالانہ رپورٹ نشاندہی کرتی ہے کہ سال کے دوران بچوں کے خلاف تشدد کے 2,960 واقعات میں سے 215 کا تعلق خیبر پختونخوا سے تھا۔ اس کُل تعداد میں سے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 1,823 واقعات میں سے 122 خیبر پختونخوا میں پیش آئے، جن میں سے زیادہ تعداد ہری پور، پشاور اور نوشہرہ سے تھی۔

نومبر کے اختتام پر، خیبر پختونخوا میں پانچ سال سے کم عمر 64 لاکھ بچوں کو انسدادِ پولیو پروگرام کے تحت پولیو ویکسین کے قطرے پلانے کی سال کی آخری مہم شروع کی گئی۔ عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ کے مطابق خیبر پختونخوا میں

2019 کے دوران پانچ (تین اضلاع میں) اور 2020 کے دوران (11 اضلاع میں) 42،CVD PV2 کیسز کی نشاندہی ہوئی ہے۔ جنوری سے نومبر 2020 کے دوران پاکستان بھر سے رپورٹ ہونے والے 81 میں سے 42 کیسز کا تعلق خیبر پختونخوا سے تھا۔ تاہم، سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں پولیو کیسز میں کمی کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ 2019 میں یہ تعداد 66 تھی۔

پولیو کے قطرے پلانے سے انکار صوبے میں بڑے پیمانے پر برقرار رہا۔ اگست میں تین روزہ پولیو مہم کے اختتام پر جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ خیبر پختونخوا کے 22 اضلاع میں ہدف بنائے گئے 25 لاکھ بچوں میں سے 201,268 بچے پولیو کے قطروں سے محروم رہے، جن میں 71,170 انکار کے کیسز بھی شامل ہیں۔ 41,541 کیسز کے ساتھ پشاور انکار کرنے میں سرِ فہرست تھا۔ کورونا وائرس کی وجہ سے صوبے کے سرحدی علاقوں میں مارچ تا اگست یہ مہم روک دی گئی۔ مئی میں، یہ امر سامنے آیا کہ انسداد پولیو کیلیے ہنگامی آپریشن مراکز کا اکثر عملہ کووِڈ 19 کے خوف کی بنا پر غیر حاضر رہے، جس کے باعث انسداد پولیو کی مہم شدید متاثر ہوئی۔

جولائی میں، بچوں کے ساتھ زیادتیوں پر ایک خصوصی کمیٹی نے خیبر پختونخوا اسمبلی کو پیش کی گئی اپنی ایک رپورٹ میں فحش نگاری، جنسی زیادتی اور سمگلنگ/تجارت سمیت بچوں کے خلاف متعدد جرائم کی سزاؤں کے دورانیے میں اضافے اور اضلاع میں بچوں کے تحفظ کے غیر فعال مراکز کو از سرِ نو فعال بنانے کی تجویز پیش کی۔ کمیٹی قبل ازیں 2020 میں عوامی غم وغصے کا باعث بننے والے نوشہرہ میں ایک نابالغ بچی کے ساتھ جنسی زیادتی اور قتل کے بعد تشکیل دی گئی تھی۔ کمیٹی نے یہ سفارش بھی کی کہ بچوں کے تحفظ اور فلاح کا کمیشن جنسی زیادتیوں کے مرتکبین کا ایک عوامی رجسٹر تیار کرے۔

اگست میں، شامل ہونے والے قبائلی اضلاع میں صوبے بھر میں قائم پشاور، مردان اور ایبٹ آباد کے بعد بچوں کے تحفظ کی پہلی عدالت قائم کی گئی۔ نیا عدالتی کمرہ اور اس کے قریب کا احاطہ شوخ رنگوں سے رنگے گئے تھے اور ان میں بچوں کیلیے کھلونوں رکھے گئے تھے۔ اکتوبر میں، پشاور ہائی کورٹ نے انتظامیہ کو پاکستان میں سمگل کیے گئے دس افغان بچوں کو پشاور میں واقع افغان قونصل خانے کے سپرد کرنے اور ان کو ان کے والدین سے ملانے کی یقین دہانی کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ ان بچوں کو غیر قانونی طور پر خیبر پختونخوا لا کر نوشہرہ کے ایک مدرسے میں داخل کیا گیا تھا۔

سال کے دوران بچوں کے خلاف تشدد کے کئی واقعات رونما ہوئے۔ اپریل میں، ایک شخص نے اپنی سات سالہ بھتیجی کو شور وغل کرنے پر گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ ٹوپی کے گاؤں مانئی میں ایک مدرسے کے معلم اعلیٰ نے سبق یاد نہ کرنے پر ایک بارہ سالہ طالب علم کو شدید زدوکوب کیا۔ جولائی میں، ایک بارہ سالہ نو بیاہتا دلہن دیر زیریں میں اپنی شادی کے ایک ہفتے کے بعد غیر واضح حالات میں مردہ پائی گئی۔ نومبر میں، اپنی گمشدگی کے ایک روز بعد، پشاور کے ایک قبرستان سے ایک سات سالہ لڑکی کی جلی ہوئی نعش برآمد ہوئی۔ یہ مذکورہ علاقے میں ایک ہفتہ قبل چاک کیے ہوئے پیٹ کے ساتھ ایک چار سالہ لڑکے کی برآمدگی کے بعد دوسرا واقعہ تھا۔ جون میں، شمالی وزیرستان کے ایک مدرسے کی چھت گرنے کے نتیجے میں سات بچے ہلاک جبکہ تیرہ دیگر زخمی ہو گئے۔

جولائی میں، پشاور ہائی کورٹ نے ایک آٹھ سالہ لڑکے کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے والے ایک نوعمر ملزم کی درخواستِ ضمانت مسترد کرتے ہوئے فیصلہ صادر کیا کہ نوعمر ہونا کسی دوسرے فرد کے خلاف ایسا گھناؤنا جرم کرنے کا لائسنس جاری نہیں کرتا۔ عدالت نے ملزم کو نوعمر افراد کے ساتھ نظامِ انصاف ایکٹ 2018 کے تحت برتاؤ کرنے کی اپیل اور ملزم اور زیادتی کے شکار کے خاندانوں کے درمیان کسی تصفیہ کو بھی مسترد کردیا۔ جون میں، مذکورہ سولہ سالہ ملزم نے مردان کے علاقے میں بچے کو بہلا پھسلا کر ایک ویران جگہ پر جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔

محنت کش

سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں روزگار، اُجرتوں، پینشنوں، ریٹائرمنٹ، کام کاج کے مقام پر تحفظ اور کووِڈ 19 کے اثرات سمیت محنت کشوں کے حقوق سے متعلق کئی امور نمایاں رہے۔

فروری میں، بونیر کے علاقے میں سنگ مرمر کی ایک کان کے کھسکنے کے باعث نو محنت کش ہلاک جبکہ سات زخمی ہوگئے۔ خیبر پختونخوا کی کانیں پاکستان بھر میں سنگ مرمر کی سالانہ کھپت کا تقریباً ستر فیصد فراہم کرتی ہیں، نتیجتاً صوبے کو اربوں روپے کی آمدنی حاصل ہوتی ہے، تاہم کان کنوں کے تحفظ کیلیے بمشکل ہی کچھ خرچ کیا جاتا ہے۔ ستمبر میں، مہمند ضلع کے علاقے زیارت میں سنگ مرمر کی ایک کان میں تودہ پھسلنے کے نتیجے میں 24 کان کن ہلاک جبکہ کئی دیگر زخمی ہوگئے۔ کان کے دھنس جانے کے بعد صوبائی ڈزاسسٹر مینیجمنٹ اتھارٹی نے بحالی کا آپریشن کیا۔

مارچ میں حکومت نے کووِڈ 19 کے پیشِ نظر پچاس سال سے زائد عمر کے تمام ملازمین، حاملہ خواتین اور کسی بھی نوعیت کی طبی پیچیدگی کے شکار افراد کو پندرہ روز کیلیے مع اُجرت کے گھر پر رہنے کا کہا۔ اپریل میں خیبر پختونخوا کے وزیراعلیٰ نے اعلان کیا کہ عالمی وبا کے اثرات کو کم کرنے کی غرض سے حکومت نے روزانہ اُجرت پر کام کرنے والے محنت کشوں اور غریب آبادی کو گذر بسر میں راحت پہنچانے کیلیے 13 ارب روپے مختص کیے ہیں، جو کہ صوبے کی کُل آبادی کے 43 فیصد کیلیے امدادی پیکیج کی صورت میں تھا۔

فروری میں پشاور ہائی کورٹ نے اعلان کیا کہ خیبر پختونخوا حکومت کی جانب سے خیبر پختونخوا سول سرونٹس (ترمیمی) ایکٹ 2019 کے تحت اپنے ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر کو 60 سال سے بڑھا کر 63 سال کرنے کا عمل ''غیر آئینی'' ہے۔

مارچ میں ضلع دیر بالا میں پولیس نے تنخواہوں کی عدمِ فراہمی کے خلاف احتجاج کرنے پر ضلعی ہیڈکوارٹر اسپتال کے گریڈ 4 کے درجنوں نئے مقرر کردہ ملازمین کو گرفتار کرلیا۔ جون میں، خبریں آئیں کہ خیبر پختونخوا حکومت دو ہزار گرلز کمیونٹی سکولوں کی اساتذہ کو کم از کم اُجرت سے کم تنخواہیں دے رہی ہے۔ 2019 میں حکومت نے غیر ہنرمند محنت کشوں کیلیے 17,500 روپے کی کم از کم اُجرت متعین کی تھی، تاہم وہ ایلیمنٹری اور سیکنڈری ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسکولوں کی/کے

اساتذہ کو 15,000 روپے یا اس سے بھی کم ادا کر رہی تھی۔ جولائی میں خیبر پختونخوا اسمبلی کو مطلع کیا گیا کہ خصوصی کووِڈ 19 ہنگامی صورت حال کے پیش نظر مارچ میں چھ ماہ کیلیے سرکاری اسپتالوں کے 1,200 ایڈہاک ڈاکٹروں کو معاوضہ نہیں دیا گیا۔ اگست میں حکومت نے خیبر پختونخوا اسمبلی کو مطلع کیا کہ مساجد کے 122,234 پیش اماموں کو ماہانہ دس ہزار روپے محنتانہ دیا جائے گا، یہ مجموعی رقم سالانہ دو ارب ساٹھ کروڑ روپے بنتی ہے۔

معمر افراد

مارچ میں، وزیراعلیٰ کے مشیر برائے اطلاعات اجمل وزیر نے کہا کہ پیرانہ سال آبادی کا تحفظ انتہائی اہمیت کا حامل ہے جن کا کہ کورونا وائرس کے شکار ہونے کا خدشہ زیادہ ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حکومت پچاس سال سے زائد عمر کے تمام سرکاری ملازمین کو پندرہ دن کی اُجرت کے ساتھ چھٹیاں اور تمام قیدیوں کو سزاؤں میں دو ماہ کی چھوٹ دے رہی ہے۔ علاوہ ازیں، تمام سرکاری دفاتر اور غیر لازمی خدمات کو مختصر عرصے کیلیے بند کیا جا رہا ہے جبکہ تمام سرکاری اداروں میں ورکشاپ، کانفرنسیں اور عوامی اجتماعات ملتوی کیے جا رہے ہیں۔

معذوری سے متاثر افراد

اکتوبر میں خیبر پختونخوا حکومت نے تسلیم کیا کہ صوبے میں نشاندہی کیے گئے 145,405 کسی نہ کسی معذوری کے ساتھ جیتے لوگوں کو مالیاتی سال 2016 تا 2019 ماہانہ تین ہزار روپے کا اعزازیہ نہیں ملا ہے۔ صوبائی وزیرِ سماجی بہبود ہشام انعام اللہ نے خیبر پختونخوا اسمبلی کو بتایا کہ ان کی وزارت کو محکمہ خزانہ کی جانب سے یہ رقم بروقت موصول نہیں ہوئی اور جون 2019 میں صرف 29 لاکھ ستر ہزار روپے وصول ہوئے، جس کی بنا پر وزارت کے لیے فنڈز کی تقسیم ناممکن ہو رہی تھی چنانچہ وہ اس رقم سے دست بردار ہوگئی۔ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ ان کا محکمہ صوبے بالخصوص نئے شامل کردہ قبائلی اضلاع میں دہلیز تک جا کر معذوری سے متاثر افراد کی رجسٹریشن کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جن کے اعداد و شمار مجموعی تعداد میں شامل نہیں کیے گئے۔

اندرونِ ملک نقل مکانی کرنے والے افراد

اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین کی مالی معاونت سے پاکستان سے افغان مہاجرین کی رضاکارانہ واپسی میں 2020 کے دوران انتہائی شدید کمی دیکھی گئی۔ اس سال نومبر تک کوئی ایک ہزار افراد ہی افغانستان واپس گئے تھے۔ حکام اس کا سبب کووِڈ 19 وبا اور افغانستان میں امن امان کی مخدوش صورت حال کو قرار دیتے ہیں۔ 2020 کے اختتام تک، پاکستان چودہ لاکھ سے زائد رجسٹرڈ مہاجرین کی میزبانی کر رہا تھا، جن میں سے ایک بڑی تعداد خیبر پختونخوا میں تھی۔ مہاجرین کی حیثیت نہ پانے والے افغان کارڈ کے حامل چھ لاکھ افراد اس کے علاوہ تھے۔

ستمبر میں، اورکزئی میں ماموزئی قبیلے سے تعلق رکھنے والے افراد نے 2008 سے 2015 کے درمیان سکیورٹی فورسز اور طالبان کے درمیان لڑائی کے دوران تباہ ہونے والے 1,500 گھروں کی ازسرِ نوتعمیر میں مدد کیلیے انہیں دی جانے والی امدادی رقوم کی فراہمی میں تاخیر کے خلاف احتجاج کیا۔ تاحال 500 کے قریب خاندانوں کو دو کروڑ چھ لاکھ روپے ازالے کے طور پر ادا کیے گئے ہیں۔ صوبائی ڈزاسسٹر مینیجمنٹ اتھارٹی نے فوجی آپریشن ضرب عضب کے دوران صوبے کے بندوبستی علاقوں کی جانب منتقلی کیلیے مجبور دس لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل شمالی وزیرستان کے 15,000 خاندانوں کیلیے اٹھارہ کروڑ روپے جاری کیے۔ 2020 تک، ان خاندانوں کے نوے فیصد سے زائد افراد اطلاعات کے مطابق اپنے گھروں کو واپس جا چکے تھے۔ باقی ماندہ افراد بنوں کے کیمپوں میں رہائش پذیر تھے۔

اگست میں، پشاور ہائی کورٹ نے ایک پٹیشن پر وزارتِ داخلہ کو ایک پاکستانی مرد کی افغان بیوی کو پاکستانی شہریت دینے اور اُن کا معاملہ تین ماہ کے اندر نپٹانے کے احکامات جاری کیے۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

2020 کے دوران عالمی وبا نے خیبر پختونخوا میں تعلیمی شعبے پر انتہائی خراب اثرات مرتب کیے۔ طویل دورانیے تک تعلیمی اداروں کی بندش کے باوجود طالب علموں کو تدریسی فیس کی ادائیگی پر مجبور کیا گیا۔ کئی ایک واقعات میں، طلبہ پر فیسوں میں اضافے پر احتجاج کی پاداش میں لاٹھی چارج ہوا، وہ بھی اُس صورت حال میں جب تعلیم تک رسائی کی کوئی ضمانت نہیں۔

اپریل میں، حکومت نے موسمِ بہار کے اواخر میں وبا کے پھیلاؤ کے پیشِ نظر خیبر پختونخوا کے تمام تعلیمی ادارے بند کرنے کے احکامات جاری کیے۔ انھیں ستمبر میں مرحلہ وار کھولا گیا تاہم ان میں سے زیادہ تر پشاور، مالاکنڈ، دیر اور ٹانک اضلاع میں اساتذہ اور طالب علموں میں کووِڈ 19 کے کیسز کی تشخیص کے بعد دوبارہ بند کر دیئے گئے۔ انفیکشن کی دوسری لہر کے دوران سال کے اختتام پر تمام ادارے کئی ہفتوں کیلیے بند کر دیے گئے۔ سکولوں میں وائرس کی تشخیص کا ایک نظام وضع کیا گیا، جس کے تحت 20,000 سے زائد نمونے جمع کیے گئے، جن میں سے اکثر کے نتائج منفی آنے کی بنا پر سکولوں کو دوبارہ کھولنے اور تشخیص روکنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اکتوبر میں عالمی ادارہ صحت نے خیبر پختونخوا حکومت پر تشخیصی عمل دوبارہ شروع کرنے پر زور دیا۔ سکولوں کے دوبارہ کھلنے کے بعد، طلبہ کے 35,000 نمونے اکٹھے کیے گئے، جن میں سے تقریباً نوے فیصد منفی تھے۔ ایس او پیز کا ایک جامع نظام وضع کیا گیا۔ تعلیمی اداروں کی بندش کے دوران آن لائن تعلیم جاری رکھنے کی کوششیں کی گئیں، تاہم انٹرنیٹ تک رسائی اور استطاعی مسائل کے باعث اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آئے۔ طویل بندش کے باوجود نجی تعلیمی ادارے مکمل ٹیوشن فیس وصول کرتے رہے۔ نومبر میں، اس کے خلاف ایک پٹیشن دائر کی گئی جس پر پشاور ہائی کورٹ نے خیبر پختونخوا پرائیوٹ سکول ریگیولیٹری اتھارٹی کو مداخلت کرنے کی ہدایات جاری کیں۔

مجموعی طور پر، خیبر پختونخوا حکومت مفت اور لازمی پرائمری اور ثانوی تعلیمی ایکٹ 2017 پر خاطر خواہ عمل درآمد کرنے میں ناکام رہی۔ مارچ میں ایک اخباری رپورٹ نے نشاندہی کی کہ تین سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود، ابتدائی و ثانوی محکمہ تعلیم پانچ سے سولہ برس کے تمام بچوں کیلیے مفت اور لازمی تعلیم سے متعلق قانون پر عمل درآمد کیلیے طریقہ کار وضع کرنے میں ناکام رہا ہے۔ 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں تقریباً اکیس لاکھ بچے سکول میں داخل نہیں تھے، ان میں قبائلی اضلاع کے اعداد وشمار شامل نہیں ہیں۔

فروری میں، پولیس نے ٹیوشن فیس میں اضافے کے خلاف احتجاج کرنے والے گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان کے طلبہ پر لاٹھی چارج کرتے ہوئے نو طالب علموں کو گرفتار کر کے ان کے خلاف مقدمات درج کیے۔ نومبر میں، پولیس

خیبر پختونخوا

نے باجوڑ میں فیسوں میں اضافے کے خلاف اور اس کی واپسی کیلیے طلبہ کے ایک احتجاج کو منتشر کرنے کی غرض سے تشدد کا استعمال کیا۔

صحت

سال 2020 کے دوران کووِڈ 19 کی وبا نے خیبر پختونخوا پر کاری وار کیا، متاثرہ افراد کی انتہائی شرح نے صوبے کے نظامِ صحت کو وسائل اور ڈھانچے دونوں حوالوں سے انتہائی دباؤ میں ڈال دیا۔ اس سال کے دوران صوبہ بھر میں 58,701 افراد میں کورونا وائرس کی تشخیص ہوئی، جن میں سے 1,649 افراد ہلاک جبکہ 53,708 افراد صحت یاب ہوگئے۔ یہ اعداد و شمار نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر کے جاری کردہ تھے۔ تقریباً تیس صحت کارکن بھی اس دوران ہلاک ہوئے جبکہ 3,000 سے زائد میں اس وائرس کی تشخیص ہوئی۔ فروری میں حکومت نے صحت کے ہنگامی حالات کا اعلان کیا، جس کو ستمبر تک توسیع دی جاتی رہی۔ حکومت نے صحت سے متعلق وسائل اور خدمات کے فوری حصول کیلیے پبلک ہیلتھ (نگرانی و ردعمل) ایکٹ 2017 بھی لاگو کیا۔

اپریل میں، خیبر پختونخوا کورونا کے باعث ایک سو ہلاکتوں والا پہلا صوبہ بن گیا جہاں اُس مرحلے پر اس وبا کے باعث ہلاکتوں کی شرح 5.5 فیصد کے طور پر ملک میں سب سے زیادہ تھی۔ نومبر میں، دوسری لہر کے دوران، 19 فیصد کے ساتھ پشاور میں مثبت کیسز کی شرح پاکستان بھر میں سب سے زیادہ تھی، جبکہ مجموعی طور پر خیبر پختونخوا 9.2 فیصد کے ساتھ مثبت کیسز میں تمام صوبوں سے آگے تھا۔ خیبر پختونخوا میں ہونے والی اموات میں سے نصف سے زائد اسپتالوں کے انتہائی نگہداشت یونٹوں میں ہوئیں جبکہ مئی تک ان اموات میں سے 80 فیصد سے زائد پشاور میں ہوئیں۔ 2020 کے اختتام تک، پشاور (تقریباً 20,000 مثبت کیسز کے ساتھ) اور مانسہرہ (2,000 مثبت کیسز کے ساتھ) انفیکشن کی دوسری لہر کے دوران سب سے زیادہ متاثرہ اضلاع تھے۔ نومبر میں، مردان سے تعلق رکھنے والے ایک 41 سالہ صحت کارکن کو جون کے مہینے میں کووِڈ 19 سے صحت یاب ہونے کے بعد دوبارہ انفیکشن لاحق ہوا، یہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کیس تھا۔

مارچ میں حکومت نے اسپتال وارڈ بھر جانے کی بنا پر مریضوں کے علاج معالجے میں مدد کے لیے صوبہ بھر میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر 1,300 نئے ڈاکٹر بھرتی کیے۔ حکومت کے زیرِ انتظام تمام صحت مراکز میں ہنگامی صورت حال نافذ کی گئی، جہاں کووِڈ 19 کے مریضوں کیلیے آئسولیشن اور قرنطینہ وارڈ قائم کرتے ہوئے تمام غیر لازمی صحت خدمات بند کر دی گئیں۔ 5,400 سے زائد اسپتالی بستر شدید مریضوں کیلیے مختص کیے گئے، جن میں سے زیادہ تر سال 2020 کے دوران مریضوں سے پُر رہے۔ کووِڈ کے علاج معالجے کے مراکز پر فضلے، بالخصوص حفاظتی آلات (PPE) کو ٹھکانے لگانے کے مناسب انتظامات کی عدم موجودگی باعثِ تشویش رہی۔ خیبر پختونخوا میں فضلے کو ٹھکانے لگانے والے فقط تین Incinerators زیرِ مصرف تھے جو کہ تمام تر پشاور کے اسپتالوں میں نصب تھے۔ سہولیات کی کم یابی کے باعث

پی ڈی ایم اے نے خیبر پختونخوا میں قبائلی اضلاع سے تعلق رکھنے والے مریضوں کے لیے 400 بستروں پر مشتمل قرنطینہ اور آئسولیشن مرکز قائم کیا

صرف نازک حالت والے کووِڈ 19 کے مریضوں ہی کو اسپتال میں داخل کیا جاتا رہا۔ پشاور میں تمام ایسے مریضوں جن کا مرض شدید نہیں تھا کو الگ تھلگ رکھنے کی غرض سے پولیس سروسز اسپتال بھیجا جاتا رہا۔ صوبائی ڈزاسسٹر مینیجمنٹ اتھارٹی نے قبائلی اضلاع سے تعلق رکھنے والے مریضوں کیلیے خیبر کے مقام پر ایک عارضی 400 بستروں کا قرنطینہ اور آئسولیشن مرکز قائم کیا۔

تشخیص کی استعداد للکار ہی بنی رہی۔ اکتوبر تک بھی، خیبر پختونخوا میں بارہ مقرر کردہ لیبارٹریوں میں چودہ PCR تشخیصی مشینوں کے ساتھ ساڑھے تین کروڑ کی آبادی میں سے 420,000 سے کم لوگوں ہی کے کورونا ٹیسٹ کیے جاسکے۔ ٹیسٹنگ کٹس (فی کس 2,500 روپے کی مالیت کی حامل) کی مستقل کمی کے باعث سات ہزار یومیہ تشخیصی گنجائش 4,000 ٹیسٹ روزانہ کے قریب ہی رہی۔ جولائی میں، پشاور ہائی کورٹ نے کووِڈ 19 کی تشخیص کے ٹیسٹ کیلیے صحت مراکز کی جانب سے وصول کی جانے والی مہنگی فیس کا نوٹس لیتے ہوئے خیبر پختونخوا صحت کی نگہداشت کے کمیشن کو نرخ کا تعین کرنے کی ہدایت جاری کی۔

خیبر پختونخوا حکومت موسمِ گرما میں بند ہونے تاہم ستمبر میں دوبارہ کھلنے والے تعلیمی اداروں کے طلبہ اور عملے کیلیے کووِڈ سے متعلق صحت کے حفاظتی اقدامات پر گرفت کے ضمن میں آسودہ خاطر ہی رہی۔ جو خطرہ کی موجودگی کی نشاندہی کیلیے حکومت نے انتہائی جو خطرہ کے شکار 14 اضلاع میں ایک تشخیصی مہم شروع کرتے ہوئے تقریباً 35,000 طلبہ اور عملے کے اراکین کے ٹیسٹ کیے۔ ان میں سے تقریباً 400 کا نتیجہ مثبت آیا، جس نے کم جو خطرہ رکھنے والے تعلیمی اداروں کو دوبارہ کھولنے کی راہ ہموار کی۔

خیبر پختونخوا سال 2020 کے دوران پاکستان میں سامنے آنے والے پولیو کے کیسز میں ایک انتہائی بڑا حصہ دار رہا۔

پاکستان انسدادِ پولیو پروگرام کے مطابق 84 وائلڈ پولیو کیسز میں سے 22 صوبے میں تشخیص ہوئے جبکہ سال 2020 کے دوران سرکیولیٹنگ ویکسین-ڈیرائیوڈ پولیو وائرس ٹائپ 2 کے 83 میں سے 42 کیسز کا تعلق خیبر پختونخوا سے تھا۔ سال 2020 کے دوران بہت سی مہمات کے دوران پانچ سال سے کم عمر تقریباً بیس لاکھ بچوں کو پولیو سے بچاؤ کے قطرے پلائے گئے، اگرچہ کووِڈ19 کے بحران کے باعث کچھ علاقوں میں یہ مہم چھ ماہ تک معطل بھی رہی۔ مارچ کے دوران باجوڑ، لکی مروت اور کوہاٹ اضلاع کے کئی رہائشیوں نے ابتدائی طور پر اس مہم کی مزاحمت کی۔

اگست میں وزیراعظم نے اعلان کیا کہ صحت سہولت پروگرام کے تحت صحت کے بیمے کو پورے خیبر پختونخوا تک وسعت دی گئی ہے۔ اس پروگرام کے تحت، خیبر پختونخوا میں ہر خاندان کو سرکاری اور نجی دونوں نوعیت کے اسپتالوں میں سالانہ دس لاکھ روپے کے مفت علاج معالجے کی سہولیات حاصل ہونا تھیں۔ نومبر میں وزیراعلیٰ نے ہدایات جاری کیں کہ اس پروگرام کے تحت آنے والی خدمات میں جگر کی پیوندکاری کو بھی شامل کیا جائے۔ جنوری میں وزیراعظم نے اعلان کیا کہ خواجہ سرا برادری سے تعلق رکھنے والے افراد بھی اس پروگرام کے احاطے میں آئیں گے۔

نومبر میں لیڈی ہیلتھ ورکرز کے ایک بہت بڑے گروہ نے مناسب ملازمتی ڈھانچے اور دیگر مراعات بشمول 15,000 روپے کی ماہانہ تنخواہ میں اضافے، من مانے طور پر برطرفیوں اور تخفیف کے خاتمے اور ریٹائرمنٹ پر پنشن سے محرومی کے خلاف چترال میں احتجاج کیا۔

جولائی میں خیبر پختونخوا اسمبلی نے خیبر پختونخوا میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز ریفارمز (ترمیمی) بل 2020 منظور کیا، جس نے وزیراعلیٰ کو صوبائی میڈیکل ٹیچنگ اداروں کے بورڈ آف گورنرز کے اراکین کے تقرر اور برطرفی کے اختیارات دینے اور ان اداروں سے متعلق قانونی امور کا فیصلہ کرنے کی غرض سے ایک اپیلیٹ ٹربیونل کی اجازت دی۔ اگست میں حکومت نے میڈیکل ٹیچنگ انسٹی ٹیوشنز ریفارمز ایکٹ 2015 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مذکورہ اداروں میں اسسٹنٹ پروفیسروں کی جانب سے نجی پریکٹس کے خلاف کارروائی کا انتباہ دیا۔ اگرچہ ڈاکٹروں کو نجی پریکٹس نہ کرنے کی شرط پر 250,000 ادا کیا جا رہا تھا، تاہم ان میڈیکل ٹیچنگ اداروں کی جانب سے بھرتی کیے گئے 600 ڈاکٹر اپنے معاہدوں کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے گئے۔

رہائش اور عوامی سہولیات

سال 2020 کے دوران خیبر پختونخوا میں مون سون بارشوں کے دوران برسات اور یکا یک سیلابی ریلوں سمیت دیگر وجوہات کی بنا پر گھروں کے منہدم ہونے کے باعث 90 سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔ ان میں چمکنی میں دو افراد، کوہاٹ میں ایک شخص اور اس کی بیوی اور باجوڑ کے علاقے خار میں سات بچے شامل ہیں۔ مارچ میں صوبائی ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کے مطابق ہفتہ بھر جاری رہنے والی بارشوں میں گھروں کی چھتیں گرنے سے کُل چودہ افراد ہلاک اور تیس زخمی ہوگئے۔ ان میں سے چار کا تعلق صوابی، نو کا بٹ خیلہ اور تین کا تعلق دیر بالا سے تھا۔ اپریل میں اسی نوعیت

کے حادثات میں پشاور، دیر زیریں اور مہمند میں آٹھ افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

مارچ میں ایبٹ آباد میں گاڑی پر پہاڑی تودہ گرنے سے دو مرد اور ایک خاتون ہلاک ہوگئے۔ مئی میں باجوڑ کے علاقے مہمند میں دو خواتین اور ایک لڑکی جبکہ بونیر میں ایک خاتون اور اس کا بیٹا گھروں پر مٹی کے تودے گرنے کے باعث ہلاک ہوئے۔ جون میں شمالی وزیرستان کے علاقے میران شاہ میں سات بچے اُس وقت اپنی جماعت میں ہلاک ہوگئے جب ان کے مدرسے کی چھت دب گئی۔ صوبائی ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کے مطابق، اگست اور ستمبر میں سیلابی ریلوں کے باعث 48 افراد ہلاک اور 67 زخمی ہوئے۔ صوبے بھر میں 191 گھر بھی متاثر ہوئے۔ ہلاک شدگان میں کوہستان بالا سے تعلق رکھنے والے آٹھ، سوات کے چھ اور شانگلہ کے دو افراد شامل تھے۔

ماحولیات

مارچ میں صوبائی ڈزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کے مطابق خیبر پختونخوا بھر میں بارشوں میں چھتیں گرنے کے حادثات میں ایک ہفتے کے دوران 14 افراد ہلاک جبکہ 30 زخمی ہوگئے۔ اگست کے دوران سیلابی ریلوں کے باعث صوبہ بھر میں 48 افراد ہلاک اور 67 زخمی ہوئے۔ 191 گھروں کو نقصان پہنچا۔ نومبر میں محکمہ موسمیات نے مطلع کیا کہ خیبر پختونخوا کے شمالی علاقوں میں شدید برفباری نے زندگی کو مفلوج کر دیا ہے۔ بارشوں یا برفباری کے نتیجے میں ہونے والی لینڈ سلائیڈنگ کے باعث شاہراہ قراقرم سال کا بیشتر حصہ بند رہی، شاہراہ کو صاف کرنے میں کافی وقت لگا جس کے باعث مواصلات اور آمدرفت میں تعطل پیدا ہوا۔ بارشوں، لینڈ سلائیڈنگ اور برفباری کی وجہ سے خیبر پختونخوا کے گلیات کے علاقے میں بھی معمولات زندگی انتہائی بری طرح متاثر ہوئے۔

فروری میں حکومت کا کہنا تھا کہ صوبے بھر میں 100,000 کلوگرام سے زائد پلاسٹک کی تھیلیاں ضائع کر دی گئی ہیں، جس میں نصف مقدار پشاور سے تھی جبکہ پلاسٹک کی آلودگی کے خاتمے کی غرض سے شہر بھر میں 84 دکانوں اور پلاسٹک فیکٹریوں کو سر بہ مہر کر دیا گیا ہے۔ شہر میں ''صاف اور ماحول دوست'' سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کیلیے ایک ''پشاور بحالی منصوبے'' کا بھی اعلان کیا گیا۔ ستمبر میں پشاور ہائی کورٹ نے حکومت کو آلودگی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے خیبر پختونخوا بھر میں نہروں کی صفائی اور اس سلسلے میں ماہانہ رپورٹ جاری کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ حکومت نے عدالت کو مطلع کیا کہ پشاور کی تمام پانچ بڑی نہروں میں نکاسی کی صورت حال کو بہتر بنانے کیلیے 54 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں جبکہ شہر میں ٹھوس فضلے کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے 800 کینال زمین حاصل کی گئی ہے۔ اکتوبر میں سپریم کورٹ نے صوبے میں ماحولیاتی ابتری پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے صوبائی ادارہ برائے ماحولیاتی تحفظ (EPA) کو اپنی کارکردگی پر ایک رپورٹ پیش کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ EPA کا کہنا تھا کہ گذشتہ دو برسوں کے دوران ماحولیاتی قوانین کی خلاف ورزی پر 384 مرتکبین کے خلاف مقدمات درج کر کے ایک کروڑ گیارہ لاکھ روپے جرمانہ وصول کیا گیا ہے۔

مئی کے مہینے میں بارش اور ژالہ باری نے باجوڑ میں گندم کی فصل، سبزیوں اور باغات کو شدید نقصان پہنچایا۔ فروری میں، لکی مروت، ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک سمیت جنوبی اضلاع ٹڈی دل کے حملے کے زد میں آئے، جس پر حکومت نے ہنگامی حالات نافذ کرنے کا اعلان کرتے ہوئے گندم، چنے اور دیگر اجناس کی فصلیں محفوظ کرنے کیلیے ایک آپریشن شروع کیا۔

ستمبر میں، تجاوزات اور غیر قانونی طور پر جنگلات کی کٹائی پر قائم ایک سرکاری تحقیقات میں انکشاف کیا گیا کہ ہری پور ضلع میں تعمیراتی ٹھیکیداروں اور بلڈرز نے خطرات کی زد میں آئے ہوئے جنگلات کے بڑے رقبے غیر قانونی طور پر تجارتی اور رہائشی منصوبوں میں تبدیل کر دیے ہیں، جو کہ 15.7 ہیکٹر جنگلات کی زمین پر غیر قانونی طور پر قابض ہیں اور صنوبر کے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں۔ نومبر میں پشاور ہائی کورٹ نے قومی احتساب بیورو کو ایک ارب درخت اُگانے کے پروگرام سمیت مختلف پروگراموں میں ہونے والی مبینہ بے ضابطگیوں اور بدعنوانیوں پر جانچ پڑتال کا ریکارڈ پیش کرنے کی ہدایات جاری کیں۔

چترال میں انسانی حقوق کی صورتِ حال

اکتوبر 2020 میں ایچ آر سی پی نے علاقے میں انسانی حقوق کی صورت حال کے جائزے کیلیے، کیلاش کے علاقے سمیت چترال بالا اور چترال زیریں کے اضلاع میں حقائق جاننے کا ایک مشن منظّم کیا، جس کی تفصیلی رپورٹ کمیشن کی ویب سائیٹ پر موجود ہے۔ سامنے آنے والے انسانی حقوق کو لاحق کچھ اہم خدشات ذیل میں درج ہیں:

شرح خودکشی

2016 کیلیے عالمی ادارہ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 100,000 اموات میں خودکشی کی شرح سال 2000 میں 3.4 سے کم ہو کر 2.9 ہوگئی جبکہ خودکشی کے واقعات مردوں کے مقابلے میں خواتین میں زیادہ پیش آتے رہے۔ تاہم، چترال میں سالانہ پچاس تک خودکشیوں کا ارتکاب سامنے آیا ہے، 100,000 پر لگ بھگ نو اموات یا قومی شرح سے تین گنا زیادہ۔ یہ رجحان نوجوانوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جبکہ مردوں کے مقابلے میں خواتین میں کسی حد تک زیادہ ہے۔ کمیشن سے بات کرتے ہوئے مخاطبین کا کہنا تھا کہ خودکشیوں کی اس زیادہ شرح کے بنیادی اسباب میں غربت، اقتصادی مواقع کی عدم موجودگی، نوجوانوں پر غیر ضروری دباؤ، غیر معمولی کارکردگی کی توقعات، پدرشاہانہ اقدار، جبری اور/یا بے جوڑ شادیاں، نوجوان خواتین کی جانب سے اپنے خاندانوں کی جانب سے پسند نہ کیے جانے والے افراد کے ساتھ محبت کرنے پر ''غیرت'' کے معاملات اور گھریلو تشدد شامل ہیں۔

صحت کی نگہداشت تک رسائی

چترال میں صحت کی سہولیات انتہائی بدتر حالت میں ہیں۔ یہاں کی نصف آبادی کیلیے ایک نیورولوجسٹ یا کارڈیولوجسٹ بھی میسر نہیں ہے۔ یہاں تک کہ زچگی کی نگہداشت جیسی بنیادی صحت خدمات بھی ناکافی ہیں۔

گذربسر

اقتصادی مواقع کی عدم دستیابی ایک عمومی مسئلہ تھا۔ کیلاش برادری کے ہر نمائندے کا کہنا تھا کہ انہیں اپنی بقا کیلیے فرقہ وارانہ تشدد سے تحفظ کے مقابلے میں اقتصادی تحفظ کی زیادہ ضرورت تھی۔ چترال کے پڑوس میں واقع افغانستان اور تاجکستان کے ساتھ سرحدی تجارت کیلیے ایک مضبوط نظام مقامی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

کیلاش برادری

عقائد کی بنیاد پر تشدد کی دیگر اشکال سے زیادہ، کیلاش افراد کا کہنا تھا کہ انہیں کم عمری میں تبدیلی مذہب کا سامنا ہے، جس میں مختلف لوگوں کی جانب سے کیلاش اقدار کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے اور سماجی اور مالیاتی بہتری کے وعدے کر کے کم عمر لڑکیوں کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے مسلمان کیا جاتا ہے۔ اس معاملے کو مقامی طور پر ''غیر رضامندی/مرضی کے بغیر تبدیلی مذہب'' اور ''ترغیبی شادیاں'' سمجھا جاتا ہے۔

بلوچستان

اِہم نکات

- بلوچستان حکومت کو کووِڈ 19 کے ابتدائی پھیلاؤ کا ذمہ دار قرار دیا گیا جب یہ ایران کے علاقے تفتان سے آنے والے کورونا سے ممکنہ طور پر متاثرہ زائرین کو قرنطینہ کرنے میں ناکام رہی۔
- تربت میں پیش آنے والے ایک ہولناک واقعے میں تین افراد نے مسلح ڈکیتی کے دوران ملک ناز نامی خاتون اور ان کی چار سالہ بیٹی برامش کو ان کے گھر کے اندر فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ملزمان کو ایک 'ڈیتھ سکواڈ' نے بھیجا تھا جس سے صوبے بھر میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔
- ایک غیر مسلح طالب علم حیات بلوچ کے قتل کے خلاف احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مظاہرین نے انصاف کی فراہمی اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ فرنٹیئر کور کے سپاہی جس نے حیات بلوچ پر گولی چلائی تھی کو گرفتار کر لیا گیا لیکن واقعے کو ایک فرد کی 'غفلت' قرار دیا گیا نہ کہ ادارے کی۔
- رکن قومی اسمبلی اور پشتون تحفظ موومنٹ کے رہنما محسن داوڑ کو اکتوبر میں سیاسی حزب اختلاف کی ایک ریلی میں شرکت کے لیے کوئٹہ داخل ہونے سے روک دیا گیا۔
- بلوچستان ایک فعال مقامی حکومت سے محروم رہا۔ حکمران بلوچستان عوامی پارٹی کا بظاہر مستقبل قریب میں بلدیاتی انتخابات کرانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔
- کینیڈا میں کریمہ بلوچ اور سویڈن میں ساجد حسین کی اموات سے ظاہر ہوتا تھا کہ اختلاف رائے رکھنے والے جلاوطن بلوچ غیر محفوظ ہیں۔
- دو صحافیوں شاہینہ شاہین اور انور کھیتران کا قتل بلوچستان میں اس پیشے کو لاحق خطرات کو ظاہر کرتا ہے۔
- بلوچستان میں اب بھی معلومات کے حق کا فعال نظام موجود نہیں۔ اگرچہ حکومت نے اس حوالے سے ایک مسودہ قانون منظور کیا لیکن اسے عام نہیں کیا گیا۔
- سات اضلاع میں انٹرنیٹ سروس 'قومی سلامتی' کی بنا پر ناقص یا معطل رہی۔ حکومت نے شورش اور فرقہ وارانہ تشدد کے خطرے کو بلوچستان میں ڈیجیٹل حقوق پر پابندی کی وجہ قرار دیا۔
- کوئٹہ صوبے میں مختلف احتجاجی مظاہروں کا مرکز رہا۔ بولان یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسز کے طلبا اور ملازمین کے مسلسل احتجاج کے بعد بولان میڈیکل کالج کی بطور یونیورسٹی سابق حیثیت کی بحالی کے لیے متعلقہ قانون میں ترمیم کی گئی۔
- صوبے میں سکولوں سے باہر بچوں کی بلند شرح، جس میں یونیسیف کے مطابق 78 فیصد لڑکیاں ہیں، بہت بڑا مسئلہ رہا۔ کووِڈ 19 کے بحران کے باعث سکولوں کی بندش سے یہ مسئلہ مزید سنگین ہو گیا۔

- گوادر میں چین۔ پاک اقتصادی راہداری کے منصوبوں پر محدود پیش رفت ہوئی۔ شہری ان منصوبوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ یہ بات غیر یقینی تھی کہ آیا یہ منصوبے مقامی لوگوں کے لیے روزگار پیدا کرنے یا غربت میں کمی میں مدد دیں گے۔
- ہزاروں گریجوایٹس بے روزگاری کے مسائل کا شکار رہے۔
- قانون نافذ کرنے والے ادارے جیسے کہ فرنٹیئر کور اور کوسٹ گارڈ، جو ہائی وے پر قائم چیک پوسٹوں پر فرائض انجام دیتے ہیں، شہریوں کو ہراساں کرتے رہے اور ان کی نقل و حرکت کی آزادی کو محدود کرتے رہے۔
- کوئٹہ سے کراچی جانے والی مسافر بسوں کو بدنام زمانہ اُتھل چیک پوسٹ پر گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

2020 میں منظور کیے گئے نمایاں ترین قوانین میں سے ایک بلوچستان ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ اتھارٹی ایکٹ ہے جو صوبائی حکومت کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ بے گھر افراد کو رہائش فراہم کرنے کے لیے ایک اتھارٹی قائم کرے اور شہری منصوبہ بندی کا ایک جامع نظام تشکیل دے۔ یہ قانون کوئٹہ جیسے شہروں میں شہری ہجوم کے باعث پیدا ہونے والے متعدد شہری مسائل کے تناظر میں اہم ہے۔ تاہم، صوبائی حکومت کی جانب سے اس قانون کی منظوری کے بعد اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

فروری میں بولان یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسز (بی یو ایم ایچ ایس) کے طلبا کو بلوچستان اسمبلی کے باہر بی یو ایم ایچ ایس ایکٹ کے خلاف احتجاج کرنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ بولان میڈیکل کالج کی بطور یونیورسٹی سابق حیثیت کو بحال کیا جائے اور اسے صوبائی محکمہ صحت کے زیرِ انتظام لایا جائے۔ 2017 کا بی یو ایم ایچ ایس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ادارہ گورنر سیکریٹریٹ کے ذریعے وفاق کے زیر انتظام آ گیا تھا۔ احتجاج چھ ماہ تک جاری رہا جو ستمبر میں جی پی او چوک پر بھوک ہڑتال میں تبدیل ہو گیا۔ 8 ستمبر کو پانچ مظاہرین بھوک ہڑتال کے باعث بے ہوش ہو گئے۔ اکتوبر میں، صوبائی حکومت نے مظاہرین کے دباؤ کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور بی یو ایم ایچ ایس (ترمیمی) ایکٹ 2020 منظور کر لیا۔

سول سوسائٹی کے ادارے معلومات کے حق (آر ٹی آئی) سے متعلق قانون سازی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ تقریباً پانچ سال کی تاخیر کے بعد صوبائی کابینہ نے بالآخر آر ٹی آئی کے مسودہ قانون کی منظوری دی، اگرچہ بل کے متن کو عام نہیں کیا گیا۔ 2020 کے آخر تک بل بلوچستان اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا تھا۔

عدل وانصاف کی فراہمی

عدلیہ اور زیر التوا مقدمات

کمیشن برائے قانون وانصاف کے مطابق، سال کے آغاز میں بلوچستان ہائی کورٹ میں 4,848 مقدمات زیر التوا تھے۔ 31 دسمبر 2020 تک زیر التوا مقدمات کی تعداد 4,194 رہی۔ سال کے دوران 4,670 نئے مقدمات قائم کیے گئے اور 5,217 مقدمات نمٹائے گئے۔ اسی عرصہ کے دوران بلوچستان کی ضلعی عدالتوں میں زیر التوا مقدمات کی تعداد 16,034 تک پہنچ گئی۔ یوں، 2020 کے آغاز میں زیر التوا مقدمات میں مزید 2,256 مقدمات کا اضافہ ہو گیا۔

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ

مئی میں تربت کے علاقے دنوک میں پیش آنے والے ایک خوفناک واقعے میں مسلح افراد نے ملک ناز نامی خاتون اور ان کی چار سالہ بیٹی برامش کو ان کے گھر میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعے کے خلاف تربت، واشک، بلیدا، گوادر اور کوئٹہ اور دیگر شہروں میں کئی مظاہرے ہوئے۔ مظاہرین نے حکومت سے مجرموں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔ ان

تین مسلح افراد نے ڈکیتی کے دوران ملک ناز نامی خاتون کو قتل اور اس کی چار سالہ بیٹی کو زخمی کر دیا

دعووں سے کہ مسلح افراد کو ایک 'ڈیتھ سکواڈ' کے مقامی رہنما نے ناز کے گھر بھیجا تھا، پورے صوبے میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ تاہم اس واقعے کو مرکزی میڈیا میں بہت کم کوریج ملی۔

23 جولائی کو ضلع بارکھان میں ایک مقامی صحافی انور کھیتران کو قتل کر دیا گیا۔ کھیتران نے مبینہ طور پر ضلع کے مسائل کی نشاندہی کر کے علاقے کے بااثر سرداروں کو اشتعال دلایا تھا۔ واقعے کا مقدمہ وزیر خوراک و بہبودِ آبادی سردار عبدالرحمان کھیتران اور ان کے دو محافظوں کے خلاف درج کیا گیا۔ سال کے آخر تک عبدالرحمان کھیتران کو گرفتار نہ کیا گیا اور مقدمے کی کارروائی میں کسی قسم کی پیش رفت کی اطلاع نہیں ملی۔

اکتوبر میں بچوں کے خلاف تشدد کے دو ہولناک واقعات سامنے آئے۔ 20 اکتوبر کو ضلع قلعہ عبداللہ میں ایک آٹھ سالہ بچے کی نعش درخت سے لٹکتی ہوئی ملی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ نے تصدیق کی کہ بچے کو دو افراد نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا

تھا۔ بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس جمال خان مندوخیل نے واقعے کا نوٹس لے لیا۔ ایک ہفتے کے بعد ضلع قلات میں ایک اور آٹھ سالہ بچے کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد تشدد کر کے قتل کر دیا گیا۔ دونوں واقعات میں مجرم گرفتار نہ ہو سکے۔

نیچے دیے گئے جدول 1 میں 2020 میں افراد کے خلاف جرائم کی کل تعداد بیان کی گئی ہے۔

جدول **1:2020** میں افراد کے خلاف جرائم

جرم کی نوعیت	**2020** میں متاثرین کی کل تعداد
جنسی زیادتی	39
جنسی زیادتی / قتل	3
بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی	51
غیرت کے نام پر جرائم	47
گھریلو تشدد	126
توہین مذہب	1
ٹارگٹ کلنگ	18

ماخذ: بلوچستان پولیس، معلومات کے حوالے سے ایچ آر سی پی کی درخواست کے جواب میں۔

13 اگست کو تربت کے علاقے ابصار میں یونیورسٹی آف کراچی کے ایک طالب علم حیات بلوچ کو فرنٹیئر کور (ایف سی) کے اہلکاروں نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ اسی روز، ایک بم دھماکے میں ایف سی کی ایک گاڑی کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ حیات بلوچ کے والد کا کہنا ہے کہ ایف سی کے اہلکاروں نے اسے کھجوروں کے باغ سے گرفتار کیا جہاں وہ اس کے ساتھ کام کر رہا تھا، اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اسے سڑک پر فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعے کے خلاف صوبے بھر میں مظاہرے ہوئے جن میں انصاف کی فراہمی اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کے خاتمے کا مطالبہ کیا گیا۔ بعد ازاں، ایف سی کے سپاہی شادی اللہ جس نے حیات کو گولی ماری تھی کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں، ایف سی بلوچستان (جنوبی) کے انسپکٹر جنرل میجر جنرل سرفراز علی نے قتل کو ادارے کی بجائے ایک فرد کی 'غفلت' قرار دیا۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پیس سٹڈیز کے مطابق، باغی گروہوں کی جانب سے 42 جبکہ جنگجو گروہوں جیسے کہ تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی)، حزب اللہ احرار اور اسلامی سٹیٹ سے وابستہ تنظیموں کی جانب سے دو خودکش حملوں سمیت 10 حملے کیے گئے۔ جنگجوؤں اور باغی گروہوں دونوں کی طرف سے کیے گئے حملوں کی شدت گزشتہ سال کے مقابلے میں کم رہی۔

لیویز اصلاحات

ایک خوشگوار پیش رفت یہ تھی کہ حکومت بلوچستان نے کچلاک میں ایک نئے لیویز تربیتی مرکز کے لیے فنڈ مختص کیے۔ اس اقدام کا مقصد ایک ایسی کمیونٹی فورس کی کارکردگی کو بہتر بنانا تھا جو صوبے کے وسیع علاقے کی نگرانی کی ذمہ دار ہے۔ اس کے علاوہ، تاریخ میں پہلی مرتبہ 28 نومبر کو 24 خواتین لیویز کانسٹیبلز پاس آؤٹ ہوئیں۔ ان کی پاسنگ آؤٹ پریڈ خضدار میں منعقد ہوئی جہاں صوبائی حکومت نے لیویز فورس میں خواتین کی تعداد میں اضافے کا عزم ظاہر کیا۔

قید خانے اور قیدی

کووِڈ19 وبا کا بلوچستان کے جیلوں کے نظام پر نمایاں اثر پڑا۔ وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے صوبائی حکومت نے ان 78 قیدیوں کو رہا کر دیا جن کی دو ماہ یا اس سے کم سزا باقی تھی۔ اس کے باوجود، دسمبر میں تربت کی ڈسٹرکٹ جیل میں 36 عملے کے افراد اور قیدیوں میں وائرس کی تصدیق ہوئی۔ صوبے کی دیگر 10 جیلوں میں وبا کے پھیلاؤ کے حوالے سے معلومات کو عام نہیں کیا گیا۔

بلوچستان واحد صوبہ ہے جہاں جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدی موجود نہیں ہیں۔ وفاقی محتسب کی رپورٹ کے مطابق، 2020 تک، صوبے کی جیلوں میں 2,585 کی گنجائش کے مقابلے میں 2,107 قیدی موجود تھے۔ اس کے باوجود، جیلوں کے حالات اطمینان بخش نہیں تھے۔ 2020 میں، 37 قیدیوں میں ایچ آئی وی/ایڈز کی تشخیص ہوئی۔ حکومتی عہدے داروں کا دعویٰ ہے کہ ایچ آئی وی/ایڈز کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ نشے کے لیے مشترکہ سرنجوں کا استعمال ہے۔ اطلاعات کے مطابق، تقریباً 105 قیدی شدید ذہنی مسائل کا شکار تھے۔

2020 میں، بلوچستان کی جیلوں میں خواتین قیدیوں کی تعداد نسبتاً کم رہی۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق، جیلوں میں صرف 20 خواتین قید تھیں جنہیں مخلوط جیلوں میں الگ بیرکوں میں رکھا گیا تھا۔

جبری گمشدگیاں

جبری گمشدگیاں 2020 کے دوران صوبے میں انسانی حقوق کا ایک اہم مسئلہ رہا۔ انسانی حقوق کے ادارے وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز نے کوئٹہ اور کراچی پریس کلب کے باہر احتجاجی کیمپ جاری رکھا۔ رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ سال بھر کے دوران لوگوں کو اٹھایا اور رہا کیا جاتا رہا۔ بلوچستان نیشنل پارٹی (بی این پی) کے چیئرپرسن سردار اختر مینگل نے جبری گمشدگیوں کا معاملہ قومی اسمبلی کے علاوہ پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ (پی ڈی ایم) کی جانب سے منعقد کی گئیں سیاسی ریلیوں میں اٹھایا۔ رائٹرز کو دیے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ جبری طور پر گمشدہ کیے گئے 450 سے زائد افراد کو رہا کیا جا چکا ہے جبکہ اسی عرصہ کے دوران مزید 1,800 افراد کو اٹھا لیا گیا۔

بلوچستان میں 2020 میں جبری گمشدگی کا نمایاں ترین واقعہ بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ براہوی کے چیئرپرسن لیاقت ثانی بنگل زئی کا اغوا تھا۔ انہیں نامعلوم افراد نے مستونگ کے قریب اس وقت اغوا کیا جب وہ امتحانات کی نگرانی کے لیے خضدار جا رہے تھے۔ واقعے کے دو روز بعد ان کے اغوا کے خلاف مظاہروں کے شدت اختیار کر جانے پر انہیں رہا کر دیا گیا۔

17 دسمبر کو، بی این پی۔ایم کے رہنما جان محمد گرگناری خضدار سے لاپتا ہو گئے۔ بی این پی۔ایم نے اسے جبری گمشدگی کا واقعہ قرار دیا اور صوبے کے تمام ہائی ویز پر پہیا جام ہڑتال کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد گرگناری کو 22 دسمبر کو خضدار میں رہا کر دیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق ان کے جسم پر تشدد کے نشان موجود تھے۔ 2011 میں جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن (سی او آئی ای ڈی) کے قیام سے اب تک، اسے صوبے سے 537 کیسز موصول ہوئے جن میں سے سات افراد جیلوں میں موجود پائے گئے اور 30 کی نعشیں برآمد ہوئیں۔ مجموعی طور پر، 2020 کے آخر تک کمیشن نے 222 افراد کا سراغ لگایا۔

انسانی حقوق کے کارکنوں اور اس حوالے سے مہم چلانے والوں نے جبری گمشدگیوں کے بارے میں حکومتی اعداد و شمار پر شبہات کا اظہار کیا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ بہت سے خاندان انتقامی کارروائی کے خوف کے باعث سی او آئی ای ڈی سے رجوع نہیں کرتے۔ اسی لیے جبری گمشدگیوں کے کیسز کی تعداد رپورٹ ہونے والے واقعات سے کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔ 2020 میں سامنے آنے والے متعدد واقعات میں، ایسے خاندان جنہوں نے اپنے کسی رشتہ دار کی جبری گمشدگی کی اطلاع ایچ آر سی پی کو دی تھی، نے الزام لگایا کہ سیکیورٹی ایجنسیوں نے ان سے کہا تھا کہ وہ اس بارے میں کسی کو نہ بتائیں ورنہ ان کا رشتہ دار بحفاظت واپس نہیں آئے گا۔

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

بلوچستان میں سرکاری پابندیاں انسانی حقوق کے کارکنوں کی نقل وحرکت میں رکاوٹ بنتی رہیں۔صوبے میں داخلہ مختلف پابندیوں کے تابع رہا جن میں سکیورٹی فورسز کی جانب سے کڑی نگرانی یا غیرملکیوں کے لیے چند علاقوں میں سفر کے لیے این او سی کا حصول شامل تھا۔حتیٰ کہ دیگر صوبوں سے تعلق رکھنے والے عام پاکستانی شہریوں کے لیے بھی ڈیرہ بگٹی یا آواران جیسے علاقوں میں داخل ہونا جان جوکھم میں ڈالنے والی بات تھی۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے بلوچستان کے ہائی ویز پر قائم کی گئی چیک پوسٹیں مسافروں اور تاجروں دونوں کے لیے مشکلات پیدا کرتی رہیں۔لکپاس میں ایف سی کی چیک پوسٹ اور اُتھل میں کوسٹ گارڈ چیک پوسٹ پر مسافر بسوں کو تلاشی کے لیے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

25 اکتوبر کو رکن قومی اسمبلی اور پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما محسن داوڑ کو کوئٹہ شہر میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔انہیں کوئٹہ ایئرپورٹ آمد پر روکا گیا۔پی ٹی ایم کے کارکنوں نے ایئرپورٹ کے باہر احتجاج کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ محسن داوڑ کو انتظامیہ ایک کار میں اپنے ساتھ لے گئی۔بعدازاں، محسن نے دعویٰ کیا کہ انہیں شہر داخل ہونے سے اس لیے روکا گیا کیونکہ وہ انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں اور پشتون اور بلوچ برادریوں کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔

دسمبر میں، اطلاعات سامنے آئیں کہ وفاقی حکومت سکیورٹی وجوہات کی بنا پر شہر کے اردگرد باڑ لگانے کا ارادہ رکھتی ہے جس پر ایک تنازع کھڑا ہوگیا اور رہائشیوں کو خدشہ لاحق ہوگیا کہ ان کی نقل وحرکت کی آزادی محدود ہوجائے گی۔ صوبائی حکومت کا کہنا تھا کہ اس نے شہر کے 24 مربع کلومیٹر کے حصے کے گرد باڑ لگانے کی منصوبہ بندی کررکھی تھی تاکہ اربوں ڈالر کے چین۔پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے تحت چینی فنڈنگ سے چلنے والے منصوبوں کا تحفظ کیا جاسکے۔ تاہم، کئی بلوچ شاہدین نے الزام لگایا کہ باڑ لگانے سے مقامی افراد تزویراتی لحاظ سے اہم شہروں سے نقل مکانی پر مجبور ہوجائیں گے۔

سکیورٹی فورسز کی جانب سے شورش کے خاتمے کے لیے کیے گئے اقدامات سے بھی صوبے میں نقل وحرکت کی آزادی میں رکاوٹ پیدا ہوئی (امن عامہ ملاحظہ کریں)۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات 2020 میں کسی حد تک کم ہوگئے۔تاہم، جنگجوؤں کی جانب سے ایذارسانی کا خوف

مسلسل موجود رہا اور شیعہ ہزارہ برادری چار فرقہ وارانہ حملوں کا نشانہ بنی۔ جنگجو گروہوں نے بلوچستان بھر میں کل آٹھ فرقہ وارانہ حملے کیے جن میں سے سنی برادری کو چار حملوں کا سامنا رہا۔ ہزارہ برادری فرقہ وارانہ تشدد کے مسلسل خوف کا شکار رہی، ایک ایسا خطرہ جو اسلامک سٹیٹ کے ان حامی گروہوں کے ظہور کے بعد مزید بڑھ گیا ہے جو شیعہ برادری کے حوالے سے عدم رواداری ہیں۔

ایک اہم پیش رفت یہ تھی کہ پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی زیر قیادت حکومت نے فروری میں ژوب میں ایک ہندو مندر کا انتظام جذبہ خیر سگالی کے تحت ہندو برادری کے سپرد کر دیا۔ تاہم، قانون سازی کے حوالے سے حکومت کی جانب سے بہت کم پیش رفت دیکھی گئی۔ اگرچہ اقلیتوں کے لیے بلوچستان کا اپنا ایک کمیشن موجود ہے جو 2019 میں تشکیل دیا گیا تھا، تاہم یہ مکمل طور پر فعال نہیں ہے۔

اظہار رائے کی آزادی اور ڈیجیٹل حقوق

بلوچستان میں بلوچستان فریڈم آف انفارمیشن آرڈیننس 2005 کی شکل میں پہلا آر ٹی آئی قانون نافذ العمل رہا۔ اکتوبر میں بلوچستان حکومت نے ایک مشاورتی کمیٹی کو بتایا کہ حکومت نے ایک آر ٹی آئی قانون کا مسودہ منظور کیا ہے، لیکن یہ مسودہ منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ پہلے قوانین بعد میں آنے والے قوانین کی طرح لچکدار نہیں ہیں، جیسے کہ خیبر پختونخوا نے 2016 میں منظور کیے تھے۔ بلوچستان میں معلومات تک رسائی کے ایک مؤثر قانون کی کمی نے میڈیا اور سول سوسائٹی کے لیے معلومات تک رسائی کا راستہ روکا۔

صوبے کی کشیدہ سکیورٹی صورت حال کے باعث میڈیا کے حالات سال بھر جوں کے توں رہے۔ بہت سے صحافیوں نے ریاستی یا غیر ریاستی عناصر کی جانب سے ایذا رسانی کے خوف سے خاص طور پر جبری گمشدگیوں جیسے باعث نزاع معاملات پر رپورٹنگ کے حوالے سے خود پر سنسر شپ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ستمبر میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نے ملک بھر میں میڈیا پر مسلسل پابندیوں پر تشویش کا اظہار کیا۔ اس نے مزید کہا کہ حکومت اور 'میڈیا مخالف قوتوں' نے اظہار رائے کی آزادی کو دبانے کے لیے ایک 'منظّم جنگ' شروع کر رکھی ہے۔

پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی کے مطابق، پاکستان میں صرف 37 فیصد لوگوں کو براڈ بینڈ انٹرنیٹ تک رسائی حاصل ہے۔ بلوچستان میں یہ شرح اس بھی کہیں کم ہے۔ اگرچہ، کووڈ 19 کی وبا کے دوران ملک میں انٹرنیٹ کا استعمال بڑھ گیا ہے مگر انٹرنیٹ کنیکشن کی عدم دستیابی ایک اہم مسئلہ رہا۔ سال بھر کے دوران بلوچستان کے زیادہ تر حصوں میں انٹرنیٹ سروس معطل رہی جس کی سب سے بڑی وجہ 'سکیورٹی خدشات' کو قرار دیا گیا۔ 30 مئی سے 2 جون تک ہزارہ اور پشتون برادریوں کے مابین کشیدگی کے باعث کوئٹہ میں انٹرنیٹ سروس بند رہی۔ انٹرنیٹ کی وقفہ وار یا مستقل بندش صوبے میں ڈیجیٹل حقوق کو متاثر کرتی رہی۔

اجتماع کی آزادی

سال کے دوران پُرامن احتجاج کے حق کو کئی مرتبہ،بعض موقعوں پر اس وجہ سے پامال کیا گیا کیونکہ حکومت نے وبا کے دوران عوامی اجتماعات کو روکنے کے لیے دفعہ 144 نافذ کرر کھی تھی۔ 13 فروری کو بی یو ایم ایچ ایس کے سینکڑوں طلبا اور ملازمین کو اس وقت گرفتار کرلیا گیا جب انہوں نے بی یو ایم ایچ ایس سے متعلقہ قانون سازی (*قوانین اور قانون سازی دیکھیں*) کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے بلوچستان اسمبلی کے سامنے دھرنا دینے کا فیصلہ کیا۔ 6 اپریل کو پولیس نے ینگ ڈاکٹرز پر اس وقت لاٹھی چارج کیا جب وہ کووِڈ 19 کی وبا کے دوران ذاتی حفاظتی ساز وسامان کی عدم دستیابی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے سول ہسپتال کوئٹہ سے وزیرِاعلیٰ سیکریٹریٹ کی جانب مارچ کررہے تھے۔

مارچ میں، بلوچستان حکومت نے صوبے میں کووِڈ 19 کے کیسز میں اضافے کے پیشِ نظر سکول کھولنے پر مکمل پابندی عائد کردی۔ وبا کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی ایک لہر دیکھی گئی جس میں احتجاج کے حق پر پابندیاں بھی شامل ہیں۔ 23 جون کو، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تقریباً 300 طلبا نے بہتر انٹرنیٹ کنیکشنز کی فراہمی کا مطالبہ کرتے ہوئے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ کووِڈ 19 کی وبا کے پیشِ نظر بند کیمپسوں کی بندش کے دوران یونیورسٹیوں کو فیسیں نہیں لینا چاہئیں۔ بعدازاں، Release All Students# کے ہیش ٹیگ سے چلنے والی ایک سوشل میڈیا مہم ٹرینڈ کرتی رہی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گرفتاریوں کو طلبا کے اظہارِ رائے اور پرامن اجتماع کے حق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے حکومت پر زور دیا کہ وہ کوئٹہ میں گرفتار کیے گئے تمام طلبا کو رہا کرے۔

انجمن سازی کی آزادی

2019 میں لیبر ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ نے بلوچستان ہائی کورٹ کے حکم پر 62 ٹریڈ یونینز اور نجی تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کردی۔ اجتماع کی آزادی سے پابندیاں نہ ہٹانے کی وجہ سے ٹریڈ یونینز کو 2020 کے دوران شدید مشکلات کا سامنا رہا۔ طلبا یونینز جن پر ملک بھر میں پابندی ہے، اس حوالے سے ایک اور مثال ہے۔ اگرچہ، سینیٹر ثناء اللہ بلوچ نے 2019 میں حکومت کی توجہ طلبا یونینز سے پابندیاں ہٹانے کی جانب مبذول کرائی تھی، تاہم 2020 میں اس جانب کوئی پیش رفت نہ ہوسکی۔

پاکستان میں غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کی رجسٹریشن کے حوالے سے نافذ سخت پالیسی کے علاوہ بلوچستان میں این جی اوز کی رجسٹریشن خاص طور پر ایک مشکل کام ہے چونکہ انہیں بلوچستان چیریٹیز (رجسٹریشن، ریگولیشن اینڈ فیسیلیٹیشن) ایکٹ 2019 کی شرائط پر بھی پورا اترنا ہوتا ہے۔

عام طور پر، ریاست اور سیکورٹی اپریٹس کی ناقد سماجی تحریکوں اور سیاسی اور طلبہ تنظیموں سے سختی سے نمٹا جاتا رہا۔

جمہوری ترقی

سیاسی شرکت

بلوچستان عوامی پارٹی (بی اے پی)، جو صوبائی اسمبلی میں 24 نشستوں کے ساتھ واحد اکثریتی جماعت ہے، صوبے پر اگست 2018 سے حکومت کررہی ہے۔ خزانہ سے متعلقہ اور حکومتی اتحادیوں کی 40 جبکہ حزب اختلاف کی 24 نشستیں ہیں۔ جے یو آئی۔ف دس نشستوں کے ساتھ دوسری سب سے بڑی جماعت ہے۔ اگرچہ بی اے پی کی حکومت کو کسی سیاسی انتشار کا سامنا نہیں رہا تاہم 2020 میں کئی موقعوں پر حکومت کو نمایاں تنقید کا سامنا رہا جن میں کووڈ19 کی وبا سے نمٹنا اور فروری اور اپریل میں احتجاج کرنے والے ڈاکٹروں اور طلبا کے ساتھ ناروا سلوک شامل تھے۔

جون میں بی اے پی کی حکومت کو بجٹ کے حوالے سے تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت کا دعویٰ تھا کہ بجٹ 'عوام دوست'

بی اے پی حکومت کو احتجاجی ڈاکٹروں کے ساتھ ناروا سلوک پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا

تھا۔ بی این پی۔ مینگل اور پشتونخوا ملی عوامی پارٹی (پی کے میپ) 2020/21 کے بجٹ پر تنقید کی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس میں حزب اختلاف کے حلقوں کو نظرانداز کیا گیا تھا۔ حزب اختلاف نے تربت میں ایک خاتون کے قتل پر کارروائی میں ناکامی پر بھی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ واقعے میں خاتون کی چار سالہ بیٹی برامش بھی زخمی ہوئی تھی (امن عامہ دیکھیں)۔

ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ جولائی میں وزیراعظم نے ان اہم علاقوں کی نشاندہی کے لیے ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل دی جہاں ترقی کی ضرورت تھی۔ وزیراعلیٰ بلوچستان کو کمیٹی کا سربراہ بنایا گیا۔ وزیراعظم کی زیرصدارت اجلاس میں جو سب سے اہم فیصلہ کیا گیا وہ بلوچستان منرل کمپنی کا قیام تھا جس کا مقصد بلوچستان میں معدنی ذخائر دریافت کرنا تھا۔

وزیراعظم نے 12 ستمبر کو کوئٹہ کے ایک مختصر دورے میں اس بات کا اعادہ کیا کہ حکومت نے جنوبی بلوچستان کی ترقی کے لیے ایک ترقیاتی منصوبہ بنا رکھا ہے۔ اس منصوبے کی لاگت 600 ارب روپے ہے۔ وزیراعظم نے اپنے تربت کے دورے کے دوران کہا کہ 9 اضلاع کو ترقیاتی پیکیج دیا جائے گا۔ تاہم، قوم پرستوں نے ترقیاتی پیکیج کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کا ماننا تھا کہ یہ صوبے کو تقسیم کرنے کی ایک کوشش تھی۔

حکومت کو ایک اور چیلنج کا اس وقت سامنا کرنا پڑا جب حزب اختلاف کی بڑی جماعتوں میں سے ایک بی این پی۔ مینگل نے 11 جماعتی پی ڈی ایم اتحاد میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ 24 اکتوبر کو حکومت نے پی ڈی ایم کی قیادت سے کہا کہ وہ سکیورٹی وجوہات کی بنا پر کوئٹہ میں ریلی نہ کرے تاہم وہ اسے قائل کرنے میں ناکام رہی۔

قومی اسمبلی میں بلوچستان کی نشستوں کا حصہ چھ فیصد ہے اور اس کی صرف 20 نشستیں ہیں۔ صوبائی قیادت اس تعداد کو ناکافی قرار دیتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ، بلوچستان میں کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈز (سی این آئی سیز) روکے جانے کے باعث کئی شہری ووٹ نہ ڈال سکے۔ نادرا نے ملک بھر میں تقریباً 150,000 بلاک کر دیے تھے جن میں سے 23,552 بلوچستان میں بلاک کیے گئے۔ 2021 کے دوران ان شناختی کارڈز کی بحالی کا معاملہ سرد خانے میں پڑا رہا۔

جے یو آئی۔ف بلوچستان اسمبلی میں حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت ہے اور اس کی طاقت کا مرکز شمالی بلوچستان ہے۔ جماعت کو جن اضلاع میں حمایت حاصل ہے ان میں مستونگ، قلات، خضدار، واشک اور پوری پشتون پٹی شامل ہے۔ مذہبی جماعتوں کی مخالفت مرکز کی سیاست کے گرد گھومتی رہی ہے۔ 2020 کے آغاز میں مذہبی جماعتوں کی جانب سے معتدل مخالفت دیکھنے میں آئی لیکن اکتوبر میں اس میں شدت آ گئی جب پی ڈی ایم نے وفاقی حکومت کے خلاف ریلیاں منعقد کرنا شروع کیں۔ تاہم، صوبائی حکومت اس معاملے سے الگ رہی۔

مقامی حکومت

صوبے میں مقامی حکومتوں کی میعاد 2019 میں ختم ہوگئی تھی۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے اعلان کیا کہ بلدیاتی انتخابات مقامی حکومتوں کی میعاد کے ختم ہو جانے کے بعد جلد منعقد ہوں گے۔ اس نے عندیہ دیا کہ انتخابات پرانی حلقہ بندیوں کی بنیاد پر منعقد ہوں گے جس پر اسے حزب اختلاف کی جانب سے تنقید کا سامنا کرنا پڑا جس سے انتخابات مزید تاخیر کا شکار ہوگئے۔ علاوہ ازیں، بلوچستان ہائی کورٹ نے ایک شخص کی درخواست پر کارروائی کرتے ہوئے حتمی تاریخ دیے بغیر بلدیاتی انتخابات روک دیے۔ 2020 میں، حکومت نے بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کے حوالے سے کسی گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کیا اور اس جانب کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

بلوچستان

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

خواتین کی نمائندگی، تحفظ اور قانون سازی میں بلوچستان دوسرے صوبوں سے کافی پیچھے ہے۔ بلوچستان اسمبلی میں 11 نشستیں خواتین کے لیے مخصوص ہیں جن میں سے ایک خالی ہے۔ 2020 میں اس حوالے سے کوئی قانون سازی نہ ہوسکی۔ دیگر صوبوں کے برعکس، بلوچستان میں اب بھی خواتین کے حقوق سے متعلق کوئی کمیشن موجود نہیں۔ 2020 میں صوبائی اسمبلی کی جانب سے منظور کیے گئے 9 قوانین میں سے ایک کا بھی تعلق خواتین کے حقوق سے نہیں تھا۔ تاہم، ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ حکومت نے اکتوبر میں 'خواتین کی خودمختاری اور صنفی برابری پالیسی' کی منظوری دی۔

دیگر علاقوں کی طرح، بلوچستان میں بھی خواتین کے خلاف تشدد جاری رہا۔ ستمبر میں، صحافی اور اینکر شاہینہ شاہین کو تربت میں ان کے گھر میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔ انٹرنیشنل فیڈریشن آف جرنلسٹس (آئی ایف یو جے) اور پی ایف یو جے نے قتل کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ حکام ان کے خاندان کو انصاف فراہم کریں۔

ایک اور اہم واقعہ 23 دسمبر کو کینیڈا کے شہر ٹورانٹو میں حقوق کی کارکن کریمہ بلوچ کی وفات کا تھا۔ کریمہ بلوچ ایک کالعدم طلبا تنظیم بلوچ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی سابق چیئرپرسن تھیں اور وہ 2016 سے ایک سیاسی مہاجر کے طور پر کینیڈا میں رہائش پذیر تھیں۔ اگرچہ ٹورانٹو پولیس نے قتل کے امکان کو رد کر دیا، تاہم بلوچ حقوق کے کارکنوں نے پاکستانی ریاست کو ان کی موت کا ذمہ دار قرار دیا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ انہیں فوجی اسٹیبلشمنٹ کے حکم پر قتل کیا گیا تھا۔

اگرچہ عورت فاؤنڈیشن کے اعداد و شمار بلوچستان میں خواتین کے خلاف تشدد میں کمی کو ظاہر کرتے ہیں، اور 2019 میں پیش آنے والے 118 واقعات کے مقابلے میں اکتوبر 2020 تک خواتین کے خلاف تشدد کے 44 واقعات پیش آئے، تاہم ایسا ممکن ہے کہ اعداد و شمار صورت حال کی درست عکاسی نہ کرتے ہوں اور یہ کہ صنف پر مبنی تشدد رپورٹ ہونے والے واقعات کی نسبت کہیں زیادہ عام ہے، جیسا کہ ملک میں تقریباً ہر جگہ دیکھا گیا ہے۔

خواجہ سرا

اگرچہ سال کے دوران خواجہ سرا برادری کے خلاف تشدد کا کوئی واقعہ منظر عام پر نہیں آیا تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بلوچستان میں ایسے تشدد پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ اگرچہ صوبے میں خواجہ سراؤں کی آبادی سب سے کم (2017 تک 109) ہے، ان کا معیار زندگی پست ہے اور ان کے تحفظ کے لیے کسی قسم کی قانون سازی نہیں کی گئی۔

بچے

اعداد وشمار صوبے میں بچوں کی صحت کی ایک خوفناک تصویر پیش کرتے ہیں۔ پاکستان میں پیدائش کے وقت 1,000 میں سے 42 بچے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ بلوچستان میں صرف 38 فیصد بچے ماہر خدمت گاروں (ڈاکٹر، نرس یا دایہ) کی زیرنگرانی پیدا ہوتے ہیں۔ بلوچستان بچوں میں پولیو وائرس کے دوبارہ پھیلاؤ کا بھی گڑھ رہا۔ صوبے میں پولیو کے کم از کم دو کیسز سامنے آئے جن میں سے ایک کا تعلق کوئٹہ اور دوسرے کا پشین سے تھا۔ کووِڈ19 کے پھیلاؤ نے نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے ملک میں پولیو ویکسی نیشن مہم کو متاثر کیا۔ ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ یونیسیف اور حکومت بلوچستان نے مشترکہ طور پر 'نیو بورن سروائیول سٹریٹجی اینڈ کوسٹڈ ایکشن پلان 24-2020' شروع کیا تاکہ نوزائیدہ بچوں کی نگہداشت صحت کے نظام کو بہتر بنایا جاسکے اور ان علاقوں کی نشاندہی کی جاسکے جہاں زیادہ توجہ درکار ہے۔

2016 میں بلوچستان چائلڈ پروٹیکشن ایکٹ کی منظوری اور فروری 2020 میں صوبے کے پہلے چائلڈ پروٹیکشن بیورو کے قیام کے باوجود بچے سال بھر غیر محفوظ رہے۔ رہنما نامی این جی او کے مطابق، صوبے میں ہر دس میں سے تقریباً چھ لڑکیوں کی 20 سال سے پہلے شادی کردی جاتی ہے۔ اگرچہ کم عمری کی شادیوں کو غیرقانونی قرار دینے کے لیے 2018 میں بلوچستان اسمبلی میں ایک بل متعارف کرایا گیا تھا تاہم صوبے میں کم عمری کی شادیوں کے حوالے سے اب بھی 1929 کا قانون نافذ العمل ہے جو نہ تو مقدمے کے اندراج کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی پولیس کو نوٹس لینے کا اختیار دیتا ہے۔ 2020 کے آخر تک 2018 کے بل پر کوئی بحث نہ ہوسکی تھی۔

ساحل کی شائع کردہ سالانہ رپورٹ 'ظالمانہ اعداد وشمار' ظاہر کرتی ہے کہ سال کے دوران بچوں کے خلاف تشدد کے 2,960 واقعات پیش آئے جن میں سے 53 کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 1,823 واقعات میں سے 17 بلوچستان میں پیش آئے جن میں سے سب سے زیادہ واقعات کا تعلق کوئٹہ سے تھا۔

محنت کش

2020 میں صوبے بھر کے محنت کشوں کی معمولی سی دادرسی ہوئی۔ کووِڈ19 کی وبا نے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ بلوچستان میں لاک ڈاؤن کے دوران اندازاً 360,000 محنت کش اپنی ملازمتیں کھو بیٹھے۔ بے روزگاری کی شرح جو 18-2017 میں 4.2 فیصد تھی 2020 میں 18 فیصد تک پہنچ گئی۔ ایک ایسے صوبے کے لیے جو پہلے ہی کئی معاشی مسائل کا شکار ہے یہ اعداد وشمار پریشان کن ہیں۔ نجی شعبے کے ملازمین خاص طور پر متاثر ہوئے، اگرچہ ایسے ملازمین میں بے روزگاری کی شرح کے حوالے سے خاطر خواہ اعداد وشمار دستیاب نہیں۔

صوبائی حکومت ان احتجاجی اساتذہ کے مسائل کو حل کرنے میں بھی ناکام رہی جنہوں نے اساتذہ کی اسامیوں کے لیے امتحانات دیے تھے۔ اکتوبر میں کیریئر ٹیسٹنگ سروس پاکستان کے اساتذہ نے صوبائی اسمبلی کے سامنے احتجاج کیا اور

بلوچستان بانڈڈ لیبر سسٹم بل 2020ء میں ایک ترمیم کے تحت گروی مشقت کے لیے بھرتی میں ملوث افراد
ایک سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانے کے مستوجب ہوں گے

الزام عائد کیا کہ وہ اپنے ٹیسٹوں کی بنیاد پر ملازمتوں کے اہل تھے لیکن انہیں ملازمت کے احکامات موصول نہیں ہوئے۔ دسمبر میں، گلوبل پارٹنرشپ ایجوکیشن کے اساتذہ نے کوئٹہ پریس کلب کے سامنے احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ حکومت انہیں مستقل ملازمین کا درجہ دے۔

ستمبر میں وزیراعلیٰ جام کمال عالیانی کی زیرصدارت بلوچستان کابینہ کے ایک اجلاس میں اراکین نے گروی مشقت پر پابندی کی منظوری دی۔ بلوچستان بانڈڈ لیبر سسٹم بل 2020 میں ترمیم کے تحت ایسے لوگ جو گروی مشقت سے متعلق بھرتیوں میں ملوث پائے گئے ہوں ایک سال قید اور 100,000 روپے جرمانے کے مستوجب ہوں گے۔

بانڈڈ لیبر کی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے ضلعی سطح پر نگران کمیٹیاں بھی قائم کی جائیں گی۔ کابینہ نے بلوچستان ایمپلائمنٹ آف چلڈرن پروبیشن اینڈ ریگولیشن بل 2020 کی بھی منظوری دی۔

کان کن

کوئلے کی کانوں کا شعبہ مزدوروں کے لیے پُرخطر رہا۔ اکتوبر میں، اخبارات کے ذریعے یہ اطلاع سامنے آئی کہ نو ماہ کے دوران ملک بھر کی کوئلے کی کانوں میں 134 مزدور جاں بحق ہوئے۔ ان میں سے کئی گہری کانوں میں کام کرنے کے دوران آکسیجن کی کمی یا کانوں کے منہدم ہونے کے باعث ہلاک ہوئے۔ پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازوں کے مطابق، ہر سال اوسطاً 200-100 کان کن ہلاک ہوجاتے ہیں۔ بلوچستان میں 2020 کے دوران ایسے 116 واقعات پیش آئے، اگرچہ زیادہ تر واقعات رپورٹ نہیں ہوتے۔

دسمبر تک، قومی اخبارات نے صوبے کی کانوں میں پیش آنے والے پانچ حادثات کی اطلاع دی۔ دو حادثات ایک ہی دن دُکی اور کچھی میں پیش آئے۔ دُکی میں کوئلے کی کانوں میں پھنسے چھ مزدوروں کو نو گھنٹے کے ریسکیو آپریشن کے بعد بچا لیا گیا۔ ضلع کچھی میں تین کان کن زہریلی گیس سے بے ہوش ہو گئے۔ اس سے پہلے فروری میں، دُکی میں تین بھائیوں سمیت چار مزدور اس وقت جاں بحق ہوئے جب ایک کان اچانک منہدم ہو گئی۔ مارچ اور مئی میں، ہرنائی اور ڈیگاری میں تین کان کن ہلاک ہوئے۔ نیچے جدول 2 میں ایچ آر سی پی کی جانب سے جمع کیے گئے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ 2020 میں صرف کان کنی کے شعبے میں 58 ہلاکتیں ہوئیں۔

جدول **2:2020** میں بلوچستان میں کوئلے کی کانوں میں ہلاک اور زخمی ہونے والے افراد

تاریخ اور حادثے کا مقام	ہلاک	زخمی
01/01/2020 خوست	2	-
01/01/2020 دُکی	1	-
07/01/2020 دُکی	1	1
13/01/2020 دُکی	1	-
15/01/2020 دُکی	1	2
28/01/2020 دُکی	1	-
03/02/2020 مچھ	2	-
12/02/2020 دُکی	-	2
13/02/2020 دُکی	4	-
23/02/2020 دُکی	1	-
24/02/2020 دُکی	1	-
16/03/2020 مچھ	2	-
20/03/2020 مچھ	7	-
09/04/2020 دُکی	1	1
13/04/2020 دُکی	1	-
28/04/2020 چاملنگ	1	-
04/05/2020 ہرنائی	3	-

ڈکی 10/06/2020	-	2
ڈکی 19/06/2020	1	-
ہرنائی 05/07/2020	1	-
ہرنائی 07/07/2020	1	-
ہرنائی 09/07/2020	1	-
ہرنائی 14/07/2020	2	-
مچھ 29/07/2020	1	1
ہرنائی 22/08/2020	1	-
مچھ 23/08/2020	1	2
ڈکی 25/08/2020	-	3
ڈکی 11/09/2020	1	-
ہرنائی 19/09/2020	2	-
ڈکی 27/09/2020	1	-
ڈکی 30/09/2020	1	-
ڈکی 09/10/2020	1	-
ہرنائی 11/10/2020	1	-
ہرنائی 12/10/2020	1	-
کوئٹہ 08/11/2020	2	-
ڈکی 22/11/2020	1	-
مچھ 04/12/2020	2	-
ڈکی 07/12/2020	1	1
ڈکی 09/12/2020	1	-
چاملنگ 10/12/2020	1	-
ڈکی 15/12/2020	1	-
ہرنائی 21/12/2020	2	-

پاکستان نے آئی ایل او کے کنونشن 176 کی اب تک توثیق نہیں کی جو کان کنوں کے لیے محفوظ کانوں کی گہرائی واضح کرتا ہے۔ جنوری میں، گلوبل یونین فیڈریشن انڈسٹریل نے حکومت پاکستان پر زور دیا کہ وہ کنونشن کی توثیق کرے تا کہ کان کنوں کے لیے کام کے محفوظ حالات کو یقینی بنایا جا سکے۔

اس وقت، پاکستان منرل ڈویلپمنٹ کارپوریشن (پی ایم ڈی سی) جو وزارت پیٹرولیم وقدرتی وسائل کے تحت کام کرتی ہے، اپنی زیادہ تر کانوں کو ٹھیکے پر دے دیتی ہے۔ لیبر رہنماؤں کی جانب سے اس بات کے اشارے ملے ہیں کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ پی ایم ڈی سی بذات خود ایمبولینس اور اسپتالوں تک رسائی جیسی بنیادی خدمات زیادہ بہتر طور پر فراہم کر سکتا ہے۔

ماہی گیروں کی حالت زار

اگر چہ ماہی گیری بلوچستان کے ساحلی علاقوں میں رہنے والے 70 فیصد لوگوں کے روزگار کا بنیادی ذریعہ ہے، ماحولیاتی بحران اور سی پیک کی شکل میں ہونے والی وسیع ڈھانچا جاتی ترقی نے کمیونٹی کے ذریعہ معاش کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ جنوری میں، گوادر میں اونچی لہروں اور تیز ہواؤں نے ماہی گیروں کی کشتیوں اور ماہی گیری کے ساز و سامان کو

جنوری میں، بلند لہروں اور تیز ہواؤں نے گوادر میں ماہی گیروں کی کشتیوں اور ماہی گیری کے دیگر ساز و سامان کو بری طرح متاثر کیا

شدید نقصان پہنچایا۔ تاہم، بعدازاں حکومت نے ماہی گیروں کو ہونے والے نقصان کا معاوضہ ادا کر دیا۔

گوادر کے ماہی گیر 2019 سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ ترقیاتی پروگراموں میں کمیونٹی کے لیے بھی فوائد ہونے چاہئیں۔ ان کے مطالبات میں تین انڈر پاس، ایک وسیع پشتہ جہاں وہ اپنی کشتیوں کو بحفاظت لنگر انداز کر سکیں، مچھلیوں کی فروخت کے لیے نیلامی ہال، زمین کے کٹاؤ کو روکنے کے لیے حفاظتی دیوار، ان کے بچوں کے لیے وظائف، بندرگاہ پر

روزگار کے مواقع، اوران کے حقوق کے تحفظ کے لیے بلوچستان اسمبلی میں ایک قرارداد کی منظوری شامل تھے۔

معمرافراد

اگرچہ بلوچستان حکومت نے معمرافراد کے حقوق کے تحفظ کے لیے سینئرسٹیزنزا یکٹ 2017 منظورکیا تھا، تاہم سٹیزنز ویلفیئرکونسل جس کا وعدہ کیا گیا تھا، اب تک قائم نہیں کی جاسکی۔ معمرافرادشہریوں کواس سال بھی پنشن کے حصول میں مشکلات کا سامنا رہا جس میں پیچیدہ دستاویز کاری اوربعض اوقات رشوت ادا کرنا شامل تھا۔

معذوری سے متاثرافراد

بلوچستان میں اندازاً 140,000 معذوری سے متاثرافرادرہائش پذیر ہیں۔ ان میں سے بہت کم محکمہ بہبود بلوچستان کے ساتھ رجسٹرڈ ہیں۔ اگرچہ بلوچستان معذوری سے متاثر افرادا یکٹ 2017 عوامی مقامات تک آسان رسائی سمیت ان کے حقوق کاتحفظ کرتا ہے، تاہم معذوری سے متاثرافراد کے لیے حالات مشکل ہی رہے۔

2019 میں، معذوری سے متاثر افراد کے بین الاقوامی دن کے موقع پروزیراعلیٰ جام کمال نے کہا کہ 2017 کے ایکٹ پرترجیحی بنیادوں پرعمل کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام برائے 20-2019 میں معذوری سے متاثر افراد کی خصوصی تعلیم کے لیے 50 کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ بدقسمتی سے، 2020 میں ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوئی مزید پیش رفت نہ ہوسکی۔

مہاجرین

بلوچستان میں رجسٹرڈ افغان مہاجرین کی تعداد 324,000 ہے۔ قوم پرست جماعتوں جیسے کہ بی این پی۔مینگل نے 2018 کے انتخابات کے بعد یہ معاملہ اٹھایا اور مطالبہ کیا کہ مہاجرین کوان کے وطن واپس بھیجا جائے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ مرکزصوبے میں بلوچ آبادی کواقلیت میں بدلنے کے لیے ’مہاجرکارڈ‘ استعمال کررہا ہے۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

مشاہدہ کاروں کا کہنا ہے کہ کووِڈ 19 کی وبا کا بلوچستان میں شرح خواندگی پر شدید اثرات پڑنے کا امکان ہے۔ اگرچہ صوبے کی مجموعی شرح خواندگی 43 فیصد ہے، تاہم خواتین کی شرح خواندگی نمایاں طور پر کم ہے۔ ناکافی بجٹ، بنیادی ڈھانچے کی کمی، اور سب سے اہم، بکھری ہوئی آبادیاں اور اساتذہ کی غیر حاضری جیسے مسائل 2020 میں اس شعبے کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگرام 19-2018 میں تعلیم کے لیے مختص کیے گئے سابق فنڈز 14 فیصد کم ہو گئے جو بلوچستان میں تعلیم کے شعبے کے لیے برا شگون ہے۔ تاہم، محکمہ تعلیم بلوچستان نے ان چیلنجز پر قابو پانے کے لیے ایک سخت قدم اٹھاتے ہوئے اساتذہ کی غیر حاضری کے خلاف کریک ڈاؤن کیا اور 2,000 اساتذہ کو معطل کر دیا۔

2020 میں تعلیمی ترقی کو جو سب سے بڑا چیلنج درپیش رہا وہ سکولوں سے باہر بچے ہیں۔ یونیسیف کے اندازوں کے مطابق بلوچستان میں سکول جانے کی عمر کے 60 سے 70 فیصد بچے سکول سے باہر ہیں۔ ان میں اکثریت (78 فیصد) لڑکیوں کی ہے جبکہ صوبے میں 67 فیصد لڑکے سکولوں سے باہر ہیں۔

اگرچہ وبا سے حکومت کو نہ صرف اس بات کی ترغیب ملنی چاہئے تھی کہ وہ شعبہ تعلیم کے تحفظ کے لیے ایک جامع منصوبہ بنائے بلکہ اس بات کی بھی کہ وہ اس سے آگے بڑھتے ہوئے گرتے ہوئے تعلیمی اشاریوں میں بہتری کے لیے ایک مؤثر دیرپا پالیسی تشکیل دے۔ تاہم، اس حوالے سے کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ دسمبر میں، وزیر اعلیٰ جام کمال ایک پانچ سالہ تعلیمی منصوبے کی منظوری دی لیکن اس پر عمل درآمد کے لیے کوئی طریقہ کار موجود نہیں تھا۔

سکولوں کی تعمیر کے لیے کثیر وسائل صرف کیے جاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے فنڈز کی تخصیص میں سنگین بدعنوانی کا عمل دخل ہو سکتا ہے اور یہ کہ غیر ضروری عمارتوں کی تعمیر شروع کی جاتی ہے جنہیں بعد میں ادھورا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ الف اعلان کے مطابق، بلوچستان میں 11,627 سکول رجسٹرڈ ہیں جن میں سے 1,271 مڈل سکول اور 947 ہائی سکول ہیں۔

وفاقی حکومت نے مالی سال 20-2019 میں اعلیٰ تعلیم کے بجٹ میں 45 فیصد کٹوتی کا فیصلہ کیا۔ اس اقدام کا بلوچستان سمیت ملک بھر کی سرکاری یونیورسٹیوں کے طلبا پر شدید اثر پڑا۔ اس سے وزیر اعظم کی فیس واپسی کا پروگرام بھی متاثر ہوا جس سے نادار طلبا کو یونیورسٹی میں مفت پڑھائی کا موقع ملتا تھا۔ ستمبر میں، پنجاب کی سرکاری یونیورسٹیوں میں بلوچ طلبا کے لیے مخصوص نشستوں کی تنسیخ کے خلاف بلوچ طلبا کمیٹیوں نے احتجاج کیا۔

ملک کے دیگر حصوں کی طرح، 2020 میں کووِڈ 19 کی وبا نے تعلیمی اداروں کو بھی شدید ضرب پہنچائی۔ تعلیمی اداروں

کی بندش کے بعد دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے طلبا اپنے آبائی علاقوں کو لوٹ گئے۔ جون میں، ہائیر ایجوکیشن کمیشن نے ملک بھر کے تعلیمی اداروں کو آن لائن کلاسز شروع کرنے کا حکم دیا۔ اس اقدام نے بلوچستان کے دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے طلبا کو سخت مشکل میں ڈال دیا کیونکہ ان میں سے محض چند ایک ہی کو بہتر معیار کے 3.جی اور 4.جی انٹرنیٹ کنیکشن تک رسائی تھی۔ 18 جون کو، گوادر کے ساحلی شہر سے تعلق رکھنے والے طلبا نے آن لائن کلاسز کی پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے احتجاج کیا۔

صحت

صوبے میں کووِڈ 19 کے کیسز میں تیزی سے اضافے کے پیش نظر صحت عامہ 2020 میں ایک سنگین مسئلہ رہا۔ وبا کے دوران آؤٹ پیشنٹ ڈیپارٹمنٹس (او پی ڈیز) کئی مہینوں تک بند رہے جس سے یہ شعبہ مزید متاثر ہوا۔ گائنا کالوجی کے مریض سب سے زیادہ متاثر ہوئے جبکہ کہا جاتا ہے کہ وبا نے صوبے میں پولیو ویکسی نیشن مہم میں بھی رکاوٹ پیدا کی۔

وبا نے حکومت کو مالی سال 21-2020 کے لیے صحت کے بجٹ میں بھی اضافے پر مجبور کر دیا۔ بجٹ میں 31 فیصد (31.405 ارب روپے) اضافہ کیا گیا جبکہ گزشتہ سال یہ بجٹ 23.981 ارب روپے تھا۔ یہ ایک اچھا اقدام تھا، البتہ طبی عملہ سال بھر ذاتی حفاظتی سامان کی کمی کے بارے میں فکر مند رہا۔

ایک کامیاب منصوبہ پیپلز پرائمری ہیلتھ کیئر اینیشیٹیو بلوچستان کے تحت طبی ہنگامی امدادی مراکز کا قیام تھا۔ فروری 2019 میں 3 ارب 92 کروڑ روپے کی لاگت سے شروع کیے گئے اس پراجیکٹ کے تحت صوبے میں دو ہائی ویز پر 14 ہنگامی مراکز قائم کیے گئے تاکہ ہائی ویز پر حادثات میں زخمی ہونے والے افراد کو ابتدائی طبی امداد فراہم کی جا سکے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پراجیکٹ سے ہائی ویز پر اموات کو کم کرنے میں مدد ملی ہے، اگرچہ اسے ضابطے کی رکاوٹوں اور فنڈز کے اجرا میں تاخیر جیسے مسائل کا سامنا رہا۔

دسمبر میں، بلوچستان ایڈز کنٹرول پروگرام کے سربراہ ڈاکٹر افضل زرقون نے انکشاف کیا کہ بلوچستان میں ایچ آئی وی کے 1,523 مریضوں کی نشاندہی ہوئی ہے۔ یہ اعداد و شمار دیگر صوبوں کے مقابلے میں تو کم تھے لیکن یہ پھر بھی کیسز میں حیران کن اضافے کو ظاہر کر رہے تھے۔

رہائش اور عوامی سہولیات

وزیر اعظم نے نومبر میں اپنے تربت کے دورے کے دوران بلوچستان میں کئی ترقیاتی فلاحی اسکیموں کا افتتاح کیا جن میں نیا پاکستان ہاؤسنگ سکیم بھی شامل ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ رہائشی اسکیم سے عام شہری مستفیض ہوں گے اور پانچ فیصد کی شرح سود پر قرضے حاصل کر سکیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے بلوچستان یونین آف جرنلسٹس کے صحافیوں کو بھی

رہائشی سکیم کی پیشکش کی۔

زمینوں پر قبضہ

ستمبر میں ایک 70 سالہ وکیل محمد یعقوب ہڑتال پر چلے گئے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ لینڈ مافیا نے ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیا تھا۔ انھوں نے چیف جسٹس اور چیف آف آرمی سٹاف سے مدد کی اپیل کی۔ یعقوب کے مطابق، 'بااثر لوگوں' نے نواکلی میں ان کی تقریباً 100,000 مربع فٹ زمین پر ناجائز قبضہ کرلیا تھا۔ اگرچہ یہ مسئلہ سنگین ہو چکا ہے، تاہم اسے میڈیا میں بہت کم کوریج ملی۔

ماحولیاتی مسائل

اگست میں شدید بارشوں کے دوران کم ازکم 13 افراد سیلاب کے باعث ہلاک ہو گئے۔ اہم قومی شاہراہیں کئی دنوں تک بند رہیں۔ دارالحکومتی شہر کوئٹہ کا بھی صوبے کے دیگر حصوں سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

صوبے کے بنجر ماحول کے پیش نظر، پینے کے پانی تک رسائی ہمیشہ سے ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ پاکستان میٹرالوجیکل ڈیپارٹمنٹ کے دس مراکز سے حاصل کیے گئے 37 سال (1980-2017) کے اعداد و شمار کی بنیاد پر ہونے والی تحقیق کے مطابق، ضلع بارکھان خشک سالی سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ تحقیق میں انکشاف ہوا کہ صوبے میں بارشوں میں شدید کمی واقع ہوئی ہے اور یہ کہ 2025 تک آبادی کے ایک بڑے حصے کو پینے کے پانی تک رسائی نہیں ہو گی۔ کوئٹہ کو خاص طور پر پانی کی شدید قلت کا سامنا رہا۔

جام کمال نے وزیراعلیٰ منتخب ہونے کے بعد کوئٹہ میں پانی کی کمی کے دیرینہ مسئلے کا نوٹس لیا اور آبی ایمرجنسی نافذ کی۔ تاہم، یہ مسئلہ اب بھی موجود ہے۔ دسمبر 2018 میں، سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک دو رکنی کمیشن تشکیل دیا جسے ضلع بولان میں پانی کے منصوبوں کی تکمیل کے حوالے سے ایک رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ مارچ 2020 میں جمع کرائی۔

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ

اِہم نکات

- حکومت ایک کے بعد ایک صدارتی آرڈیننس جاری کرتی رہی اور مسودہ قانون کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے اور مسودے کی خواندگی اور اس پر تفصیلی بحث کے درست آئینی طریقہ کار سے اجتناب کرتی رہی۔
- وبا کے اچانک پھیلاؤ کے پیشِ نظر، 13 مارچ 2020 کو قومی سلامتی کمیٹی کے اجلاس میں ایک اعلیٰ سطح کی قومی رابطہ کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کے کچھ دن بعد، اول الذکر کی معاون شاخ کے طور پر نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر قائم کیا گیا۔ دونوں ہی پارلیمنٹ اور حتیٰ کہ کابینہ کی منظوری کے بغیر تشکیل دیے گئے۔
- کوویڈ 19 کی وبا پر وفاقی حکومت کا ردِعمل سست رہا اور سخت لاک ڈاؤن نافذ نہیں کیے گئے جیسا کہ طبی حلقوں نے تجویز کیا تھا۔ اسپتال وبا کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے؛ سرکاری اسپتال وینٹی لیٹرز کی کمی کے باعث وائرس سے متاثرہ افراد کو واپس بھیجتے رہے اور نجی اسپتال مریضوں کے علاج کے لیے بھاری فیسیں وصول کرتے رہے۔ دوست ممالک اور عالمی ادارہ صحت کی جانب سے عطیہ کیے گئے طبی آلات کی تقسیم میں شفافیت نہیں تھی۔
- حکومت مساجد میں ایس او پیز پر عمل درآمد کرانے میں ناکام رہی اور زیادہ تر مذہبی انجمنوں اور مساجد کی انتظامیہ کمیٹیوں نے تعمیل سے انکار کر دیا۔
- اجتماع کی آزادی کے حق کو خطرات لاحق رہے۔ عورت آزادی مارچ جس نے تمام متعلقہ حکام سے 8 مارچ کو ریلی منعقد کرنے کی اجازت حاصل کی تھی، تشدد کا نشانہ بنا۔
- اظہار رائے کی آزادی خطرات کی زد میں رہی اور سیاسی کارکنوں مسلسل دباؤ کا شکار رہے۔ جب حکومت نے الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر نئی پابندیاں نافذ کرنے کی کوشش کی تو صحافیوں اور پیشہ ور ماہرین نے مظاہرے اور احتجاج کر کے مسئلے کو اجاگر کیا۔
- قومی احتساب بیورو نے پاکستان کے سب سے بڑے میڈیا گروپ کے مالک میر شکیل الرحمن کو ایک 35 سال پرانے کیس میں گرفتار کر لیا جس کے خلاف صحافی برادری نے اسلام آباد میں آٹھ ماہ تک مسلسل احتجاج کیا۔
- سینئیر صحافی مطیع اللہ جان جو طاقت ور اداروں پر تنقید کے حوالے سے جانے جاتے ہیں، کو جولائی میں اغوا کیا گیا لیکن وہ قومی اور بین الاقوامی میڈیا پر عوامی احتجاج کے بعد 12 گھنٹے بعد واپس لوٹ آئے۔
- تشویش ناک بات یہ ہے کہ ملک کے انسانی حقوق کے قومی ادارے غیر فعال رہے۔ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوق نسواں اب بھی چیئر پرسنز کے بغیر کام کر رہے تھے۔
- سول سوسائٹی کے کارکن اور تنظیمیں بچوں اور خواتین کے خلاف بڑھتے جرائم کے بارے میں فکر مند رہیں۔
- قومی احتساب بیورو نے حزب اختلاف کے خلاف مقدمات بنانے کے لیے جابرانہ حربے استعمال کیے جبکہ

حکمران جماعت کے ساتھ نرمی برتی گئی۔

- شہریوں اور سیاسی جماعتوں کی جانب سے چینی سکینڈل اور بی آر ٹی منصوبے کی تکمیل میں تاخیر کی تحقیقات کے مطالبے کے باوجود نیب نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ یہ رجحان سال بھر جاری رہا۔
- مذہبی اقلیتوں کے خلاف جرائم اور امتیازی سلوک روک ٹوک کے بغیر جاری رہا۔ جب حکومت نے اسلام آباد میں ایک مندر کی تعمیر کا اعلان کیا تو انتہا پسند گروہوں نے احتجاج کرتے ہوئے مندر کی تعمیر روکنے کا مطالبہ کیا۔ اقلیتوں کے لیے دوبارہ تشکیل دیا گیا قومی کمیشن بھی سال بھر غیر فعال رہا۔
- سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آمدن سے زائد اثاثوں کے الزام میں دائر کیے گئے صدارتی ریفرنس کو اختلاف رائے رکھنے والے ججوں کو دھمکانے کی ایک کوشش قرار دیا گیا۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

قومی اسمبلی کی ایک اہم کامیابی 10 مارچ کو زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ کی منظوری تھی۔ توقع کی جا رہی تھی کہ یہ قانون بچوں کے خلاف جرائم کی روک تھام اور ایک فوری ردِعمل کے نظام کے قیام میں مدد دے گا۔ علاوہ ازیں، ستمبر میں، ایک مشترکہ اجلاس میں قومی اسمبلی نے معذوری سے متعلق ایک قانون منظور کیا جو دو سال سے زیر التوا تھا۔ اس سے پاکستان میں معذوری متاثر لاکھوں افراد (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کے لیے امید کی ایک کرن جاگی۔ بل کا مقصد اسلام آباد دارالحکومت کے علاقے (آئی سی ٹی) میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کے خلاف امتیاز کو ختم کرنا ہے۔

جنوری میں، خواتین کے وراثتی حقوق کے نفاذ کا ایکٹ 2020 بھی منظور کیا گیا جس کا مقصد خواتین کو جائیداد کی ملکیت کے حق کے حوالے سے بااختیار بنانا ہے۔ اگرچہ آئین کی دفعہ 23 قرار دیتی ہے کہ ہر شہری کو جائیداد حاصل کرنے، رکھنے اور بیچنے یا منتقل کرنے کا حق حاصل ہے، تاہم پاکستان میں خواتین کو اس حق کے استعمال میں اکثر مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔

2020 میں منظور کیا گیا ایک اور اہم قانون لیٹرز آف ایڈمنسٹریشن اینڈ سکسیشن سرٹفیکیٹس ایکٹ ہے۔ اس قانون کی منظوری کے بعد نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ ریگولیٹری اتھارٹی (نادرا) کو اب کسی درخواست کے موصول ہونے کے 15 دن کے اندر سکسیشن لیٹرز جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس سے پہلے اس عمل میں ایک طویل اور پیچیدہ طریقہ کار حائل تھا۔

2020 میں قومی اسمبلی کے 12 اجلاس منعقد ہوئے جو 80 کام کے دن اور چار ایک روزہ مشترکہ اجلاسوں پر مشتمل تھے۔ مجموعی طور پر، پارلیمنٹ نے ترامیم سمیت 36 قوانین منظور کیے۔ ایک منفی رجحان یہ رہا کہ حکومت ایک کے بعد ایک صدارتی آرڈیننس جاری کرتی رہی اور مسودہ قانون کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے اور اس کی خواندگی اور اس پر تفصیلی بحث کے درست آئینی طریقہ کار سے اجتناب کرتی رہی۔

عدل وانصاف کی فراہمی

عدلیہ اور زیر التوا مقدمات

کمیشن برائے قانون وانصاف کے مطابق، سال کے آغاز میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں 42,762 مقدمات زیر التوا تھے۔ 31 دسمبر 2020 تک، زیر التوا مقدمات کی تعداد 46,516 ہو چکی تھی۔ سال کے دوران 14,215 نئے مقدمات قائم کیے گئے اور 12,361 مقدمات نمٹائے گئے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ (آئی ایچ سی) نے 15,875 زیر التوا مقدمات کے ساتھ سال کا آغاز کیا۔ سال کے آخر تک زیر التوا مقدمات کی تعداد 16,288

ہو چکی تھی۔ سال کے دوران کل 8,106 نئے مقدمات قائم کیے گئے جبکہ 7,245 مقدمات نمٹائے گئے۔ اسی عرصے کے دوران اسلام آباد کی ضلعی عدالتوں میں زیرالتوا مقدمات 48,242 تک پہنچ چکے تھے۔ یوں، 2020 کے آغاز میں زیرالتوا مقدمات میں مزید 6,913 کا اضافہ ہو گیا۔

اہم پیش رفتیں

16 جون کو سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے مالیات، محصولات و معاشی امور نے ایک بل منظور کیا جو ارکان پارلیمان کے اہلِ خانہ کو 25 غیر استعمال شدہ اندرون ملک بزنس کلاس ہوائی ٹکٹوں کے حصول کا موقع دے گا۔

سال بھر کے دوران حکومت نے بظاہر قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوق نسواں کو دانستہ طور پر غیر فعال رکھا، جبکہ بچوں کے حقوق کا قومی کمیشن وسائل کی کمی کا شکار رہا۔ ملک میں انسانی حقوق کے حامیوں کے متواتر مطالبے کے باوجود حکومت ان دونوں اداروں کے چیئر پرسنز کے تقرر میں غیر ضروری طور پر تاخیر کرتی رہی۔

مئی میں، وزارت مذہبی امور و بین العقائد ہم آہنگی نے اقلیتوں کے قومی کمیشن کی تشکیل نو کا نوٹیفکیشن جاری کیا جو چھ عہدے داروں اور 12 غیر سرکاری ارکان پر مشتمل تھا اور چیلا رام کیولانی تین سال کے لیے اس کے چیئر پرسن منتخب ہوئے۔ تاہم، نوٹیفکیشن میں کئی خامیاں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ اس میں احمدی برادری کی نمائندگی نہیں تھی۔ جب کمیونٹی کو شامل کرنے کے لیے ایک درخواست جمع کرائی گئی تو حکومت نے اس کے رہنماؤں سے کہا کہ وہ لکھ کر دیں کہ وہ خود کو 'غیر مسلم' مانتے ہیں۔ ہندو سبھا نے بھی شیڈولڈ کاسٹس جو ہندو برادری میں اکثریت میں ہیں، کو شامل نہ کرنے پر نوٹیفکیشن پر تنقید کی۔ اہم بات یہ ہے کہ چونکہ یہ کمیشن 2014 میں سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے تحت تشکیل دیے گئے آئینی کمیشن کے برخلاف پارلیمنٹ کے ایک اقدام کے تحت بنایا گیا تھا اس لیے اس کے پاس آئینی اختیارات نہیں ہیں۔ ایک اور تنقید یہ سامنے آئی کہ کمیشن میں غیر ضروری طور پر دو مسلم اراکین کو شامل کیا گیا تھا۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف آمدن سے زائد اثاثوں کے الزام میں دائر کیے گئے صدارتی ریفرنس کو اختلاف رائے رکھنے والے ججوں کو دھمکانے کی ایک کوشش قرار دیا گیا۔ ان کی اہلیہ کو کئی مرتبہ ایف بی آر میں پیش ہونے پر مجبور کیا گیا جہاں، ان کے مطابق، ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا گیا۔ جون میں، سپریم کورٹ نے جسٹس عیسیٰ کے خلاف ریفرنس خارج کر دیا اور اسے غیر موثر قرار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جسٹس عیسیٰ اپنی اسٹیبلشمنٹ مخالف آرا کی بنا پر حکومت کے نشانے پر تھے۔

مارچ میں، قومی احتساب بیورو (نیب) نے پاکستان کے سب سے بڑے میڈیا گروپ کے مالک میر شکیل الرحمٰن کو ایک 35 سال پرانے کیس میں گرفتار کر لیا جس کے خلاف صحافی برادری نے اسلام آباد میں آٹھ ماہ تک مسلسل احتجاج کیا۔ نومبر میں سپریم کورٹ نے ان کی ضمانت کی درخواست منظور کر لی جس کے بعد انہیں رہا کر دیا گیا۔ اس مقدمے کو ملک میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو نشانہ بنائے جانے کی ایک مثال قرار دیا گیا۔

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ

نیچے دیے گئے جدول 1 میں 2020 میں افراد کے خلاف جرائم کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

جرم کی نوعیت	2020 میں کل واقعات
قتل	139
جنسی زیادتی	46
اجتماعی جنسی زیادتی	5
جنسی خواہش (بچے)	25
غیرت کے نام پر قتل	1
گھریلو تشدد	18
توہین مذہب	8
پولیس مقابلے	7

ماخذ: آئی سی ٹی پولیس، ایچ آر سی پی کی معلومات کے لیے دی گئی درخواست کے جواب میں۔

جبری گمشدگیاں

ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل انعام رحیم کو فوجی حکام نے بغیر کسی باضابطہ الزام کے حراست میں لے لیا اور پھر ایک ماہ کی قید کے بعد جنوری میں رہا کر دیا۔ وہ جبری گمشدگی سے متعلق مقدمات کی پیروی کے لیے جانے جاتے ہیں۔

جولائی میں سینیئر صحافی مطیع اللہ جان کو سادہ کپڑوں میں ملبوس درجنوں افراد نے اغوا کیا۔ انہیں قومی اور بین الاقوامی میڈیا نیز ایچ آر سی پی سمیت انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے مذمت کے بعد کئی گھنٹوں تک حراست اور تفتیش کے بعد رہا کر دیا۔ بعدازاں، اگست میں سپریم کورٹ نے مطیع اللہ جان کے اغوا کے حوالے سے ناقص کارکردگی پر اسلام آباد پولیس کی سرزنش کی۔

ستمبر میں، سکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کے ایڈیشنل جوائنٹ ڈائریکٹر ساجد گوندل اسلام آباد کے چک شہزاد

سے لاپتا ہو گئے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے نامعلوم اہلکاروں کی جانب سے اغوا کے بڑھتے واقعات پر ناگواری کا اظہار کیا۔

جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن (سی او آئی ای ڈی) کو 2011 میں اپنے آغاز سے اب تک اسلام آباد میں 300 کیسز موصول ہوئے ہیں جن میں سے 17 افراد حراستی مراکز اور 28 جیلوں میں پائے گئے، جبکہ آٹھ افراد کی نعشیں برآمد ہوئیں۔ مجموعی طور پر، کمیشن نے 2020 کے آخر تک آئی سی ٹی میں 197 افراد کا سراغ لگایا۔ ستمبر میں، انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹس (آئی سی جے) نے قرار دیا کہ سی او آئی ای ڈی سزا سے استثنا کے خاتمے میں مکمل ناکام ہو چکا ہے اور یہ کہ متاثرین اور ان کے پیاروں کی کوئی تلافی نہیں ہوتی۔ آئی سی جے نے ایک بریفنگ دستاویز میں سفارش کی کہ سی او آئی ای ڈی کی مدت میں توسیع نہ کی جائے کیونکہ یہ افراد یا اداروں پر ذمہ داری عائد کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ تاہم، حکومت نے اس کی مدت میں مزید تین سال کی توسیع کر دی۔

بنیادی آزادیاں

نقل وحرکت کی آزادی

مارچ میں، اراکین قومی اسمبلی اور پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنماؤں علی وزیر اور محسن داوڑ کو کابل جانے والی ایک پرواز میں سوار ہونے سے روک دیا گیا جہاں وہ افغان صدر اشرف غنی کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کے لیے جارہے تھے۔ انہیں وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے روکا جس نے دعویٰ کیا کہ انہیں سفر کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ ان کے نام ای سی ایل پر تھے۔

سوچ، فکر اور مذہب کی آزادی

جولائی میں، اسلام آباد میں ایک ہندو مندر کی تعمیر متنازع بن گئی۔ وزیر اعظم عمران خان نے جون میں مندر کی تعمیر کے لیے 10 کروڑ روپے کی گرانٹ منظور کی تھی۔ ایچ آر سی پی نے گرانٹ کی منظوری کا خیر مقدم کیا اور مندر کے خلاف ہونے والے احتجاج کی مذمت کی۔ اسلام آباد ہائی کورٹ نے مندر کی تعمیر کے خلاف درخواست مسترد کردی۔

جولائی میں، سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے فلم 'زندگی تماشا' کی ریلیز کی منظوری دی۔ قائمہ کمیٹی نے یہ

دائیں بازو کے گروہوں نے اسلام آباد میں ہندوؤں کے ایک مندر کی مجوزہ تعمیر کے خلاف احتجاج کیا

اقدام سینسر بورڈ کی جانب سے کووِڈ 19 کی لہر کے بعد فلم کو نمائش کے لیے پیش کرنے کے فیصلے سے اتفاق کرتے ہوئے کیا۔ اس سے پہلے دائیں بازو کے گروہوں نے فلم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے الزام عائد کیا تھا کہ اس میں توہین

مذہب پر مبنی مواد موجود تھا۔ انہوں نے ڈائریکٹر کو جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی تھی۔

اظہار رائے کی آزادی

کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کی ایک رپورٹ برائے 2020 نے ملک میں میڈیا کی آزادی کی ایک تلخ تصویر پیش کی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ انسداد دہشت گردی کے الزامات پر کم از کم سات صحافیوں کو قتل اور 60 کے خلاف مقدمات درج کیے گئے۔ ان کارکنوں کے خلاف بھی مقدمات درج کیے گئے جنہوں نے قومی پریس کلب کے باہر مظاہرے کیے تھے۔ ایسے مظاہروں میں عام طور پر ملک بھر، خاص طور پر بلوچستان اور سابق قبائلی علاقہ جات میں جبری گمشدگیوں اور سکیورٹی فورسز کی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے۔

ڈیجیٹل حقوق کے کارکنوں نے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کی جانب سے ویب اور ٹی وی چینلوں کو قوانین اور ضوابط کے تابع کرنے کی تجویز مسترد کر دی۔ پیمرا نے دونوں میڈیا کے لیے لائسنسنگ، معائنے، مواد کی باضابطگی اور شکایات سے نمٹنے سمیت متعدد انضباطی راہنما اصول تجویز کیے تھے۔

اگست میں وزیراعظم کی تنخواہ میں اضافے سے متعلق 'جعلی' خبر نشر کرنے پر نیو ٹی وی کو جرمانہ کیا گیا۔ پیمرا نے اداکار خلیل الرحمٰن قمر کے توہین آمیز بیانات نشر کرنے پر اسی چینل پر پانچ لاکھ روپے جرمانہ بھی عائد کیا اور محرم کی نشریات کے دوران نفرت انگیز تقریر نشر کرنے پر 24 ایچ ڈی ٹی وی کا لائسنس منسوخ کر دیا۔ پیمرا نے نیو ٹی وی اور 24 ایچ ڈی ٹی وی کے لائسنس غیر قانونی ہونے کی بنا پر منسوخ کر دیے چونکہ انہیں صرف تفریحی پروگرام نشر کرنا تھے۔ پیمرا نے بول ٹی وی پر 'چیمپئین' نامی پروگرام پر بھی پابندی عائد کر دی۔

ستمبر میں، خواتین صحافیوں کے ایک گروہ نے ایک مشترکہ پٹیشن جاری کی جس میں انہوں نے سوشل میڈیا کے پلیٹ فارمز پر ہونے والے حملوں سے تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ حملے حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) سے منسلک اکاؤنٹس کے ذریعے کیے گئے۔ بعدازاں، اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسانی حقوق نے پاکستان میں صحافیوں کے خلاف تشدد کی دھمکیوں کے بڑھتے واقعات پر تشویش کا اظہار کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے 'فوری طور پر ٹھوس اقدامات' کرے۔

پریس کو دھمکانے کے ایک نمایاں واقعے میں، صحافی احمد نورانی نے الزام عائد کیا کہ انہیں ایک تحقیقاتی رپورٹ، جس پر وہ کام کر رہے تھے، کے حوالے سے دھمکیوں کا سامنا تھا۔ اس رپورٹ میں ایک ریٹائرڈ فوجی افسر، جو سی پیک اتھارٹی کے سربراہ کے طور پر کام کر رہے تھے، کے خاندان کے کاروباری اثاثوں کا انکشاف کیا گیا تھا۔ ایک اور واقعے میں، افواج پاکستان کے خلاف 'منفی پروپیگنڈا' کرنے پر صحافی اسد طور کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی۔

انسانی حقوق کی تنظیموں نے پیمرا کی جانب سے 'مفروروں' کی تقاریر نشر کرنے پر عائد کی گئی پابندی کی مذمت

کی۔انہوں نے الزام عائد کیا کہ ایسا اس لیے کیا گیا تھا کہ براڈ کاسٹرز کو سابق وزیراعظم نواز شریف کو عوامی اجتماعات سے آن لائن خطاب کرنے سے روکا جا سکے۔ اکتوبر میں، پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی نے 'فحش' مواد نشر کرنے کی شکایات پر سوشل میڈیا ایپ ٹِک ٹاک پر پابندی لگا دی۔ وزارت انفارمیشن ٹیکنالوجی نے نومبر میں غیر قانونی آن لائن مواد کے اخراج اور روک تھام (طریقہ کار، جائزہ، حفاظتی اقدامات) کے ضوابط 2020 کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ اس اقدام کو ڈیجیٹل حقوق پر حملہ تصور کیا گیا۔

اجتماع کی آزادی

خواتین کے عالمی دن کے موقع پر عورت آزادی مارچ کے شرکا پر پتھراؤ کیا گیا جس کے بعد منتظمین نے واقعے کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ منتظمین نے مارچ کے لیے کئی ہفتے پہلے این او سی کے لیے درخواست دی تھی، تاہم کہا جاتا ہے کہ دائیں بازو کے گروہوں کے دباؤ کے باعث این او سی آخری دن تک روک کر رکھا گیا۔

خواتین کے عالمی دن کے موقع پر ایک ریلی کے دوران دائیں بازو کے گروہوں نے عورت آزادی مارچ کے شرکا پر پتھراؤ کیا

جمہوری پیش رفت

سیاسی عمل میں شرکت

مئی میں، وفاقی حکومت نے اسلام آباد کے ناظم انصر عزیز، جو حزب اختلاف کی جماعت کے رکن تھے، کو فنڈز کے 'ناجائز' استعمال پر برطرف کر دیا۔ آئی ایچ سی نے انہیں ان کی جانب سے دائر کی گئی پٹیشن کا حتمی فیصلہ آنے تک ان کے عہدے پر بحال کر دیا۔ اس پٹیشن میں وفاقی حکومت کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

قومی سطح پر، خواتین اور مرد ووٹروں کے درمیان بڑھتا ہوا تفاوت، جو 2020 میں ایک کروڑ 27 لاکھ تک پہنچ چکا تھا، تشویش کا باعث بنا رہا۔ البتہ اسلام آباد میں رجسٹرڈ ووٹروں کی کل تعداد 803,538 بتائی جاتی ہے جن میں سے 47.4 فیصد خواتین ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفاقی دارالحکومت میں خواتین ووٹروں کا تناسب چاروں صوبوں سے زیادہ ہے۔

ستمبر میں ایک 11 جماعتی اپوزیشن اتحاد، پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ، تشکیل دیا گیا جس نے ملک بھر میں کئی سیاسی ریلیاں منعقد کیں۔ سب سے بڑی تنقید یہ تھی کہ حکومت نیب کو حزب اختلاف کو نشانہ بنانے کے آلے کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ حزب اختلاف کے خلاف بڑھتے ہوئے مقدمات اور زیادہ جمہوری گنجائش فراہم کرنے میں حکومت کی غیر رضامندی کے پیش نظر، سیاسی ماحول سال بھر تناؤ کا شکار رہا۔

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

جنوری میں، سینیٹ نے میٹرنٹی اینڈ پیٹرنٹی بل کی منظوری دی جس کے تحت مالکان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو میٹرنٹی اور پیٹرنٹی رخصت فراہم کریں۔ اس بل کے تحت، چھٹی کی پالیسی کا اسلام آباد دارالحکومت کے علاقے (آئی سی ٹی) کے سرکاری اور نجی اداروں پر اطلاق ہوگا۔ خواتین پہلی پیدائش پر 180، دوسری پیدائش پر 120 اور تیسری پیدائش پر زچگی کی 90 چھٹیوں کی حق دار ہیں، جبکہ مرد سروس کے دوران تین مرتبہ ایسی 30 چھٹیوں کے حق دار ہیں۔

جامعہ حفصہ کی طالبات نے عورت آزادی مارچ سے پہلے دیوار پر بنائی گئی ایک تصویر کو مسخ کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ تقریب کے خلاف آئی سی ٹی انتظامیہ کو دو درخواستیں دی گئیں، جبکہ جمیعت علماء اسلام۔ف اور لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ اُم حسن نے ریلی کو روکنے کا اعلان کیا۔ دریں اثنا، پیمرا نے ٹی وی چینلوں کو ہدایت کی کہ وہ خواتین کے عالمی دن کے موقع پر 'متنازع' مواد نشر کرنے سے گریز کریں۔

عورت آزادی مارچ کے تیسرے سال، غنڈوں نے تقریب میں خلل اندازی کی جس پر مقامی مذہبی پیشواؤں سمیت 12 افراد کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔ معاشرے کے قدامت پسند حلقے سخت گیر مؤقف رکھنے والی سیاسی جماعتوں کی زیرِ قیادت اسی مقام پر جمع ہوئے اور باوجود اس کے کہ انہوں نے شہری انتظامیہ کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ قانون کی پابندی کریں گے، عورت مارچ کے شرکا پر پتھراؤ کیا۔ انتظامیہ کو ایک ہی مقام پر دو متوازی اجتماعات کی اجازت دینے پر شدید تنقید کا سامنا رہا۔

خواجہ سرا برادری

جنوری میں، ایک مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ نادرا نے خواجہ سرا افراد کا صحت کارڈ کے لیے اندراج ڈیسک قائم کیے۔ وزیراعظم کے معاون خصوصی برائے صحت نے کہا کہ خواجہ سرا افراد کی جانب سے اس بات کی تصدیق کافی ہوگی کہ وہ کس جنس کو اپنانا چاہیں گے؛ کسی اور دستاویز کی ضرورت نہیں۔

مارچ میں، آئی سی جے نے پاکستان میں خواجہ سراؤں سے متعلق قانون کے حوالے سے ایک بریفنگ نوٹ جاری کیا اور اسے ناکافی قرار دیا۔ اس نے مزید کہا کہ یہ مخنث افراد کو درپیش انسانی حقوق کی سنگین ترین خلاف ورزیوں، جیسے کہ انہیں دوہری جنس سے متعلق دقیانوسی تصورات کے موافق بنانے کے لیے غیرضروری ہارمونل علاج اور جراحی کے عمل سے گزارنا، کا احاطہ نہیں کرتا۔

بچے

سپریم کورٹ نے سابق ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راجا خرم علی خان اور ان کی اہلیہ ماہین ظفر، جنہوں نے اسلام آباد میں اپنی کمسن ملازمہ کو تشدد کا نشانہ بنایا تھا، کی تین سال کی توسیعی سزا معطل کر دی۔ حقوق کے کارکنوں نے اس فیصلے پر مایوسی کا اظہار کیا۔ اعلیٰ عدلیہ نے اسلام آباد ہائی کورٹ کی جانب سے اپریل 2018 میں دی گئی ایک سال کی سزا برقرار رکھی۔

فروری میں، قومی اسمبلی نے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے مرتکب افراد کو سرِ عام پھانسی دینے کی قرارداد منظور کی۔ ملکی اور غیر ملکی انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس اقدام پر سخت تنقید کی۔ تاہم، ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ مارچ میں زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ کی منظوری دی گئی جو لاپتا اور اغوا ہونے والے بچوں کی جلد بازیابی میں مدد دے گا۔

ساحل کی جانب سے اخباری خبروں کی بنیاد پر مرتب کی گئی رپورٹ کے مطابق، سال کے دوران آئی سی ٹی میں بچوں کے خلاف تشدد کے 102 واقعات پیش آئے جن میں سے 43 واقعات جنسی زیادتی کے تھے۔

اگست میں، کابینہ نے ایک گزٹ نوٹیفکیشن کے ذریعے اسلام آباد میں بچوں کی گھریلو مشقت، جس کی بچوں کی ملازمت کے ایکٹ 1991 کے تحت ممانعت ہے، پر پابندی عائد کر دی۔ مذکورہ ایکٹ 14 سال سے کم عمر بچوں کی ملازمت کی ممانعت کرتا ہے۔

معذوری سے متاثر افراد

اگست میں، سپریم کورٹ آف پاکستان نے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو سرکاری مراسلت میں 'معذور'، 'جسمانی طور پر معذور'، اور 'ذہنی طور پر معذور' جیسے الفاظ کا استعمال ترک کرنے کا حکم دیا۔ عدالت نے قرار دیا کہ ایسی اصطلاحات پی ایل ڈبلیو ڈیز کے وقار کو ٹھیس پہنچاتی ہیں اور یہ کہ ایسے افراد کو 'مختلف قابلیتوں کے حامل افراد' کہا جائے۔

ستمبر میں، قومی اسمبلی نے معذوری سے متاثر افراد سے متعلق ایک نئے قانون کی منظوری دی جو گزشتہ دو سال سے زیر التوا تھا۔ اس قانون کا مقصد آئی سی ٹی میں پی ایل ڈبلیو ڈیز کے خلاف امتیاز کو ختم کرنا ہے (*قوانین اور قانون سازی* ملاحظہ کریں)۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

فروری میں، تعلیم کی صورت حال کی سالانہ رپورٹ (اثر ASER) نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں پانچویں جماعت کے تقریباً 45 فیصد بچے دوسری جماعت کے نصاب میں شامل انگریزی کے جملے نہیں پڑھ سکتے۔ (اثر ASER) دیہی اور شہری گھرانوں تعلیم اور دیگر اہم اشاریوں کے اعداد وشمار جمع کرتا ہے نیز سکولوں کے ساتھ مل کر بنیادی زیریں پرائمری مہارتوں کے حصول سے متعلق بین الاقوامی لحاظ سے قابلِ موازنہ کوائف مرتب کرتا ہے اور قومی اور عالمی اداروں کو پائیدار ترقیاتی اہداف 4 کے تحت اہداف کے حصول کے حوالے سے جوابدہ بناتا ہے۔

(اثر ASER) نے یہ بھی جانا کہ دیہی علاقوں میں پانچویں جماعت کے 59 فیصد بچے اردو اور سندھی اور مقامی زبانوں بشمول سندھی اور پشتو، جو دوسرے درجے کے لیے نصاب کا حصہ ہیں، میں کہانیاں نہیں پڑھ سکتے تھے۔ مزید براں، پانچویں جماعت کے صرف 57 فیصد بچے دوسری جماعت کی دو ہندسوں کی تقسیم کو حل کر سکتے تھے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ پانچویں جماعت کے صرف 60 فیصد بچے درست وقت بتا سکتے تھے اور اضافی لفظ کے مسئلے حل کر سکتے تھے۔ صرف 53 فیصد بچے ضرب کے مسئلے حل کر سکتے تھے۔

ایک رپورٹ کے مطابق، نجی سکولوں میں پڑھنے والے بچوں نے سیکھنے کے حوالے سے بہتر کارکردگی دکھائی۔ رپورٹ

دیہی علاقوں میں پانچویں جماعت میں پڑھنے والے تقریباً 45 فیصد پاکستانی بچے دوسری جماعت کے لیے مخصوص انگریزی کے جملے پڑھنے سے قاصر تھے

میں کہا گیا کہ لڑکوں نے لڑکیوں سے بہتر کارکردگی دکھائی۔ سکولوں سے باہر بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مختلف اندازوں کے مطابق، 2020 میں یہ تعداد دو سے اڑھائی کروڑ کے درمیان رہی۔

یہ امر باعث تشویش ہے کہ حکومت نے تعلم کے نتائج پر توجہ دینے کی بجائے واحد قومی نصاب جاری کرنے کا انتخاب کیا جو وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ کئی ماہرینِ تعلیم نے اس اقدام پر تحفظات کا اظہار کیا، خاص طور پر اس لیے کہ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد تعلیم صوبائی موضوع بن چکا ہے۔ آزاد ماہرین نے بھی نصاب میں مذہبیت اور رٹے پر حد سے زیادہ زور دینے پر بھی تنقید کی، چونکہ بچوں کو مقدس کتب کے اقتباسات یاد کرنا ہوتے ہیں۔

مارچ میں، وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت کے ایڈیشنل سیکریٹری نے تمام صوبوں کے چیف سیکریٹریز کو خط لکھا جس میں انہیں ایسے تمام ثقافتی پروگرام بند کرنے کو کہا گیا جو مختلف لسانی ثقافتوں یا قوم پرست مہمات کی عکاسی کرتے ہوں۔ اس اقدام کو مکتبی آزادی اور صوبائی خودمختاری کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا گیا۔

ملک کے دیگر حصوں کی طرح، کووِڈ 19 کے بحران کے باعث تعلیمی اداروں کی بندش کے دوران طلبا کو ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ناقص انٹرنیٹ سروس کے باعث کم آمدن والے گھرانوں سے تعلق رکھنے والے طلبا کی تعلیم متاثر ہوئی۔ طلبا نے ناقص آن لائن نظام کے خلاف ہائر ایجوکیشن کمیشن کے سامنے مظاہرہ کیا جبکہ یونیورسٹیاں پوری فیسیں وصول کرتی رہیں۔ وفاقی وزارت تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت نے پاکستان بھر میں سکولوں کی بندش کے حوالے سے فیصلے کرنے کے لیے ایک نئے اختیار کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔

اگست میں، وفاقی ڈائریکٹوریٹ تعلیم نے اسلام آباد کے ہر تعلیمی ادارے کے لیے ایک کمیٹی کے قیام کا نوٹیفکیشن جاری کیا تاکہ ہر قسم کی ہراسانی، دھمکانے اور جسمانی زیادتی کو روکا جا سکے۔ ہر ادارے کا سربراہ کمیٹی کے کنوینر کا کردار ادا کرے گا جبکہ ڈپٹی ہیڈ اور علاقائی تعلیمی افسران اس کے اراکین ہوں گے۔ ان کمیٹیوں کو یقینی بنانا ہوگا کہ ادارے انسداد اور ردِعمل سے متعلق حکمت عملیاں اپنائیں اور سائبر ہراسانی اور تنگ کرنے جیسے رجحانات کو بدلنے کے لیے اپنے دائرہ اختیار کو وسعت دیں۔

صحت

جون میں، عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے پاکستان کی پہلی آزاد ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری کی منظوری دی۔ اگست میں، وزارت نیشنل ہیلتھ سروسز ریگولیشنز اینڈ کوآرڈینیشن نے دوا ساز کمپنیوں کو ضروری ادویہ کی قیمتوں میں 7 فیصد اور غیر ضروری ادویہ کی قیمتوں میں 10 فیصد اضافہ کرنے کی اجازت دی۔

اکتوبر میں، قومی اسمبلی کو بتایا گیا کہ سرکاری اسپتالوں میں سہولیات کی کمی اور نجی اسپتالوں کی جانب سے کووِڈ 19 کے

علاج کے لیے بھاری فیسیں وصول کیے جانے کے باوجود، پانچ ارب کے قریب حکومتی کووِڈ19 فنڈز استعمال نہیں ہوسکے۔

ملک بھر میں کووِڈ19 وبا کے پھیلاؤ میں اضافے کے باوجود حکومت کا ابتدائی ردِعمل سست اور غیر واضح رہا۔حکومت نے لاک ڈاؤن کے نفاذ میں تاخیر کی اور اس دوران اس کے اور سندھ حکومت، جو شروع سے ہی سخت لاک ڈاؤن کے حق میں تھی، کے درمیان تناؤ پیدا ہوا۔

حفاظتی سامان کی تقسیم بھی تنازع کا باعث بنی رہی اور مشاہدہ کاروں نے الزام عائد کیا کہ نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سنٹر (این سی او سی) کی جانب سے حفاظتی سامان کی تقسیم میں شفافیت نہیں تھی۔این سی او سی نے ادویات، آلات اور حتیٰ کہ وینٹی لیٹرز کی خریداری کے حوالے سے بظاہر غیر ضروری رازداری اپنائے رکھی۔صوبوں میں مناسب تعداد میں وینٹی لیٹرز نہ ہونے کے باعث اسپتالوں نے مریضوں کو واپس بھیجنا شروع کر دیا۔

رہائش اور عوامی سہولیات

جولائی میں، وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے اسلام آباد میں بڑی تعداد میں موجود 'غیر قانونی' رہائشی اسکیموں کی تحقیقات شروع کی۔ اخبارات کی رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ 2020 تک 100 سے زائد قانونی اور غیر قانونی اسکیمیں موجود تھیں اور کئی ہاؤسنگ سوسائٹیوں نے پارکوں، کھیل کے میدانوں، مساجد اور سکولوں کے لیے مخصوص زمین فروخت کی۔

اسلام آباد ہائی کورٹ نے جولائی میں راول جھیل پر قائم نیوی سیلنگ کلب کو اس بنیاد پر سیل کرنے کا حکم دیا کہ کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) اور بحریہ جھیل کے کنارے ایک پُرتعیش سہولت کی تعمیر کا معقول جواز فراہم نہیں کر سکے تھے اور یہ کہ اس سے جھیل تک عوامی رسائی رک گئی تھی۔سی ڈی اے کے چیئرمین عامر علی احمد نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں جمع کرائے گئے بیان حلفی میں کہا کہ انہوں نے کئی مرتبہ بحریہ کو مطلع کیا کہ تعمیر غیر قانونی تھی مگر یہ کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔

جولائی میں، سی ڈی اے نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں اس بات کی تصدیق کی کہ پنجاب کے سینیئر وزیر علیم خان نے اسلام آباد میں اپنی ہاؤسنگ سوسائٹی، دی پارک ویو ہاؤسنگ سوسائٹی، کے قیام کے لیے سرکاری زمین پر قبضہ کیا۔

ماحولیات

اخبارات کی رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ 2020 میں اسلام آباد کے مختلف علاقوں میں درختوں کی غیر قانونی کٹائی روک ٹوک کے بغیر جاری رہی۔ ایف۔9 پارک سب سے زیادہ متاثرہ علاقہ تھا جہاں سے درخت مسلسل کاٹے اور علاقے

سے باہر منتقل کیے جاتے رہے۔ایک اور متاثرہ علاقہ مونال ریستوران کے اردگرد کا علاقہ تھا جہاں ریستوران کی توسیع کے لیے 500 سے 1,000 درخت کاٹ دیے گئے۔ بعدازاں، عدالت نے اس عمل کو روک دیا۔ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ وفاقی حکومت نے اپنے 10 بلین ٹری سونامی پروگرام کے پہلے مرحلے کا آغاز کیا۔یہ چار سالہ منصوبہ ہے جس کا مقصد ملک بھر میں درخت لگانا ہے۔ پاکستان کا کل جنگلاتی رقبہ اندازاً 3 فیصد سے بھی کم ہے جو خطے میں کم ترین اور اقوام متحدہ کے تجویز کردہ 12 فیصد سے کافی کم ہے۔

آزاد جموں و کشمیر

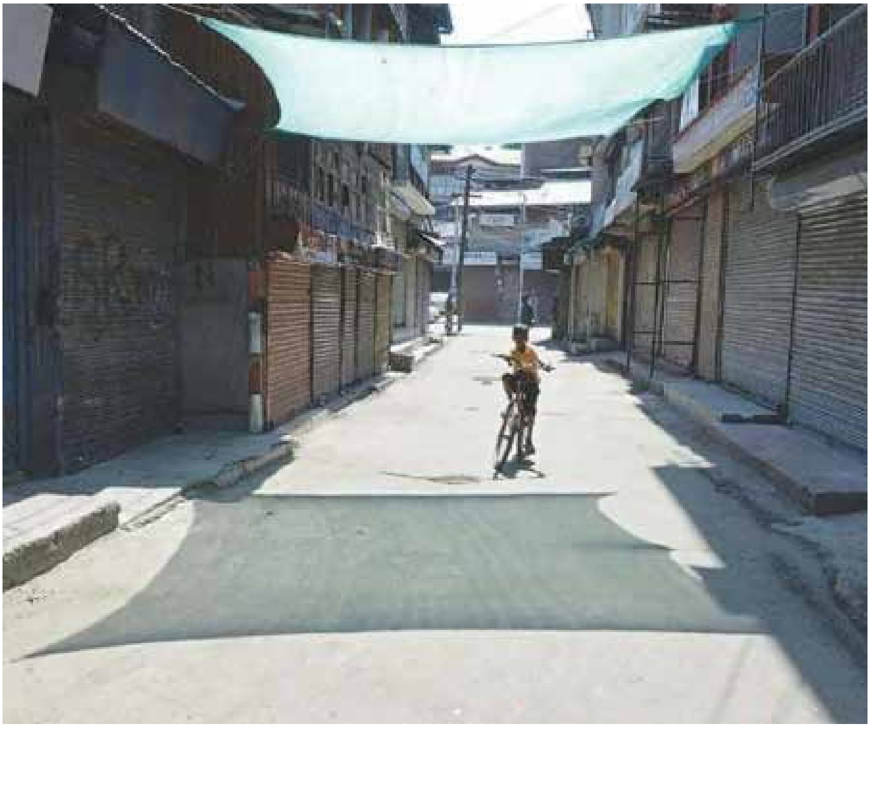

اِہم نکات

- آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی نے علاقہ میں انسانی حقوق کی صورت حال کو دستاویزی شکل دینے کی غرض سے ایک نام زد کمیشن تشکیل دینے کو ہیومن رائٹس کمیشن ایکٹ 2020 نافذ کیا۔ کمیشن کا ڈھانچا اب بھی قابل اعتراض ہے اوراس نے ابھی تک کام شروع نہیں کیا۔
- کووِڈ19 وبا کے دوران دیگر انتظامی اکائیوں کے مقابلہ میں آزاد جموں وکشمیر کو طویل اور سخت ترین لاک ڈاؤن کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے عام لوگوں، خاص طور پر دہاڑی مزدوروں کے لیے معاش کے مواقع نہ ہونے کے برابر باقی رہ گئے۔ اس کے نتیجہ میں معیشت کو ایک بہت بڑا دھچکا لگا۔ تاہم، وائرس سے متاثر یا فوت ہونے والے افراد کی تعداد دوسرے علاقوں کی نسبت کم رہی۔
- آزاد جموں وکشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی شدت کا اندازہ لگانے کے لیے کوئی باقاعدہ اعداد وشمار دستیاب نہیں کیونکہ خلاف ورزیوں کی نگرانی اور اندراج کے لیے یہاں انسانی حقوق کے کوئی گروپ یا افراد متعین نہیں۔
- سال کے دوران انسانی حقوق کی متعدد خلاف ورزیاں ہوئیں۔ ان میں اظہار رائے اور اجتماع کی آزادی اور بنیادی سہولیات اور انٹرنیٹ تک رسائی کے حق کو دبانا شامل ہیں۔
- عصمت دری اور جنسی ہراسانی خواتین اور بچوں کے لیے ایک سنگین مسئلہ رہا۔ مگر زیادتی کے زیادہ تر واقعات، خاص طور پر دیہی علاقوں میں، رپورٹ نہ ہوئے۔
- آزاد جموں وکشمیر حکومت نے علاقہ میں کام کرنے والی سول سوسائٹی کی 424 تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کر دی۔
- لائن آف کنٹرول کے آرپار بڑے پیمانے پر فائرنگ کے تبادلے میں نمایاں جانی اور املاک کی نقصان ہوا۔
- آزاد جموں وکشمیر میں ایک اور سال بلدیاتی انتخابات کے انعقاد کے بغیر گزر گیا۔ مقامی حکومتوں کے آخری انتخابات 1991 میں ہوئے تھے۔
- عبوری دستوری قانون 1974 (13 ویں ترمیم) کے تحت معلومات کا حق بنیادی حق کے طور پر تسلیم اور محفوظ ہے، لیکن اس کے لیے قانون سازی ابھی باقی ہے۔

جائزہ

13,297 مربع کلومیٹر کے رقبہ پر پھیلا اور 4.045 ملین آبادی پر مشتمل، آزاد جموں وکشمیر (آزاد جموں وکشمیر) نہ تو خودمختار ہے اور نہ ہی پاکستان کا ایک جزو۔ یہ پاکستان کے زیرانتظام ایک نیم خودمختار علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ بہت سے مالی اور انتظامی اختیارات آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی اور منتخب حکومت کو منتقل کر دیے گئے ہیں لیکن علاقہ کی مالی اور سلامتی کی بڑی ذمہ داری پاکستان کی ہے۔

2015 میں نیشنل ایکشن پلان کے نفاذ کے بعد، حقوق پر مبنی سول سوسائٹی کی بہت سی تنظیموں نے آزاد جموں وکشمیر میں اپنا کام بند کر دیا۔ فی الحال، آزاد جموں وکشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، جو سرکاری اعداد وشمار میں کم ہی نظر آتی ہیں، کو دستاویز کرنے کے لیے کوئی آزاد ادارہ یا فورم موجود نہیں۔ قومی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں سیلف سنسرشپ کے ساتھ ساتھ آزاد جموں وکشمیر کے معاملات میں کم دلچسپی اور توجہ کی وجہ سے، اس طرح کے واقعات اکثر یا تو رپورٹ ہی نہیں ہوتے یا انھیں کم اہمیت دی جاتی ہے۔ مقامی میڈیا کو آزاد جموں وکشمیر پریس فاؤنڈیشن کے ذریعہ محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک نیم سرکاری فلاحی اور انضباطی ادارہ ہے جس کے سربراہ ہائی کورٹ کے حاضر سروس جج ہیں۔ نئے سائبر کرائم قوانین سے سنسرشپ کے موجودہ پوشیدہ دائرے میں ایک اضافی پرت کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں، علاقہ میں انسانی حقوق کی صورت حال کا باضابطہ اندازہ لگانے کے لیے کوئی قابل ذکر دستاویزات دستیاب نہیں۔

آزاد جموں وکشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی فطری طور پر ساختی ہوتی ہے، جہاں ایسے لوگ، برادریاں، گروہ اور جماعتیں قوانین اور رواج کے ذریعہ حقوق سے محروم کر دیے جاتے ہیں جن کی رائے ریاستی بیانیہ سے متصادم ہو۔ طویل کووِڈ 19 لاک ڈاؤن سے سیاسی سرگرمیاں معطل رہیں۔ تکنیکی طور پر آگاہ نوجوان سوشل میڈیا پر متحرک ہو گئے۔ یہاں انہیں سال کے آغاز میں لاگو کیے گئے نئے سائبر قوانین کا سامنا کرنا پڑا۔

عالمی وبا کے باوجود، لائن آف کنٹرول (ایل او سی) جنگ جوئی کا مرکز رہی۔ بھارتی فوجیوں نے ایل او سی پر جنگ بندی کی مبینہ 2,900 سے زیادہ خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا، جس میں مختلف علاقوں میں 33 عام شہری ہلاک اور 260 زخمی ہوئے۔

حکومت کی جانب سے سخت حفاظتی اقدامات کے سبب، خیال کیا جاتا ہے کہ آزاد جموں وکشمیر کووِڈ 19 وبا سے کم متاثر ہوا، حالانکہ اس علاقہ کی معیشت کو خاصا دھچکا لگا۔ دوسرے علاقوں کے مقابلے میں یہاں ان افراد کی تعداد کم رہی جو وائرس سے متاثر ہوئے یا اس کے نتیجے میں ان کی موت ہوئی۔

قانون کی حکمرانی

قوانین اور قانون سازی

آزاد جموں وکشمیر کے عبوری دستور ایکٹ 1974 میں 2018 میں 13 ویں ترمیم سے آزاد جموں وکشمیر کونسل، جو وزیر اعظم پاکستان کی سربراہی میں ایک بالائے آئین ادارہ ہے، کے قانون سازی کے اختیارات ختم کر کے اسے ایک مشاورتی کونسل بنا دیا گیا۔ بہت سے آئینی موضوعات جو پہلے کونسل کے پاس تھے یا تو آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی کو منتقل کر دیے گئے تھے یا پھر وزیر اعظم پاکستان کو، جو آزاد جموں وکشمیر کونسل کے چیئر پرسن کی حیثیت سے، اسلام آباد میں وفاقی کابینہ،، جس میں آزاد جموں وکشمیر سے بالکل کوئی نمائندگی نہیں، کے ذریعہ آزاد جموں وکشمیر کے لیے قوانین وضع کرتے ہیں۔

آزاد جموں قانون ساز اسمبلی کے کل 49 اراکین میں سے 41 براہ راست منتخب ہوتے ہیں جبکہ آٹھ، جن میں پانچ خواتین بھی ہیں، نامزد کیے جاتے ہیں۔ 2020 میں اسمبلی کے کل سات اجلاس ہوئے اور ایوان کا اجلاس 66 دن تک رہا۔ اسمبلی نے مجموعی طور پر 40 قوانین منظور یا ترمیم کیے۔ ان میں انسانی حقوق سے متعلق متعدد اہم قوانین شامل تھے جیسے آزاد جموں وکشمیر لوکل گورنمنٹ (ترمیمی) ایکٹ 2020، آزاد جموں وکشمیر لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 2020، فوجداری قانون (پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں ترمیم) ایکٹ 2020، آزاد جموں وکشمیر کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ 2020، آزاد جموں وکشمیر سیز فائر لائن واقعات سے متعلق ریلیف (ترمیمی) ایکٹ 2020، آزاد جموں وکشمیر انتخابات ایکٹ 2020، آزاد جموں وکشمیر مصیبت زدہ افراد ریلیف (ترمیمی) ایکٹ 2020، اور آزاد جموں وکشمیر چیریٹیز، رجسٹریشن اور سہولت ایکٹ 2020۔

انصاف کی فراہمی

عدلیہ اور زیر التوا مقدمات

علاقہ کے عدالتی نظام میں ایک اعلیٰ عدالت، آزاد جموں وکشمیر سپریم کورٹ شامل ہے جو ایک چیف جسٹس سمیت تین ججوں پر مشتمل اپیلٹ بینچ ہے۔ سپریم کورٹ کا صدر دفتر مظفر آباد میں اور سرکٹ بینچ راولاکوٹ اور میر پور میں ہیں۔ ہائی کورٹ اور خصوصی عدالتوں کی کیمپ موجودگی ڈویژن کی سطح پر بھی ہے جبکہ ضلعی اور سیشن عدالتوں کے علاوہ ضلعی اور تحصیل سطح پر سب ججوں کی عدالتیں کام کرتی ہیں۔

31 مارچ کو، سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ابراہیم ضیا مدت پوری ہونے پر ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد سے، سینئر ترین جج راجا سعید اکرم خان 'قائم مقام چیف جسٹس' کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ سپریم کورٹ اور آزاد جموں وکشمیر ہائی

کورٹ دونوں مہینوں سے قائم مقام چیف جسٹس کی سربراہی میں کام کر رہی ہیں۔ ہائی کورٹ فی الحال آٹھ کی بجائے صرف تین ججوں کے ساتھ کام کر رہی ہے، جبکہ سپریم کورٹ میں تین کی بجائے صرف ایک جج ہیں، کیونکہ دوسرے جج بھی دسمبر کے آخری ہفتے میں ریٹائر ہو گئے تھے۔

18 جولائی کو، آزاد جموں وکشمیر سپریم کورٹ کے ایک دو رکنی بینچ نے ہائی کورٹ کے پانچ ججوں کو ہٹا دیا اور ان کے تقرر کو 'خلاف آئین اور غیر قانونی' قرار دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان ججوں کا تقرر بغیر کسی مشاورت کے کیا گیا تھا۔ اس بحران نے عدالتی نظام کی فعالیت کو نقصان پہنچایا اور کئی سالوں سے زیر التوا مقدمات کا بوجھ اور بڑھ گیا۔ نچلی سطح پر بھی مختلف عدالتوں کو ججوں اور عدالتی افسران کی کمی کی وجہ سے مقدمات کے التوا کا سامنا ہے۔

قانون کا نفاذ

امنِ عامہ

آزاد جموں و کشمیر کو عام طور پر ایک پرامن، مستحکم خطہ سمجھا جاتا ہے جس میں پاکستان کی وفاق کی اکائیوں کی نسبت جرائم کی شرح کم ہے۔ امن عامہ برقرار رکھنے کی بنیادی ذمہ داری پولیس کی ہے، جو 46 پولیس اسٹیشنوں سے 9,047 اہل کاروں پر مشتمل ہے۔

اگرچہ آزاد جموں و کشمیر میں کووِڈ 19 وبا کے دوران مہینوں تک سخت لاک ڈاون رہا، یہاں 2020 کے دوران جرائم کی شرح میں اضافہ دیکھا گیا۔ 2019 میں مجموعی طور پر 7,696 مقدمات درج ہوئے جن کی تعداد 2020 میں بڑھ کر 12,027 ہوگئی جن میں قتل کے 63، اجتماعی عصمت دری کے تین اور عصمت دری کے نو واقعات شامل ہیں۔ تاہم، منشیات، چوری اور اغوا کے کیسوں میں کمی واقع ہوئی، جبکہ ڈکیتی، چوری، مداخلت بے جا، فساد، اور اسلحہ ایکٹ کی خلاف ورزی کے کیس بڑھ گئے۔ اطلاعات کے مطابق، آزاد جموں و کشمیر میں منشیات کی فراہمی کا نیٹ ورک فروغ پاتا رہا، نوجوان جس کے آسان ہدف رہے۔ میرپور میں پولیس نے میرپور اور کوٹلی اضلاع سے ملک اور بیرون ملک منشیات کی سمگلنگ میں ملوث ایک گروہ کو پکڑ لیا۔

15 فروری کو مظفرآباد میں وکلا اور پولیس کے مابین ایک پُرتشدد تصادم میں دونوں اطراف کے دو درجن کے قریب افراد زخمی ہوگئے۔ بعد میں ایک وکیل نے الزام لگایا کہ پولیس ان کے مؤکل کو گرفتار کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو

مظفرآباد میں وکلا اور پولیس کے درمیان پرتشدد تصادم کے نتیجے میں دو درجن سے زائد افراد زخمی ہوئے

گرفتاری سے قبل ضمانت کے لیے عدالت میں داخل ہوا تھا۔

10 ستمبر کو، سدھنوتی ضلع میں اپوزیشن پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کا ایک کارکن حلقہ میں ایک جھڑپ کے دوران مبینہ طور پر آزاد جموں وکشمیر کے ایک وزیر کے رشتہ دار کی طرف سے گولی مارے جانے کے ایک دن بعد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔

قید خانے اور قیدی

آزاد جموں وکشمیر میں مظفرآباد اور میر پور میں دو مرکزی جیلوں کے ساتھ ساتھ باغ، پونچھ، پلندری، کوٹلی اور بھمبر میں پانچ ضلعی جیلیں ہیں۔ تین اضلاع — نیلم، وادی جہلم اور حویلی میں کوئی ضلعی جیل نہیں ہے۔ قیدیوں کو یا تو عدالتی حوالات میں رکھا جاتا ہے یا قریب ترین جیل منتقل کیا جاتا ہے۔

2020 میں، علاقہ میں جیل کا بنیادی ڈھانچا قیدیوں کی ضروریات کے لیے ناکافی رہا۔ مظفرآباد کی مرکزی جیلیں اور باغ، راولاکوٹ اور پلندری کی ضلعی جیلیں 2005 کے زلزلے میں تباہ ہوگئی تھیں اور ابھی تک ان کی تعمیرِنو مکمل نہیں ہو سکی۔ یہ جیلیں عارضی عمارتوں میں رکھی گئی ہیں جبکہ باقی جیلیں پرانی عمارتوں میں ہیں، جن میں قیدیوں کے لیے جگہ ناکافی ہے۔ فی الحال، کم سن بچوں اور بڑوں کو ایک ہی احاطے میں رکھا جاتا ہے، جو قانون کے خلاف ہے۔ جیلوں میں قیدیوں کی کل تعداد 856 ہے، جس میں شیر خوار بچوں والی دو ماؤں سمیت 21 خواتین اور 18 نابالغ شامل ہیں۔

کووِڈ 19 وبا کے بعد، 27 مارچ کو آزاد جموں وکشمیر ہائی کورٹ نے ہدایت کی کہ مرض کے پھیلاو سے بچنے کے لیے قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ اگرچہ 156 قیدیوں کو مختلف جیلوں سے رہا کیا گیا لیکن بعد میں اس حکم نامہ کو سپریم کورٹ نے منسوخ کردیا۔ زیادہ تر قیدیوں کو دوبارہ گرفتار کرلیا گیا، جبکہ 31 تاحال فرار ہیں۔ کسی بھی قیدی کے اس وائرس سے متاثر ہونے کی اطلاع نہیں۔ جیل حکام نے معمول کے مطابق خاندانی دوروں پر پابندی عائد کردی تھی۔ نئے قیدیوں کو الگ الگ جگہوں پر رکھا گیا تھا اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ گھل مل جانے کی اجازت نہیں تھی۔

2019 میں دو پھانسیوں کے مقابلے میں 2020 میں کسی قیدی کو پھانسی نہیں دی گئی، جبکہ ٹرائل کورٹ نے 16 قیدیوں کو سزائے موت سنائی۔ آزاد جموں وکشمیر میں سزائے موت کے قیدیوں کی کل تعداد 90 ہے، لیکن ابھی تک ان میں سے کسی کی بھی سزا کی توثیق نہیں ہوئی ہے اور ان کی اپیلیں اعلیٰ عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔

جبری گم شدگیاں

جبری گمشدگیاں آزاد جموں وکشمیر میں ویسی عام نہیں جیسی صوبوں میں ہیں۔ 2020 میں جبری طور پر لاپتا ہونے کا کوئی نیا کیس سامنے نہیں آیا، جب کہ جبری گم شدگی تحقیقاتی کمیشن کے ریکارڈ کے مطابق لاپتا ہونے والے 16 افراد میں

سے کسی کو بھی عدالت یا کمیشن میں پیش نہیں کیا گیا۔

28 اکتوبر کو، شہریوں نے سادہ نمبر پلیٹوں والی ایک سفید وین کو روکا اور اس میں سوار چار افراد کو پکڑ لیا جنہوں نے راولاکوٹ شہر میں ایک مقامی نوجوان کے اغوا کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے ابتدا میں خود کو ملٹری انٹیلیجنس کے عہدیداروں کے طور پر متعارف کرایا لیکن بعد میں ان کو وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کے اہل کار قرار دیا گیا جو قانونی طریقہ کار پر عمل کیے بغیر مشتبہ شخص کو گرفتار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

بنیادی آزادیاں

اظہار رائے کی آزادی

حالیہ برسوں میں، آزاد جموں وکشمیر حکومت نے اظہار رائے، خاص طور پر اس علاقہ کی سیاسی حیثیت سے متعلق، کی آزادی کو محدود کرنے کے لیے متعدد قوانین منظور کیے ہیں۔ میڈیا ہاؤسز، تھنک ٹینکس اور دیگر تنظیموں کو یہاں کام کرنے کے لیے آزاد جموں وکشمیر کونسل یا وفاقی وزارت برائے امور کشمیر اور گلگت۔ بلتستان میں سے کسی ایک سے اجازت لینا ضروری ہے۔ آزاد جموں وکشمیر میں مختلف النوع پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا ادارے کام کرتے ہیں، لیکن نامہ نگاروں کو بڑی حد تک بلا معاوضہ ہی رکھا جاتا ہے۔ خبروں اور سیاست کی کوریج پاکستانی سرکاری بیانیہ سے نہیں ہٹتی۔ یہ تعمیل ساختی سنسر شپ اور سیلف سینسر شپ کے امتزاج سے ہوتی ہے۔

میڈیا آزاد جموں وکشمیر پریس فاؤنڈیشن کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا ہے۔ یہ ایک آئینی ادارہ ہے جس کی سربراہی ہائی کورٹ کے ایک جج اور محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کے ایک سینئر عہدیدار کرتے ہیں۔ صحافیوں کو فلاح و بہبود اور انضباط کے اس ادارہ کی منظوری اور رکنیت حاصل کرنے کے لیے تحریری امتحان دینا اور سرکاری عہدیداروں کو انٹرویو دینا ہوتا ہے۔ انہیں حلف نامہ بھی پیش کرنا ہوتا ہے کہ رپورٹنگ کرتے ہوئے وہ، خاص طور پر تنازع کشمیر سے متعلق امور پر، ریاست کی طرف سے کھینچی گئی لکیر کو عبور نہیں کریں گے۔ مقامی اخبارات کا مکمل انحصار حکومتی اشتہارات پر ہے، جو ہمیشہ حکومت کی حمایت سے مشروط ہوتے ہیں۔

اے جے کے حکومت نے اظہار رائے کی آزادی کو دبانے کے لئے، بالخصوص خطے کی سیاسی حیثیت کے حوالے سے متعدد قوانین منظور کئے

سال کے آغاز میں، آزاد جموں وکشمیر کی حکومت نے فوجداری قانون ایکٹ میں ترمیم کی اور نئے تشکیل دیے گئے سائبر کرائم قوانین کو ضم کر لیا جس سے علاقہ میں پہلے سے محدود آزادی اظہار رائے پر اور پابندیاں عائد کردی گئیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، سائبر کرائم قوانین کے تحت مجموعی طور پر 46 مقدمات درج کیے گئے۔ ان میں زیادہ تر مقدمات صحافیوں اور کارکنوں کے خلاف تھے جنہوں نے سرکاری خزانے میں بدعنوانی کو بے نقاب کیا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات کی اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ یہ وسیع پیمانے پر مانا جاتا ہے کہ پولیس افسران، سیاست دانوں اور عوامی عہدیداروں نے اپنے نقادوں اور مخالفین کو کچلنے کے لیے ان قوانین کا غلط استعمال کیا ہے۔

27 مارچ کو، اٹھ مقام میں پولیس نے ایک مقامی سوشل میڈیا کارکن، وسیم خواجہ عرف وسی خواجہ کے خلاف، 'فوج اور ریاستی اداروں کے خلاف مضر اور توہین آمیز مواد' پوسٹ کرنے پر مقدمہ درج کیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ناقص حکمرانی اور مالی بدعنوانی کو بے نقاب کرنے کے لیے جانے جاتے تھے۔ 17 جون کو مظفرآباد میں صحافیوں حیات اعوان اور عثمان چغتائی اور ایک سوشل میڈیا کارکن عتیق خواجہ پر اسی قانون کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق، انہوں نے آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کے رکن اسد علیم شاہ، جن کے والد شاہ غلام قادر اسمبلی کے سپیکر بھی ہیں، کے الپائن چراگاہ میں اراضی غیر قانونی ٹھیکے پر لینے کے بارے میں مبینہ دستاویزات شیئر کی تھیں۔

22 جون کو، مظفرآباد میں ڈان گروپ کے صحافی، طارق نقاش کو ججوں کے تقرر میں اقربا پروری پر تبصرہ کرتے ایک ٹویٹ کے لیے توہین عدالت کا نوٹس دیا گیا۔ بعد میں ہائی کورٹ کے پانچ ججوں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا تھا تاہم نقاش اب بھی مقدمے کی سماعت کے منتظر ہیں۔

20 اگست کو، ضلع کوٹلی میں پولیس نے ظہیر چودھری نامی ایک شخص کو مذہبی علما اور پولیس افسران کے بارے میں توہین آمیز تبصرے کرنے پر گرفتار کیا۔ مبینہ طور پر، گرفتاری سے قبل اس کی میرپور ضلع میں ایک سینئر پولیس آفیسر سے تلخ کلامی ہوئی تھی۔

انجمن سازی کی آزادی

2015 کے بعد سے، آزاد جموں وکشمیر حکومت سول سوسائٹی کی تنظیموں (سی ایس اوز) اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز)، خصوصاً وہ جو حقوق کی وکالت اور آگاہی پر کام کرتی ہیں، کے لیے جگہ تنگ کر رہی ہے۔ نیشنل ایکشن پلان کو آزاد جموں وکشمیر تک توسیع دینے کے بعد، حکومت نے سی ایس اوز اور این جی اوز پر بہت سی پابندیاں عائد کر دیں، جس سے عدم اعتراض سرٹیفکیٹ کے حصول اور رجسٹریشن کا عمل اور مشکل ہو گیا۔ اس کے نتیجہ میں، متعدد مقامی اور قومی غیر سرکاری تنظیموں نے اپنا کام بند کر دیا اور اپنے عملہ کو فارغ کر دیا۔ حالیہ برسوں میں ان غیر سرکاری تنظیموں کی تعداد کا پتا نہیں چل سکا جو رجسٹر ہوئیں یا عدم اعتراض سرٹیفکیٹ حاصل کر سکیں۔ فروری میں، آزاد جموں وکشمیر حکومت نے 424 'غیر فعال' این جی اوز کا اندراج منسوخ کر دیا۔ اس فہرست میں کچھ مشہور تنظیمیں اور خیراتی ادارے شامل ہیں۔

آزاد جموں و کشمیر کے وزیر اعظم نے طلبہ یونینوں پر عشروں سے جاری پابندی کو باضابطہ طور پر ختم کر دیا ہے۔ مگر علاقہ کی پانچ سرکاری جامعات اور سیکڑوں کالجوں میں سے کوئی بھی طلبہ یونینوں کے انتخابات کے عمل کا آغاز نہیں کر سکا۔ طلبا کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے دستیاب پلیٹ فارم صرف سیاسی جماعتوں کے طلبا اور نوجوانوں کے ونگ ہیں۔

اجتماع کی آزادی

2020 میں پولیس کے ساتھ متعدد جھڑپوں اور سول سوسائٹی کے احتجاجوں پر دھاووں کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ 28 جولائی کو، سول سوسائٹی کے درجنوں افراد نے میر پور میں ایک اہم ترقیاتی منصوبے تین کلومیٹر طویل راٹھوا ہریام پل کی تکمیل میں تاخیر کے خلاف احتجاج کیا۔ وفاقی حکومت نے منگلا ڈیم پیکیج کے ایک حصہ کے طور پر اس کا وعدہ کیا تھا لیکن اسے ادھورا چھوڑ دیا۔ یکم ستمبر کو، وادی نیلم میں لاوات کے علاقے میں پولیس اور شہریوں کے مابین ایک پُرتشدد جھڑپ میں دونوں اطراف کے متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ پولیس نے چار شہریوں کو گرفتار کیا جو مٹی کے تودے سے متاثرہ لاوات-کنڈیاں روڈ کو کھولنے کے لیے احتجاج کر رہے تھے۔

18 نومبر کو، پولیس نے مقامی مارکیٹ میں آگ لگنے پر تاخیری ردعمل اور آگ بجھانے والی ٹیم کی نااہلی کے خلاف احتجاج کرنے پر اٹھ مقام میں کارکنوں کو گرفتار کیا اور ان پر لاٹھی چارج کیا۔ 25 نومبر کو درجن بھر شہری زخمی ہوئے جب پولیس نے ٹولی پیر سڑک کی تعمیر نو میں تاخیر کے خلاف احتجاج کرنے والے شہریوں کے ایک گروہ پر لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کے گولے پھینکے۔ پولیس نے متعدد مظاہرین کو گرفتار بھی کر لیا۔ 12 دسمبر کو، ضلع باغ میں ایک ریلی پر پولیس کارروائی کے نتیجہ میں کم از کم 12 شہری زخمی ہوگئے۔ شہری گندم کے آٹے کی قیمتوں میں اضافہ کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔

جمہوری ترقی

سیاسی نظریہ سے اختلاف پر پابندی

آزاد جموں وکشمیر کے انتخابی ڈھانچے کو وفاقی حکومت بالواسطہ کنٹرول کرتی اور براہ راست اس پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وزیر اعظم پاکستان، آزاد جموں وکشمیر کونسل کے چیئر پرسن کی حیثیت سے، آزاد جموں وکشمیر چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمیشن کے دیگر ارکان کو مقرر کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کی بارہ نشستیں پاکستان، زیادہ تر پنجاب، میں آباد کشمیری پناہ گزینوں کے لیے مختص ہیں۔ غیر رہائشی انتخابات میں وفاقی حکومت کے جوڑ توڑ کا امکان زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ وفاق میں حکمران جماعت ان نشستوں پر کامیابی حاصل کرتی ہے۔

آزاد جموں وکشمیر کے انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں کو باضابطہ طور پر 'نظریہ پاکستان' اور جموں وکشمیر کے پاکستان سے الحاق کی توثیق کرنا ہوتی ہے۔ ان افراد کو جو نظریہ الحاق سے متفق نہ ہوں عہدہ کے لیے نااہل ہوں گے۔ حالیہ قانون سازی نے اس پابندی کا دائرہ کار آزاد جموں وکشمیر میں سیاسی جماعتوں تک بڑھا دیا ہے۔

19 مئی کو، آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کی قانون ساز اسمبلی نے آزاد جموں وکشمیر الیکشن ایکٹ 2020 نافذ کیا، جس کے مطابق 'کوئی بھی سیاسی جماعت کسی ایسی رائے کی ترویج یا کسی ایسے عمل کے لیے تشکیل نہیں دی جاسکتی جو اسلامی نظریہ یا ریاست کے پاکستان سے الحاق کے نظریہ یا پاکستان کی خودمختاری اور سالمیت یا آزاد جموں وکشمیر یا پاکستان کی سلامتی یا اخلاقیات، یا عوامی نظم وضبط سے متعصب ہو۔'

اس ایکٹ کے آرٹیکل 2(VII) میں کہا گیا ہے کہ 'کوئی بھی شخص منتخب ہونے یا چنے جانے اور [قانون ساز اسمبلی کا] رکن بننے کے لیے نااہل ہو جائے گا ... اگر وہ کسی ایسی رائے کی تشہیر کرتا ہے یا کسی بھی طرح سے ایسا کام کرتا ہے جو نظریہ پاکستان، ریاست کے پاکستان سے الحاق کے نظریہ یا پاکستان کی خودمختاری، سلمیت یا آزاد جموں وکشمیر یا پاکستان کی سلامتی یا اخلاقیات، یا عوامی نظم وضبط، یا آزاد جموں وکشمیر یا پاکستان کی عدلیہ کی سلمیت یا آزادی سے متعصب ہو، یا جو آزاد جموں وکشمیر یا پاکستان کی عدلیہ، یا پاکستان کی مسلح افواج کو بدنام کرتا ہو یا ان کی تضحیک کرتا ہو۔'

ان نئے نافذ کردہ قوانین نے مختلف نظریات کے حامل سیاسی گروہوں کے لیے پہلے سے محدود جگہ کو مزید تنگ کر دیا ہے۔ ابھی تک، الیکشن کمیشن نے 32 سیاسی جماعتوں کو رجسٹرڈ کیا ہے۔ ان میں سے کسی بھی جماعت کا نظریہ ایک آزاد کشمیری ریاست نہیں۔

مقامی حکومت

آزاد جموں وکشمیر میں آخری بلدیاتی انتخابات 1991 میں ہوئے تھے۔ بڑھتے عوامی مطالبہ اور جلد از جلد بلدیاتی

انتخابات کروانے کے عدالتی حکم کے باوجود حکومت اور اہم سیاسی جماعتوں نے انتخاب کرانے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں، منتخب حکمران جماعت سے وابستہ افراد کو آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلدیاتی اداروں کا سربراہ مقرر کیا جاتا ہے۔ انتظامی اور مالی اختیارات مثالی طور پر مقامی سطح پر منتقل کیے جانا تھے لیکن آزاد جموں وکشمیر اسمبلی کے ارکان — جن کا بنیادی کام قانون سازی کرنا ہے ترقیاتی کام سرانجام دینا نہیں — فی الحال ترقیاتی سکیمیں چلا رہے ہیں۔

بلدیاتی نظام کی عدم موجودگی میں، دوسرے درجہ کی قیادت معروف سیاسی رہنماؤں کے رشتہ داروں پر مشتمل ہے، جب کہ نوجوان کارکنوں کو سیاسی عمل میں حصہ لینے کے لیے بہت کم جگہ ملتی ہے۔ خواتین کو محدود معاشی مواقع، سیاست میں حصہ لینے کی بہت کم گنجائش، اور پالیسی سازی کی سطح پر قائدانہ عہدوں تک رسائی کے فقدان کا سامنا ہے۔

سیاسی احتجاج پر کریک ڈاؤن

گلگت۔ بلتستان انتخابات سے قبل، وفاقی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ وہ علاقہ کو صوبائی حیثیت دے گی۔ اس اعلان نے آزاد جموں وکشمیر میں غم وغصہ کو جنم دیا۔ سیاسی اور سول سوسائٹی کے بہت سے گروہوں نے اس تجویز کے خلاف باضابطہ احتجاج کیا۔

6 اکتوبر کو پولیس اور جموں کشمیر نیشنل سٹوڈنٹ فیڈریشن کے کارکنوں کے مابین ایک پُرتشدد جھڑپ میں دونوں اطراف کے متعدد لوگ زخمی ہو گئے۔ پولیس نے دارالحکومت مظفرآباد کو اسلام آباد سے ملانے والی مرکزی سڑک پر ٹریفک روکنے کے لیے کوہالہ پل پہنچنے والے 45 کارکنوں کو گرفتار کر لیا۔

26 اکتوبر کو، پولیس نے پلندری میں لانگ مارچ پر دھاوا بولا اور سردار صغیر خان کی سربراہی میں جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ (جے کے ایل ایف) کے ایک دھڑے کے کم سے کم 51 کارکنوں کو گرفتار کیا۔ مارچ کے شرکا پاکستان کے ساتھ گلگت۔ بلتستان کے ممکنہ انضمام کے خلاف قومی اسمبلی کے سامنے دھرنا دینے اسلام آباد جا رہے تھے۔

تنویر احمد: سیاسی انتقامی کارروائی

ایک 48 سالہ برطانوی کشمیری تنویر احمد کو 21 اگست کو ڈڈیال شہر کے ایک عوامی چوک سے پاکستانی پرچم اتارنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور اسے تین سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اس سے قبل، احمد نے 14 اگست کو بھوک ہڑتال شروع کی تھی جب کہ جے کے ایل ایف نے مقتول کشمیری رہنما مقبول بٹ کے نام سے موسوم ایک چوک سے پاکستانی پرچم اتارنے کا مطالبہ کرتے ہوئے 52 گھنٹے تک دھرنا دیا۔ مقامی انتظامیہ کی جانب سے 48 گھنٹوں کے اندر اندر پرچم اتارنے کا وعدہ کیے جانے کے بعد انہوں نے اپنی ہڑتال ملتوی کر دی، مگر یہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ احمد نے بعد ازاں

مقامی عدالت میں درخواست جمع کروائی اور پھر شہر کے راستہ سے چوک تک آ گیا اور خود پر چم کو کیمرے کے سامنے ہٹا دیا۔

21 اگست کو، ڈڈیال شہر میں پاکستانی پرچم اتارنے پر ایک 48 سالہ کشمیری نژاد برطانوی شہری تنویر احمد کو تین سال قید کی سزا سنائی گئی

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین اور بچے

آزاد جموں وکشمیر، خاص طور پر ایل اوسی کے قریب دیہی علاقوں میں خواتین اور بچوں کے لیے جنسی ہراسانی اور عصمت دری تشویش کا باعث رہی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہراسانی اور زیادتی کا نشانہ بننے والے بیشتر متاثرین الزام تراشی سے بچنے کے لیے یا غیر معتبر تفتیش اور ازالہ کے ایک کمزور نظام کے ڈر سے واقعات کی اطلاع دینے سے گریز کرتے ہیں۔ اگرچہ پرنٹ اور سوشل میڈیا میں ہراسانی، خصوصاً ملازمت کی جگہ پر ہراسانی، کے متعدد واقعات کی خبریں آتی ہیں، آزاد جموں وکشمیر حکومت نے ہراسانی سے متعلق کوئی اعداد و شمار جاری نہیں کیے۔ سال کے دوران آزاد جموں وکشمیر میں اجتماعی عصمت دری کے صرف دو اور عصمت دری کے چار واقعات رپورٹ ہوئے۔

2 جولائی کو، آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی نے فوجداری تعزیراتی ضابطہ میں ایک ترمیم منظور کی، جس میں ریپ اور نابالغوں کے خلاف جنسی تشدد کا ارتکاب کرنے والے افراد کے لیے سزائے موت، عمر قید، جرمانے، اور کیمیائی یا جراحی اخصا کا تصور دیا گیا۔ ان قوانین کے تحت نابالغ کے ساتھ جنسی زیادتی کی کوشش پر بھی پانچ سے دس سال قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ یا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے عہدہ کا ایک افسر اس طرح کے معاملات کی تحقیقات کرے گا جبکہ [سیشن جج کی] ٹرائل کورٹ اس کا فیصلہ 60 دن میں کرے گی۔ 60 دن کے اندر فیصلہ نہ سنا سکنے کی صورت میں، ٹرائل کورٹ کو آخری تاریخ میں توسیع کے لیے ہائی کورٹ کو کوئی معقول وجہ بتانا ہوگی۔

مزدور

کووڈ19 انفیکشن کی پہلی لہر کے بعد طویل لاک ڈاؤن سے آزاد جموں وکشمیر میں کم آمدنی والے گھرانوں، خاص طور پر دہاڑی مزدوروں اور چھوٹے اور درمیانے کاروباری افراد، پر مالی بوجھ بڑھ گیا۔ وفاقی حکومت نے احساس ہنگامی نقد پروگرام کے ذریعے 2,693 ملین روپے تقسیم کیے، آزاد جموں وکشمیر حکومت نے صرف 53 ملین کا حصہ ڈالتے ہوئے ان صحافیوں، وکلا، حجاموں، اور عوامی نقل وحمل کے کارکنوں کی امداد کی جن کو وفاقی گرانٹ نہیں ملی تھی۔ آزاد جموں وکشمیر بورڈ آف ریونیو کے مطابق 106,000 دہاڑی مزدوروں کی وفاقی حکومت کی مالی اعانت کے لیے سفارش کی گئی تھی۔

فائر بندی کی خلاف ورزیاں

2020 میں ایل او سی کے ساتھ فائر بندی کی تقریباً 2900 خلاف ورزیاں کی گئیں۔ کم از کم 33 شہری، جن میں 16 مرد اور 17 خواتین شامل ہیں، ہلاک ہوئے، اور 260 افراد، بشمول 161 مرد اور 99 خواتین زخمی ہوئے۔ آزاد

جموں وکشمیر کے مختلف علاقوں میں املاک کو نقصان میں وادی نیلم سب سے زیادہ متاثرہ ضلع تھا، تقریباً 34 مکانات اور 14 دکانیں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں اور 167 مکانات کو جزوی نقصان پہنچا۔

سرحد پار سے ہونے والی گولا باری نے مقامی معیشت، خاص طور پر فروغ پذیر سیاحت کے شعبے، جس سے نوجوانوں کے لیے ہزاروں ملازمتیں پیدا ہوتی ہیں، کو بری طرح متاثر کیا۔ بڑے فنڈ مختص کیے جانے کے باوجود، ایل او سی کے قریب رہائش پذیر لوگوں کے لیے بنیادی ڈھانچے اور حفاظتی بنکروں کی تعمیر پر اصل اخراجات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مناسب طبی خدمات، جیسے ابتدائی طبی امداد اور فوری ایمبولینس سروس کی عدم موجودگی، ایک اہم مسئلہ ہے۔ ایل او سی کے قریب رہنے والی خواتین اور بچے سب سے زیادہ خطرے سے دوچار ہیں، خاص طور پر جب انہیں سرحد پار سے گولا باری کے دوران حفاظت کے لیے اجنبیوں کے ساتھ تنگ بنکر بانٹنا پڑتا ہے۔

لگ بھگ 740 کلومیٹر طویل ایل او سی دونوں طرف غیر نشان زدہ بارودی سرنگوں سے اٹی پڑی ہے۔ اگرچہ حالیہ ماضی میں سرکاری ریکارڈ کے مطابق ان سرنگوں کی وجہ سے بہت کم ہلاکتیں ہوئیں، تاہم، درجنوں شہری زخمی یا معذوری سے متاثر ہوئے ہیں۔ 3 جولائی کو، ایل او سی کے قریب بارودی سرنگ پر قدم پڑنے سے وادی نیلم کے گاؤں بگنا کی رہائشی ایک 45 سالہ خاتون، لدزادی، شدید زخمی ہوگئی۔ 28 جولائی کو، ایک شخص، عابد حسین، اپنے گھر کے قریب بارودی سرنگ پر قدم پڑنے سے ضلع بھمبر کے علاقے سماہنی میں ہلاک ہوا۔

سماجی اور معاشی حقوق

تعلیم

عام طور پر آزاد جموں وکشمیر میں خواندگی کی شرح دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ بہت سے سکولوں میں بنیادی سہولیات جیسے عمارتیں، بجلی، چار دیواری اور کمپیوٹر لیبز کی کمی ہے۔ کووڈ19 لاک ڈاؤن کے دوران، بہت سے سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں نے کلاسیں آن لائن کر دیں۔ تاہم، آزاد جموں وکشمیر کے طلبا خصوصا دیہی علاقوں میں انٹرنیٹ تک رسائی ایک بڑا امتحان رہی۔ بہت سے طلبہ نا قابل اعتماد یا سست انٹرنیٹ خدمات یا بجلی کی بندش کی وجہ سے تعلیم یا امتحانات سے محروم رہے۔

غیر معتبر یا سست انٹرنیٹ یا بجلی کے تعطل کے باعث کئی طلباء کو کلاسز یا امتحانات کو ترک کرنا پڑا

24 جون کو، آزاد جموں وکشمیر اور گلگت ۔ بلتستان کے نوجوانوں نے مشترکہ طور پر ایک آن لائن احتجاج شروع کیا جس میں بہتر معیار کی انٹرنیٹ خدمات، خاص طور پر تھری جی اور فور جی خدمات، کی فراہمی کا مطالبہ کیا۔ دونوں علاقوں میں بڑے پیمانے پر مانا جاتا ہے کہ ٹیلی مواصلات خدمات کی ذمہ دار فوج کی ملکیتی سپیشل کمیونی کیشنز آرگنائزیشن نجی سیلولر آپریٹرز کی جانب سے تیز انٹرنیٹ خدمات کی فراہمی میں حارج ہے۔

ماحولیات

قدرتی آفات جیسے گلیشیر، سیلاب اور تودے گرنے کے ساتھ ساتھ سرحد پار سے ہونے والی گولا باری اور جنگلوں کی آگ جیسی انسانوں کی تباہ کاریوں سے آزاد جموں وکشمیر کو لاحق خطرات کے باوجود حکومت کے پاس وسائل، مہارت

اور ایسی آفات سے نمٹنے کے لیے منصوبہ بندی ناکافی ہے۔ اس سال کا آغاز اس دہائی کے سب سے تباہ کن واقعات میں سے ایک سے ہوا، جب وادی نیلم میں برفانی تودے گرنے سے بڑے پیمانے پر املاک، بنیادی ڈھانچے اور ماحولیات کو نقصان کے علاوہ 100 کے قریب افراد ہلاک اور 150 زخمی ہو گئے۔ حکومتی عہدے داران برفانی تودہ سے متاثرہ علاقوں تک امدادی امداد اور امدادی سرگرمیاں بروقت نہیں پہنچا سکے جب تک کہ پاک فوج نے فضائی بچاؤ اور امدادی کام شروع نہیں کیا۔

سیودی ریور کمیٹی نے دریائے جہلم کے لیے 1,124 میگاواٹ کوہالا پن بجلی منصوبے کی تعمیر کے لیے مجوزہ زیر زمین موڑ کے خلاف اپنی وکالت جاری رکھی۔ شہر کے وسط سے بہتا ہوا دوسرا دریا 969 میگاواٹ نیلم جہلم بجلی منصوبے کے لیے موڑ دیا گیا تھا۔ شہر کو پہلے ہی اوسط سالانہ درجہ حرارت میں اضافہ اور وسیع پیمانے پر بارش کا سامنا ہے۔

غیر فعال انسانی حقوق کمیشن

ایک اہم پیش رفت یہ تھی کہ آزاد جموں وکشمیر قانون ساز اسمبلی نے آزاد جموں وکشمیر ہیومن رائٹس کمیشن ایکٹ 2020 کے مسودے کی منظوری دی۔ اس کا مقصد یہاں انسانی حقوق کی صورت حال کو دستاویز کرنے کے لیے ایک کمیشن تشکیل دینا تھا۔ کمیشن کا بنیادی مقصد '[آزاد جموں وکشمیر] میں انسانی حقوق کے فروغ، تحفظ اور ان کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے جیسا کہ [آزاد جموں وکشمیر] کے عبوری دستور، 1974، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ اور مختلف بین الاقوامی کنونشنوں، معاہدوں اور عہد ناموں میں فراہم کردہ ہے۔'

اگرچہ یہ قانون اگست میں بن گیا تھا، لیکن مجوزہ کمیشن کا ڈھانچا ابہام کا شکار ہے اور اس کے موثر ہونے پر سوالیہ نشان ہے۔ ابھی تک نہ تو کسی رکن کی نامزدگی ہو پائی اور نہ کمیشن فعال ہو سکا ہے۔ اس کا چیئر پرسن آزاد جموں وکشمیر سپریم کورٹ کا ریٹائرڈ جج یا سرکاری ملازم ہوگا جبکہ دیگر نو ارکان میں پانچ اپنے عہدہ کے باعث، ایک خواتین کی حیثیت سے متعلق کمیشن کی چیئر پرسن، ایک انسانی حقوق کا کارکن، اور ایک رکن اقلیتی برادری سے ہوں گے۔

گلگت۔ بلتستان

اِہم نکات

- گلگت۔بلتستان کو کووِڈ 19 کے پھیلاؤ پر قابو پانے میں مشکلات کا سامنا رہا جس کے نتیجے میں دہاڑی دار مزدور اپنی ملازمتوں سے محروم ہو گئے، تعلیم ہر سطح پر جمود کا شکار ہوگئی، اور نگہداشت صحت کا نظام شدید دباؤ کا شکار ہو گیا۔
- قانون ساز اسمبلی نے گلگت۔بلتستان گروی/جبری مشقت کا نظام (خاتمہ) ایکٹ 2020 اور گلگت۔بلتستان لازمی تعلیم ایکٹ 2020 سمیت کل 20 ایکٹ منظور کیے۔
- گلگت۔ بلتستان انتظامیہ نے سات سال بعد ایک نوٹیفکیشن واپس لے لیا جس کے تحت مسافر اور نجی گاڑیوں کو قراقرم ہائی وے پر 24 گھنٹے سفر کرنے سے روک دیا گیا تھا۔
- سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، 31,900 بچے سکولوں سے باہر ہیں جن میں 60 فیصد لڑکیاں ہیں۔
- گلگت۔ بلتستان قانون ساز اسمبلی کے انتخابات جو کووِڈ 19 کی وبا کے باعث 18 اگست سے التوا کا شکار تھے 15 نومبر کو منعقد ہوئے۔ پاکستان تحریک انصاف نے نئی صوبائی حکومت بنائی۔
- 23 نومبر کو پاکستان پیپلز پارٹی نے حلقہ گلگت۔2 کے غیر سرکاری نتائج کے خلاف احتجاج کیا۔ اس دوران پیپلز پارٹی کے کارکنان اور پولیس کے مابین ہونے والے تصادم کے بعد گلگت شہر میں فسادات پھوٹ پڑے۔ مظاہرین نے ایک سرکاری عمارت اور چار گاڑیوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ پارٹی قیادت نے چیف الیکشن کمیشن پر وفاقی حکومت کے ایما پر ووٹ چوری کا الزام عائد کیا۔
- وفاقی حکومت نے تزویراتی لحاظ سے اہم دیامر بھاشا اور داسو ڈیموں پر کام جاری رکھا جس سے گلگت۔ بلتستان میں ملازمت کے مواقع پیدا ہوئے۔
- دسمبر میں، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے صدر توقیر گیلانی اور ان کی اہلیہ کو علاقے سے زبردستی بے دخل کر دیا گیا۔
- گلگت۔سکردو روڈ کی تعمیر سال بھر تعطل، جس کا وبا کی وجہ سے خدشہ تھا، کے بغیر جاری رہی۔ اس منصوبے سے سکردو اور گلگت کے درمیان سفر کا وقت اور خرچ کم ہو جائے گا اور حال ہی میں فعال ہونے والے سکردو انٹرنیشنل ایئرپورٹ تک رسائی آسان ہو جائے گی۔
- شِسپر گلیشیئر سے پانی کا اخراج بڑھ گیا جس سے حسن آباد نالے میں سیلاب آ گیا اور قراقرم ہائی وے کا حسن آباد گاؤں سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

قانون کی حکمرانی

گزشتہ سالوں کی طرح، گلگت۔ بلتستان میں عدلیہ اور نظام انصاف کا معاملہ تناؤ کا باعث رہا کیونکہ عدالتی نظام پر ہمیشہ سے ریاستی انتظامیہ کا کنٹرول رہا ہے اور تعیناتیاں سیاسی بنیادوں پر کی جاتی رہی ہیں۔ گلگت۔ بلتستان کی کم آبادی اور اس کے مقابلے میں عدالتی بیوروکریسی میں ملازمین کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر، مقامی شہری حقوق کے کارکن اور وکلا انصاف کی مؤثر فراہمی میں ناکامی پر جی بی کی اعلیٰ اور دیگر عدالتوں پر تنقید کرتے رہے ہیں۔

گلگت۔ بلتستان میں سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن سپریم اپیلٹ کورٹ، جس کے لیے 2019 میں ایک غیر مقامی جج کا تقرر کیا گیا تھا، میں مقامی چیف ججوں کے تقرر کا مطالبہ کرتی رہی۔ حقوق کے کارکنوں نے ججوں کا ایڈہاک تقرر کیے جانے پر بھی تنقید کی۔ اس وقت، عدالت دو ججوں پر مشتمل ہے اور تیسری آسامی تین سال سے زائد عرصے سے خالی ہے جس سے انصاف کی فراہمی تعطل کا شکار ہے۔

قانون کا نفاذ

پولیس کی زیادتیاں

گلگت میں ضلعی ہیڈ کوارٹر اسپتال کے پیرامیڈیکل عملے نے مارچ میں لاک ڈاؤن کے تیسرے دن پولیس کے مبینہ ناروا سلوک کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہڑتال کا اعلان کیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ پولیس نے کام پر جانے والے عملے کے کئی اراکین کو روکا اور انہیں مارا پیٹا۔

دسمبر میں یہ اطلاعات سامنے آئیں کہ نگر سے تعلق رکھنے والے ایک ٹیکسی ڈرائیور کو گلگت کے علاقے جگلوٹ کے اسسٹنٹ کمشنر کی حفاظت پر مامور پولیس اہلکاروں نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ واقعے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی جس پر مقامی رہائشیوں نے غصے کا اظہار کیا۔ سرکاری رپورٹ کے مطابق، واقعے کے وقت اسسٹنٹ کمشنر گاڑی میں موجود نہیں تھے۔ چشم دید گواہوں کا دعویٰ ہے کہ ایک غیر مقامی افسر گاڑی میں موجود تھا لیکن اس نے مداخلت نہیں کی۔ اس سے پہلے نومبر میں ایسا ہی واقعہ دینیور میں پیش آیا تھا جب قراقرم ہائی وے پر ایک پولیس اہلکار نے ٹیکسی ڈرائیور کو ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی پر زدوکوب کیا۔

قید خانے اور قیدی

2019 میں، گلگت کی سنٹرل جیل کو مضافات میں واقع ایک نئی تعمیر شدہ عمارت میں منتقل کیا گیا تھا۔ اگرچہ یہ عمارت نئی ہے، تاہم قیدیوں نے انتظامیہ پر غیر انسانی سلوک کا الزام عائد کیا اور مناب سہولیات کی کمی کی شکایت کی۔ جیل میں خواتین اور بچے بھی قید ہیں۔ خواتین عملے اور قیدیوں کے لیے الگ بیرکوں اور سہولیات، جیسے کہ لائبریری، تفریحی سرگرمیاں، ڈے کیئر سنٹر، اور علیحدہ بیت الخلا کی غیر موجودگی باعث تشویش ہے۔

گلگت۔ بلتستان قانون ساز اسمبلی (جی بی ایل اے) کے قائد حزب اختلاف شفیع خان نے حکومت پر پارلیمانی کمیٹی کو جیل کا دورہ کرنے کی اجازت نہ دینے کا الزام عائد کیا۔ بعدازاں، جی بی ایل اے کے سپیکر نے جیل کے معائنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ شفیع خان نے الزام عائد کیا کہ قیدیوں کو نئی جیل اس وقت منتقل کیا گیا جب یہ زیرِ تعمیر تھی اور یہ کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جا رہا تھا۔

سیاسی قیدی

2020 کی ایک اہم پیش رفت اکتوبر کے پہلے ہفتے میں سیاسی قیدیوں کے خاندانوں اور اسیرانِ ہنزہ رہائی کمیٹی کا مشترکہ دھرنا تھا۔ دھرنے کے چوتھے روز نگران حکومت اور کمیٹی کے رہنماؤں نے اتفاق کیا کہ سیاسی قیدیوں کو قانونی

ضابطے پورے کرنے کے بعد ایک ایک کر کے ضمانت پر رہا کیا جائے گا۔اس پر شرکا نے اپنے طے شدہ احتجاج کو نومبر تک ملتوی کر دیا۔ بعدازاں، گلگت۔ بلتستان کے محکمہ داخلہ نے ایک انتظامی حکم کے ذریعے عوامی ورکرز پارٹی کے رہنما بابا جان سمیت تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بابا جان، افتخار کربلائی اور شکوراللہ ان 13 قیدیوں میں شامل تھے جنہیں نو سال کی قید کاٹنے کے بعد 30 نومبر کو رہا کیا جانا تھا۔ بابا جان نے 2016 میں سپریم کورٹ اپیلیٹ کورٹ میں اس کے فیصلے کے خلاف ایک نظرثانی کی درخواست دائر کی تھی جس کا 2020 کے آخر تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا۔

توہین مذہب کے الزامات

گلگت۔ بلتستان میں لوگوں پر توہین مذہب کے الزامات عائد کرنے کا رجحان عروج پر ہے اور گزشتہ چار سالوں کے دوران سات سے زائد انسانی حقوق کے کارکنوں اور سیاسی کارکنوں پر توہین مذہب کے مقدمہ درج کیے گئے ہیں۔ضلع غذر سے تعلق رکھنے والی ایک ٹیچر حاجرہ شرف کو 2019 میں توہین مذہب کے الزام میں گرفتار کیا گیا اور وہ تا حال عدالتی تحویل میں ہیں۔ مقامی عدالتوں نے ان کے وکیل کی جانب سے دائر کی گئی ضمانت کی درخواست مسترد کر دی تھی۔

سرحدی تناؤ

جولائی 2019 میں غذر پولیس نے ایک قبائلی رہنما ملک آفرین خان کو گاکوچ سیشن عدالت کے باہر گرفتار کر لیا۔آفرین، جن کا تعلق خیبر پختونخوا کے ضلع کوہستان سے ہے، پر پھنڈر کے علاقے ہندرپ سے چار نوجوانوں کو اغوا کرنے کا الزام تھا۔ان کی گرفتاری کے خلاف ضلع کوہستان میں احتجاجی مظاہرے ہوئے اور مظاہرین نے دھمکی دی کہ وہ گلگت۔ بلتستان سے سفر کرنے والوں، خاص طور پر اسماعیلی برادری کو کوہستان میں قراقرم ہائی وے پر سفر کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔فروری 2020 میں سوشل میڈیا پر جاری ہونے والی ایک وڈیو میں لوگوں کو گلگت۔ بلتستان میں اسماعیلی برادری کو دھمکیاں دیتے دیکھا گیا۔

آفرین کو بعد میں رہا کر دیا گیا اور جی بی حکومت نے انہیں امن ایوارڈ سے نوازا۔سیاسی کارکنوں نے اس پر سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ اقدام جرم کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔ درحقیقت، سرحدی تنازعات گلگت۔ بلتستان اور خیبر پختونخوا کے درمیان ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے اور ہندرپ، شندور، کرومبر، تھور، ہربن اور بابوسر میں جھڑپیں ایک عام بات ہے۔

جمہوری ترقی اور سیاسی عمل میں شرکت

جی بی کی حیثیت پاکستان کی انتظامی اکائی ہی کی رہی۔ اسے 72 سالوں سے آئینی درجہ نہیں دیا گیا۔ اس کے رہائشی پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینیٹ اور دیگر پالیسی ساز اداروں میں نمائندگی سے محروم ہیں، باوجود اس کے کہ یہ علاقہ پاکستان کے انتظامی کنٹرول میں ہے۔ علاقے کو پاکستان کا آئینی حصہ بنائے جانے کے دیرینہ مطالبے کے باوجود اس کی موجودہ سیاسی حیثیت برقرار ہے۔

نومبر میں، پی ٹی آئی کی حکومت نے جی بی ایل اے کے انتخابات سے پہلے جی بی کی سیاسی حیثیت پر دوبارہ بحث شروع کی اور علاقے کو صوبے کا درجہ دینے کی تجویز دی۔ وزیراعظم عمران خان نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا، اگرچہ زیادہ تر تجزیہ کاروں کا ماننا ہے کہ یہ انتخابات سے پہلے سیاسی حمایت حاصل کرنے کا ایک حربہ تھا۔

ستمبر میں، بلاورستان نیشنل فرنٹ (حمید) (بی این ایف۔ایچ) کے سربراہ عبدالحمید خان 22 سال کی خودساختہ جلاوطنی کے بعد گلگت۔ بلتستان واپس آئے۔ وہ فروری 2019 میں یورپ سے واپس لوٹنے کے بعد ایک سال سے انٹیلی جنس بیورو کی تحویل میں تھے اور انہوں نے مؤخر الذکر کے ساتھ ایک معاہدے کے بعد اعلان کیا تھا کہ انہوں نے اپنی جلاوطنی ختم کردی تھی۔ اس سے پہلے، حکومت نے بی این ایف۔ایچ پر گلگت۔ بلتستان میں پابندی عائد کررکھی تھی اور 15 سے زائد پارٹی کارکنوں کو 'ریاست مخالف عناصر' قرار دیتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔

بلاورستان نیشنل فرنٹ (حمید) (بی این ایف) کے سربراہ عبدالحمید خان 22 سال کی خودساختہ جلاوطنی کے بعد گلگت۔ بلتستان واپس آئے

جی بی ایل اے انتخابات

گلگت ۔ بلتستان قانون ساز اسمبلی کے انتخابات 18 نومبر کو منعقد ہوئے۔ اگر چہ سیاسی عمل مجموعی طور پر پر امن رہا، تاہم ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہوئی کہ غیر جانبدار انتخابی مبصرین، جن میں چار موقعوں پر اس کی اپنی ٹیم بھی شامل تھی، کو گلگت میں ووٹوں کی گنتی کے دوران پولنگ اسٹیشن میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ گلگت یونین آف جرنلسٹس نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا۔ اس کے علاوہ، ایچ آر سی پی کی ٹیم کو شیر قلعہ، غذر۔1 (جی بی اے۔19) کے ایک پولنگ اسٹیشن میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کم از کم دو واقعات میں، ایچ آر سی پی کو اطلاعات موصول ہوئیں کہ گانچھے اور دیامر اضلاع میں خواتین کے پولنگ اسٹیشنوں میں ووٹروں نے ایک سے زائد مرتبہ ووٹ ڈالا۔

پولنگ کے عملے کی کمی کے باعث ووٹروں کی طویل قطاریں دیکھنے کو ملیں۔ زیادہ تر پولنگ سٹیشنوں میں گنجائش سے زائد لوگ موجود تھے اور پولنگ کے عملے، پولنگ ایجنٹوں اور ووٹروں نے کووڈ 19 کے ایس او پیز کو زیادہ تر نظر انداز کیا۔ دور افتادہ علاقوں میں خراب موسم کے باعث پولنگ ایک گھنٹے تک کی تاخیر سے شروع ہوئی۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر بھی تشویش ہوئی کہ پولنگ اسٹیشنوں پر معذوری سے متاثر افراد (پی ایل ڈبلیو ڈیز) کی آسانی کے لیے کسی قسم کے خصوصی انتظامات نہیں کیے گئے تھے۔ اطلاعات کے مطابق الیکشن کمیشن نے الیکشن ایکٹ 2017 کی خلاف ورزی پر مختلف سیاسی جماعتوں کو 300 سے زائد نوٹس جاری کیے لیکن ایسے نوٹسز کے باوجود ایکٹ کی دفعات پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

23 نومبر کو، انتخابات کے بعد، پولیس نے چیف الیکشن کمشنر کے دفتر کے باہر مظاہرین پر لاٹھی چارج کیا جس پر مشتعل مظاہرین نے گلگت میں چار گاڑیوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) نے حکام سے مطالبہ کیا کہ وہ پوسٹل بیلٹ کی فارنزک جانچ کیے بغیر حلقہ گلگت۔2 کے سرکاری نتائج جاری نہ کرے، جیسا کہ پی پی پی اور حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کے درمیان طے پایا تھا۔ پی پی پی نے وفاقی وزیر برائے جی بی اور آزاد جموں و کشمیر امور علی امین گنڈا پور پر علاقے کا امن خراب کرنے کا الزام عائد کیا تاکہ پی ٹی آئی کے امیدوار فتح اللہ خان کے لیے نشست حاصل کی جا سکے۔

مقامی حکومت

گزشتہ 11 سالوں سے، علاقے کا انتظام مقامی حکومتوں کے بغیر چل رہا ہے۔ یونین اور ضلعی کونسلوں اور میونسپل کمیٹیوں سمیت بلدیاتی ادارے 2009 میں ہونے والے آخری انتخابات سے غیر فعال ہیں۔ اس سے برتر مقام کی جانب پیش رفت اور نچلی سطح پر قیادت کے ابھرنے کا عمل رک گیا۔

بنیادی آزادیاں

انسدادِ دہشت گردی قوانین کا ناجائز استعمال

جی بی میں حقوق کے کارکنوں کو نشانہ بنانے کے لیے انسدادِ دہشت گردی قوانین کا غلط استعمال 2020 میں بھی جاری رہا۔ یہ ایک ایسا رجحان ہے جس کا ایچ آر سی پی برسوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ نوجوانوں اور حقوق کے کارکنوں، صحافیوں، سیاسی کارکنوں، اور قوم پرستوں کی سرگرمیوں کی انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے شیڈول چار کے تحت باقاعدگی سے نگرانی کی جاتی ہے اور گزشتہ پانچ سالوں میں جی بی میں ایکٹ کی دفعات کے تحت سینکڑوں افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ 2020 میں، حقوق کے کارکن الزام لگاتے رہے کہ شیڈول چار کو سیاسی اختلاف رائے کو دبانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔

سال کے دوران ایک قابلِ ذکر واقعے میں ایک قوم پرست سیاسی اور حقوق کے کارکن عرفان حیدر جان کو مقامی انتظامیہ نے طلب کیا اور انہیں اپنی سوشل میڈیا اور سیاسی سرگرمیاں محدود کرنے کو کہا۔ جان جی بی کے رہائشیوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے رہے ہیں اور انہوں نے نومبر میں گلگت میں پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کے رہنما اور رکن قومی اسمبلی محسن داوڑ کی میزبانی کی تھی اور ان کی تصاویر سوشل میڈیا پر پوسٹ کی تھیں۔

دسمبر میں، جموں کشمیر لبریشن فرنٹ (آزاد کشمیر گلگت بلتستان زون) کے صدر ڈاکٹر توقیر گیلانی اور ان کی اہلیہ کو جی بی سے زبردستی بے دخل کر دیا گیا۔ گیلانی ہنزہ کے علاقے ناصر آباد میں عوامی ورکرز پارٹی کے رہنما بابا جان کی شادی میں شرکت کے لیے گلگت گئے تھے۔ وہ اپنے دوستوں کو ملنے کے لیے دیگر کئی دیہات میں بھی گئے۔ گیلانی آزاد کشمیر اور جی بی میں لوگوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ انہیں 27 دسمبر کو گلگت کی مقامی انتظامیہ نے طلب کیا اور بتایا کہ ان پر گلگت بلتستان میں کئی مقدمات درج ہیں اس لیے وہ علاقے میں کسی قسم کی سیاسی سرگرمیاں انجام نہیں دے سکتے۔

نقل و حرکت کی آزادی

مارچ میں گلگت بلتستان میں کووِڈ 19 کی وبا کے باعث لگائے گئے لاک ڈاؤن نے لوگوں کا علاقے کے اندر اور باہر سفر مشکل بنا دیا۔ اس کے نتیجے میں، ہزاروں محنت کش روزگار سے محروم ہو گئے۔ ایسے ہی ایک واقعے میں، وادی بروغل سے تعلق رکھنے والے 25 مزدور جی بی میں محصور اور چترال میں داخلے سے معذور ہو گئے۔ مقامی کارکنوں نے یہ معاملہ سوشل میڈیا پر اٹھایا جس کے بعد چترال انتظامیہ نے انہیں لاک ڈاؤن کے نویں روز داخلے کی اجازت دی۔

اجتماع کی آزادی

نومبر میں، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی (کے آئی یو) کی ایک طالبہ کی مبینہ جنسی ہراسانی کے خلاف مظاہرہ منعقد کرنے پر دو طلبا کو گرفتار کرلیا گیا۔ طلبا انجمنوں نے الزام عائد کیا کہ وائس چانسلر نے انہیں دھمکی دی کہ اگر الزامات غلط ثابت ہوئے تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔ طلبا اور حقوق کے کارکنوں نے نومبر میں گلگت۔ بلتستان میں کام کی جگہوں پر خواتین کی ہراسانی کے خلاف گلگت۔ بلتستان قانون ساز اسمبلی اور اسلام آباد اور گلگت پریس کلب کے باہر بھی احتجاج کیا (خواتین کا باب بھی دیکھیں)۔

دسمبر میں، گلگت میں نگر کالونی کے رہائشیوں نے سرد موسم میں بجلی کی مسلسل بندش کے خلاف احتجاج کیا۔ پولیس نے نو مظاہرین کے خلاف ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 148، 147، اور 341 کے تحت ایف آئی درج کر لی۔ بعدازاں، چیف کورٹ نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے مقدمات خارج کر دیے کہ رہائشیوں کو پرامن احتجاج کا حق حاصل ہے۔ تاہم، حقوق کے کارکن اکثر الزام لگاتے ہیں کہ جی بی میں اختلاف رائے کو دبانے کے لیے ایف آئی آر کا اندراج ایک عام بات ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

سال کے دوران جی بی سے تعلق رکھنے والی سول سوسائٹی اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) میں رجسٹریشن کی تجدید کے لیے درکار طریقہ کار کے حوالے سے بے چینی بڑھ گئی۔ کئی موقعوں پر، تجدید میں یا تو تاخیر کی گئی یا پھر اسے منسوخ ہی کر دیا گیا۔ اس حوالے سے سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ ایسی تنظیموں کو اسلام آباد میں اکنامک افیئرز ڈویژن سے این او سی حاصل کرنا پڑتا ہے۔ فنڈنگ اور ڈونرز کے حوالے سے لاگو کیے گئے سخت ضوابط کے باعث کئی تنظیمیں کام جاری نہ رکھ سکیں۔ چونکہ جی بی میں نچلی سطح پر کام کرنے والی زیادہ تر تنظیمیں غیر رسمی ہیں، اس لیے بینک اکاؤنٹ کھولنے اور ان کے استعمال سے متعلق ضوابط شدید مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

اظہار رائے کی آزادی اور معلومات کا حق

لاک ڈاؤن کے دوران متعدد مقامی صحافیوں نے رپورٹرز اور کیمرہ مینوں کے ساتھ پولیس کے رویے کے خلاف شکایات درج کرائیں۔ اپریل میں، روزنامہ بادِ شمال کے صحافی مہتاب الرحمان کو مقامی پولیس نے گرفتار کرلیا۔ بعدازاں، انہیں ایک قرنطینہ مرکز منتقل کر دیا گیا کیونکہ انہوں نے جی بی میں کووڈ19 سے متاثرہ مریضوں کے لیے ناقص انتظامات کی نشاندہی کی تھی۔

2020 میں ریاستی یا غیر ریاستی عناصر کی جانب سے مقامی صحافیوں کو دھمکائے جانے کے واقعات میں اضافہ دیکھا

گیا۔ صحافی ارسلان علی کو گلگت میں وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) کے سائبر کرائم وِنگ کی جانب سے ایک نوٹس موصول ہوا جس میں انہیں ڈپٹی ڈائریکٹر کے سامنے پیش ہو کر جی بی میں عدلیہ کے حوالے سے سوشل میڈیا پر اپنی پوسٹس کی وضاحت پیش کرنے کو کہا گیا۔ اسی ماہ، نامعلوم مسلح افراد نے گلگت میں روزنامہ ہمالیہ کے ایڈیٹر اے جے سرور کی رہائش گاہ پر فائرنگ کی، تاہم وہ اور ان کے اہلِ خانہ حملے میں محفوظ رہے۔

مقامی اخبارات کو مبینہ طور پر سرکاری اشتہارات کی تقسیم میں امتیاز کے باعث وسائل کی شدید کمی کا سامنا رہا۔ اخبار مالکان اور ملازمین نے حکومتی محکمہ معلومات پر اشتہارات کو پریس کی آزادی کو دبانے کے آلے کے طور پر استعمال کرنے کا الزام عائد کیا۔ 2020 میں، جی بی میں ہندوستانی چینل چلانے اور یوں علاقے میں ہندوستانی چینلز پر پابندی کی خلاف ورزی کے الزام میں چھ کیبل آپریٹروں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

ایک واقعے میں، انسپکٹر جنرل آف پولیس (آئی جی) جی بی نے ایک پولیس اہلکار کو معطل کر دیا۔ اس پر الزام تھا کہ اس نے سوشل میڈیا کی ایک پوسٹ میں وزیر اعظم پاکستان اور وزیر امور کشمیر پر تنقید کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ بطور شہری اسے وزیر اعظم اور وزیر پر تنقید کا حق حاصل ہے۔

جی بی میں معلومات کا حق ایک اہم مسئلہ ہے لیکن اس پر بہت کم بحث کی جاتی ہے۔ حقوق کے کارکنوں نے 2017 کی مردم شماری میں جی بی کی آبادی سے متعلق اعداد و شمار جاری نہ کرنے پر حکومت پاکستان کو تنقید کا نشانہ بنایا، حالانکہ بقیہ ملک کے اعداد و شمار جاری کیے جا چکے تھے۔ جی بی کی بیوروکریسی پر الزام لگایا گیا کہ یہ ایسے اعداد و شمار کو حساس گردانتی ہے اور اسے غیر ضروری طور پر لوگوں سے چھپا کر رکھتی ہے جو ایک مضحکہ خیز بات ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

19 اکتوبر کو، غذر کے گاؤں گلموتی میں نامعلوم حملہ آوروں نے ایک جماعت خانہ (اسماعیلیوں کی عبادت گاہ) پر حملہ کیا۔ اگرچہ حملے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا (کووِڈ 19 کے بحران کے باعث عبادت گاہ بند تھی)، اس واقعے نے مقامی آبادی کو شدید اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ رہائشیوں نے حملے کے خلاف احتجاج کے لیے سڑکوں پر نکل آئے اور غذر کی مرکزی شاہراہ کو بند کر دیا۔

پسماندہ طبقات کے حقوق

خواتین

سال کے دوران جی بی میں کام کی جگہوں پر خواتین کی ہراسانی، منظّم صنفی امتیاز اور تشدد، وراثت اور جائیداد کے حق سے انکار، اور خودکشیاں عام رہیں۔

نومبر میں، گلگت میں قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی (کے آئی یو) کی ایک طالبہ نے شعبہ سکالرشپ کے سربراہ پر الزام عائد کیا کہ جب وہ سکالرشپ کی درخواست جمع کرانے ان کے دفتر گئی تو انہوں نے اسے جنسی طور پر ہراساں کیا۔ واقعے کے خلاف کے آئی یو کے طلبا نے گلگت، ہنزہ اور غذر اضلاع میں مظاہرے کیے۔ اطلاعات کے مطابق، کچھ طلبا نے ملزم افسر پر حملہ کیا۔ احتجاجی طلبا کو یونیورسٹی کے باہر نامعلوم افراد نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ کے آئی یو کے وائس چانسلر نے

کے آئی یو کے طلباء نے گلگت، ہنزہ اور غذر کے اضلاع میں واقعے کے خلاف کئی مظاہرے کیے

الزامات پر ردِعمل دیتے ہوئے واقعے کی تحقیقات کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جسے ہراسانی کا کوئی ثبوت نہ ملا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے سفارش کی کہ ملزم افسر کو طلبا کے ساتھ اس کے عمومی برتاؤ کو دیکھتے ہوئے کسی اور شعبے میں منتقل کر دیا جائے۔

اسی مہینے میں، محکمہ صحت کی ایک خاتون ڈاکٹر نے جی بی ہیلتھ سیکریٹری کو ایک تحریری شکایت دائر کی جس میں ایک ساتھی پر کام کی جگہ پر جنسی ہراساں کرنے کا الزام لگایا گیا۔ حقوق کے کارکنوں نے نشاندہی کی کہ کام کی جگہ پر خواتین کو

ہراساں کیے جانے سے تحفظ کے قانون 2013 کی منظوری کے باوجود کام کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کے بیشتر واقعات جی بی میں رپورٹ نہیں کیے جاتے ہیں جو اس قانون پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد میں ناکامی کی نشاندہی کرتا ہے۔

بچے

بچوں کے حقوق کے کارکن الزام عائد کرتے ہیں کہ گزشتہ تین سالوں کے دوران جی بی میں کم عمری کی شادی، بچوں سے زیادتی اور تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے، جبکہ بچوں کا بھیک مانگنا اور کوڑا اکٹھا کرنا بھی زیادہ عام ہوگیا ہے۔ تاہم، ایک مثبت پیش رفت یہ ہے کہ جی بی حکومت نے 2020 میں گلگت میں ایک چائلڈ پروٹیکشن یونٹ قائم کرنے کا اعلان کیا۔

معذوری سے متاثر افراد

گلگت۔ بلتستان معذوری سے متاثر افراد ایکٹ 2019 کی منظوری کے باوجود، پی ایل ڈبلیو ڈیز الزام عائد کرتے رہے کہ سرکاری محکموں میں خصوصی ضروریات کے حامل افراد کے لیے ملازمتی کوٹہ پر عمل درآمد نہیں کیا جا رہا، نہ ہی انہیں ثانوی تعلیم کے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔ کوویڈ 19 کی وبا نے صحت کی سہولیات تک رسائی کو مشکل بناتے ہوئے صورت حال کو مزید سنگین بنا دیا، جبکہ پی ایل ڈبلیو ڈیز کی اکثریت جو اپنے اہل خانہ پر انحصار کرتی ہے، غریب گھرانوں میں ذریعہ معاش چھن جانے سے متاثر ہوئی۔

اس سے پہلے، گلگت۔ بلتستان حکومت نے معذوری سے متاثر افراد کے لیے ایک سٹوڈنٹ ہاسٹل تعمیر کیا تھا جو دور دراز کے علاقوں سے آئے تھے اور گلگت میں سپیشل ایجوکیشن کمپلیکس میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ تاہم، قومی احتساب بیورو (نیب) نے ہاسٹل پر کئی سالوں سے قبضہ کر کے اسے دفتر بنا رکھا ہے۔ اگرچہ حقوق کے کارکنوں نے اس اقدام کو عمارت پر غیر قانونی قبضہ قرار دیتے ہوئے کئی موقعوں پر احتجاج اور دھرنے دیے ہیں، تاہم نیب نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ 12 اکتوبر کو چیف کورٹ نے نیب کو ہاسٹل خالی کرنے کا حکم دیا۔

سماجی اور معاشی حقوق

صحت

جی بی ایل اے نے سال کے دوران صحت کے حوالے سے دو قوانین منظور کیے: جی بی کووِڈ19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) ایکٹ 2020 اور جی بی وبائی امراض (انسداد اور روک تھام) ایکٹ 2020ء۔ کووِڈ19 کی وبا کے تناظر میں، پہلے مرحلے میں بدانتظامی، غیر طے شدہ لاک ڈاؤن اور نگہداشت صحت کی مناسب سہولیات کی کمی دیکھی گئی۔ اگرچہ قرنطینہ اور آئسولیشن مراکز قائم کیے گئے تھے، تاہم گلگت میں جتیال، بسین اور دینیور کے رہائشیوں نے احتجاج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ قرنطینہ مراکز شہر کے اندر رہائشی علاقوں میں قائم نہ کیے جائیں۔

وبا کے ابتدائی مرحلے کے دوران پورے علاقے میں صرف ایک ٹیسٹنگ لیبارٹری تھی جو روزانہ محض 15 ٹیسٹ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ نتیجتاً، نگر اور بلتستان میں سینکڑوں مریضوں کو ٹیسٹ کے لیے کئی روز انتظار کرنا پڑا۔ جی بی میں کووِڈ19 کی بلند شرح کے باوجود لاک ڈاؤن کے آغاز میں صرف تین وینٹی لیٹر تھے۔

دیگر علاقوں کی طرح، لاک ڈاؤن کے دوران نجی کلینکس اور آؤٹ پیشنٹ ڈیپارٹمنٹس کی بندش کے باعث سینکڑوں دیگر مریض نگہداشت صحت کی سہولیات حاصل نہ کر سکے کیونکہ ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکل سٹاف کووِڈ19 سے متعلقہ ہنگامی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف تھے۔ اس کا علاقے کی صحت کی مجموعی صورت حال پر نمایاں اثر پڑا۔

جی بی میں خودکشیوں کی بڑھتی شرح شدید تشویش کا باعث ہے اور زیادہ تر واقعات کا تعلق خراب دماغی صحت اور سماجی و معاشی عوامل ہیں۔ جی بی میں دماغی صحت کے مسائل پر قابو پانے کے لیے تاحال مناسب سہولیات موجود نہیں۔

تعلیم

جی بی ایل اے نے تعلیم کے حوالے سے قوانین منظور کیے: جی بی لازمی تعلیم ایکٹ 2020 اور جی بی نجی تعلیمی ادارہ جات (سکول، کالج) ایکٹ 2020۔

لاک ڈاؤن کے پہلے مرحلے کے دوران ہزاروں طلبا اور پیشہ ور ماہرین پاکستان بھر میں تعلیمی ادارے بند ہو جانے کے بعد دیگر شہروں سے گلگت۔ بلتستان لوٹ آئے۔ تاہم، علاقے کے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور ذرائع ابلاغ کے کمزور نظام نے طلبا کی آن لائن کلاسز لینے کی قابلیت کو بری طرح متاثر کیا۔ طلبا نے مختلف اضلاع میں احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ حکومت انٹرنیٹ سروس کے معیار کو بہتر بنائے جو اس وقت ایک واحد انٹرنیٹ مہیا کار، سپیشل کمیونی کیشنز آرگنائزیشن تک محدود ہے۔

طلبا نے مختلف اضلاع میں متعدد مظاہرے کیے جن میں انہوں نے حکومت سے انٹرنیٹ سروس کے معیار کو بہتر بنانے کا مطالبہ کیا

بعدازاں، ایک وسیع قومی سوشل میڈیا مہم شروع ہوگئی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ جی بی کے رہائشیوں کو بہتر ڈیجیٹل حقوق فراہم کیے جائیں۔ Internet GilgitBaltistan# تحریک مہم شروع ہونے کے محض 24 گھنٹے بعد ٹویٹر پر ٹاپ ٹرینڈز میں شامل ہوگئی جس سے ڈیجیٹل حقوق کے بارے میں آگہی پیدا کرنے میں مدد ملی۔

زمین کا حصول

حکومت کی جانب سے زمین کا حصول رہائشیوں کے لیے شدید تشویش کا باعث ہے۔ جی بی میں اراضی اور عام جائیداد کا انتظام مختلف آئینی اور رواجی قوانین کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ علاقے میں اراضی کا ایک بہت بڑا حصہ کمیونٹی کی ملکیت ہے اور یہ عام جائیداد تصور کی جاتی ہے۔ تاہم، انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق، گزشتہ چند سالوں میں جی بی حکومت اور دیگر ریاستی اداروں نے عام جائیداد پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ اسے متاثر ہونے والی کمیونٹیوں کی رضامندی کے بغیر ہی حاصل کر لیتے ہیں جس سے مقامی کمیونٹیوں اور ریاست کے درمیان محاذ آرائی جنم لیتی ہے۔

مثال کے طور پر، جون میں وادی چپُرساں کے علاقے زودخون کے رہائشیوں نے فرنٹیئر ورکس آرگنائزیشن (ایف ڈبلیو او) کی مشینری کا ایک قافلہ روک دیا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ ایف ڈبلیو نے مقامی کمیونٹی کی رضامندی کے بغیر کان کنی کا ایک ٹھیکا حاصل کیا تھا۔ جی بی میں کان کنی کا شعبہ وفاق کے زیر انتظام ہے جس پر رہائشیوں کو تشویش ہے۔ رہائشی الزام عائد کرتے ہیں کہ وفاقی حکومت نے کان کنی کے سینکڑوں ٹھیکے غیر رہائشیوں کو دیے ہیں۔

ماحولیات

سال کے دوران، گلگت ۔ بلتستان میں 70 سالوں میں سب سے زیادہ بارشیں دیکھی گئیں۔ ماحولیاتی ماہرین اس کا سبب موجودہ موسمی بحران کو قرار دیتے ہیں۔ مناسب منصوبہ بندی، پالیسیوں اور قوانین کی غیر موجودگی میں، جی بی خاص طور پر موسمی تبدیلی اور ماحولیاتی تنزلی کے نشانے پر ہے اور اس سے ماحول اور ذریعہ معاش دونوں کے لیے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ ایک اور بات جو شدید اضطراب کا باعث ہے وہ جی بی کے کچھ علاقوں، خاص طور پر خطے کی بالائی وادیوں میں موسمی تبدیلی کے باعث ہونے والی نقل مکانی ہے۔

گلگت ۔ بلتستان

ضمیمہ - 1

پاکستان کی آئینی اور بین الاقوامی قانونی ذمہ داریاں

قوانین اور قانون سازی

جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لیے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، فکر وضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں بھی شامل ہیں۔ یہ حقوق اور آزادیاں قانون اور اخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی۔ ... تاکہ پاکستان کے عوام ترقی کرسکیں اور اقوامِ عالم میں جائز اور پر وقار مقام حاصل کرسکیں اور عالمی امن اور ترقی اور انسانیت کی خوشی میں مکمل کردار ادا کرسکیں۔

آئینِ پاکستان

افتتاحیہ

جبکہ فطری وقار اور انسانی کنبے کے تمام افراد کے مساوی اور غیر منقسم حقوق دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی اساس ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

افتتاحیہ

انصاف کی فراہمی

قانون کا تحفظ اور قانون کے مطابق سلوک، ہر شہری کا چاہے وہ جہاں بھی ہو، ناقابلِ تنسیخ حق ہے اور ہر اس شخص کا بھی جو فی الوقت پاکستان میں موجود ہے۔ خاص طور پر (الف) کسی شخص کی زندگی، آزادی، جسم، وقار یا جائیداد کے خلاف کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جائے گا جو نقصان دہ ہو سوائے ایسے قدم کے جو قانون کے عین مطابق ہو (ب) کسی شخص کو ایسا کوئی کام سرانجام دینے سے نہیں روکا جائے گا جس کی قانون ممانعت نہیں کرتا اور (ج) کسی شخص کو ایسا کوئی کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، جس کی قانون اجازت نہیں دیتا۔

آئینِ پاکستان

آرٹیکل-4(1)-اور(2)

کسی شخص کو اس کی زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے قانون کی مطابقت میں۔

[آرٹیکل-9]

تمام افراد قانون کے سامنے مساویانہ حیثیت کے مالک ہیں اور مساویانہ قانونی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آرٹیکل-25(1)

محض صنف کی بنا پر کسی کے خلاف کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

آرٹیکل 25(2)

ریاست سستے اور فوری انصاف کے حصول کو یقینی بنائے گی۔

آرٹیکل 37(2)

کسی جائیداد کو جبراً حاصل یا اس پر قبضہ نہیں کیا جائے گا ماسوائے قومی سطح پر کسی مقصد کے لیے اور ماسوائے قانون کی اجازت سے۔

آرٹیکل 24-(2)

تمام انسانوں کے وقار اوران کے مساویانہ اور ناقابل تنسیخ حقوق کو تسلیم کرنا، دنیا میں امن اور انصاف اور آزادی کی بنیاد رکھنے کے مترادف ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

افتتاحیہ

ہر شخص کو قانون کے روبرو اپنی شناخت بطور انسان تسلیم کروانے کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل 6

ہر شخص قانون کے روبرو مساویانہ حیثیت رکھتا ہے اور بغیر کسی تمیز کے مساویانہ قانونی تحفظ کا حق رکھتا ہے۔

آرٹیکل 7

قانون یا آئین کی طرف سے عطا کردہ حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف ہر شخص کو بااختیار قومی ٹریبونلز کے ذریعے مؤثر دادرسی کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل-8

ہر شخص کو اپنے حقوق اور ذمہ داریوں یا اپنے خلاف عائد کیے گئے کسی بھی فوجداری الزام کے تعین کے لیے، ایک خودمختار اور غیر جانبدار ٹریبونل کے ذریعے، مکمل مساویانہ حیثیت میں منصفانہ اور کھلی سماعت کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل-10

کسی شخص کو بے جا طور پر اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

آرٹیکل-17(2)

موجودہ اختیاری پروٹوکول (سزائے موت کے خاتمے کے لیے) کی فریق کوئی ریاست اپنی حدود میں کسی شخص کو سزائے موت نہیں دے گی۔ ہر فریق ریاست اپنے دائرہ اختیار میں موت کی سزا کے خاتمے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

آئی سی سی پی آر کا دوسرا اختیاری پروٹوکول

آرٹیکل-1

امن وامان کی صورت حال

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کیے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

انسانی وقار، گھر اور چاردیواری کی حرمت کی، قانون کے مطابق، ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔

کوئی شہادت یا ثبوت حاصل کرنے کے لیے کسی شخص کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل 14(1) اور (2)

ہر شخص کو زندہ رہنے، آزادی اور جان و مال کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 3

کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

آرٹیکل 5

ہر اس شخص کو جس پر کوئی قابل سزا الزام عائد کیا جائے، یہ حق حاصل ہے کہ جب تک قانون کے تحت اس کو ایک کھلی عدالت میں، جہاں اسے اپنے دفاع کی تمام سہولتیں حاصل ہوں، مجرم ثابت نہیں کیا جاتا، اسے بے قصور تصور کیا جائے گا۔

آرٹیکل-11(1)

کسی شخص کی خلوت یا تنہائی، خاندانی زندگی، گھر یا اس کی خط وکتابت میں، من مانے طور پر مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نہ ہی اس کے وقار اور اس کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔ ہر شخص کو اس قسم کی مداخلت اور کوششوں کے خلاف قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

آرٹیکل 12

کسی شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری کی وجوہ سے، جس قدر جلد ہو سکے، آگاہ کیے بغیر نہ تو نظر بند رکھا جائے گا اور نہ اسے اپنی پسند کے کسی قانون پیشہ شخص سے مشورہ کرنے اور اس کے ذریعہ صفائی پیش کرنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

ہر اس شخص کو جسے گرفتار کیا گیا ہو اور نظر بند رکھا گیا ہو، مذکورہ گرفتاری سے چوبیس گھنٹہ کے اندر کسی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا لازم ہوگا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

کسی شخص کو بے جا گرفتاری، حراست یا جلاوطنی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-8

اس معاہدے کے اغراض ومقاصد کے لیے، 'جبری گمشدگی' سے مراد ریاستی اہلکاروں یا ریاست کی اجازت، معاونت یا رضامندی سے افراد یا افراد کے گروہوں کی جانب سے کسی فرد کی گرفتاری، حراست، اغوا یا آزادی سے محرومی کی کوئی بھی شکل ہے جس کے بعد اس شخص کی آزادی سے محرومی کے وقوعے سے انکار کیا جائے یا گمشدہ فرد کی حالت زار یا اتہ پتہ کو چھپایا جائے جس سے وہ فرد قانونی تحفظ کے دائرہ کار سے محروم ہو جائے۔

تمام افراد کو جبری گمشدگی سے تحفظ فراہم کرنے کا عالمی معاہدہ

آرٹیکل-2

قیدی اور قید خانے

کسی بھی شخص کو جسے گرفتار کیا جاتا ہے' گرفتاری کی وجوہات بتائے بغیر حراست میں نہیں رکھا جائے گا۔ اسے اپنی مرضی کے وکیل سے مشورہ کرنے اور قانونی تحفظ حاصل کرنے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ ہر وہ شخص جسے گرفتار کرنے کے بعد حراست میں رکھا گیا ہے، گرفتاری کے 24 گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 10(1) اور (2)

ہر انسان کا احترام اور وقار اور قانون کے تابع رہتے ہوئے خلوت اور تنہائی ناقابل دخل اندازی ہے۔
کوئی معلومات' شہادت' ثبوت حاصل کرنے کی خاطر' کسی شخص کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-14(1) اور (2)

کسی شخص کو اذیت رسانی یا ظالمانہ' غیر انسانی یا رسوا کن سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-5

کسی شخص کو بے جا گرفتاری، حراست یا جلاوطنی کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

آرٹیکل-8

ہر فریق ریاست اپنے زیر انتظام علاقوں میں ایذا رسانی پر قابو پانے کے لیے مؤثر قانونی، انتظامی اور دیگر اقدامات کرے گی۔

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف عالمی معاہدہ

آرٹیکل-2

ہر فریق ریاست ایذا رسانی کو فوجداری قانون کے تحت جرم قرار دے گی۔ یہ قانون ان تمام افراد پر لاگو ہوگا جو کسی کو ایذا رسانی کا نشانہ بنانے

کی کوشش کرتے ہیں یا کوئی ایسا اقدام کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ ایذا رسانی کے عمل میں شریک ہوئے ہیں۔
ہر فریق ریاست جرم کی سنگینی کو مدِنظر رکھتے ہوئے، ان جرائم کو مناسب سزاوں کے ذریعے قابلِ تعزیر ٹھہرائیں گی۔
ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک یا سزا کے خلاف عالمی معاہدہ
آرٹیکل-4

فکر و ضمیر اور مذہب کی آزادی

...... پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک ایسا نظام وجود میں لایا جائے، جس میں بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے۔ ان حقوق میں سماجی مساوات، مساوی مواقع کی فراہمی، سب کے لیے یکساں قانون، سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، فکر و ضمیر اور اظہار رائے کی آزادی، ایمان، عقیدے، عبادت اور تنظیم سازی کی آزادیاں بھی شامل ہیں۔ یہ حقوق اور آزادیاں قانون اور اخلاق عامہ کی حدود کے تابع ہوں گی۔

آئین پاکستان

دیباچہ
قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے، الف: ہر شہری کو اپنے مذہب پر قائم رہنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق حاصل ہوگا، ب: ہر مذہبی گروہ، فرقے اور مسلک کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرے، انھیں برقرار رکھے اور چلائے۔
آئین پاکستان
آرٹیکل-20
تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں، سب کی عزت اور حق برابر ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل عطا کیے گئے ہیں، انھیں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ سلوک اور رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-1

ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے کی آزادی بھی شامل ہے، اور یہ آزادی بھی، کہ کوئی شخص تنہا یا کچھ افراد مل کر اجتماعی طور پر، نجی حدود میں یا سرِ عام، تعلیم و تبلیغ، اعمال و عبادات کے ذریعے اپنے مذہب کا اظہار کریں۔
آرٹیکل-18

کسی شخص پر اس طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا کہ اس کا عقیدہ اور مذہب اختیار کرنے کی آزادی مجروح ہو۔
کسی ریاست، ادارے، افراد کے گروہ یا فرد کی طرف سے کسی شخص کے ساتھ اس کے مذہب اور عقیدے کے باعث کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر طرح کی عدم برداشت اور امتیازی سلوک کے خاتمے لیے اقوام متحدہ کا اعلامیہ
آرٹیکل 1(2) اور 2(1)

اظہارِ رائے کی آزادی

ہر شہری کو تقریر کرنے اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ پریس آزاد ہوگا۔ یہ آزادیاں ان معقول پابندیوں کے تابع ہوں گی، جو عظمت اسلام، ملک کی سالمیت یا ملکی دفاع یا غیر ممالک سے دوستانہ تعلقات یا امن عامہ یا اخلاقیات کے تحفظ یا توہین عدالت یا جرم کے ارتکاب کو روکنے، یا اس کی ترغیب کے امکانات کے پیش نظر قانون کے مطابق عائد کی جائیں گی۔
آئین پاکستان
آرٹیکل-19

ضمیمہ-1

قانون کے ذریعے عائد کردہ ضابطے اور مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات کی معلومات تک رسائی کا حق حاصل ہے۔
آرٹیکل-19(الف)

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور ظاہر کرنے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ ہر شخص آزادی کے ساتھ، بغیر کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہ سکے اور جس ذریعے سے بھی چاہے، ملکی سرحدوں سے بالاتر ہو کر خیالات و معلومات کی جستجو کر سکے، وصول کر سکے، ارسال کر سکے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل-19

۔۔۔ رائے اور اظہار کی آزادی کے حق کے استعمال کو فروغ دیں، بشمول معلومات کے میدان میں صحافیوں اور دیگر پیشہ ور ماہرین کے حق کو ایک بڑی ترجیح کے طور پر۔

خصوصی مندوب کا اختیار

یو این کونسل برائے انسانی حقوق

نقل و حرکت کی آزادی

ہر شہری کو پاکستان میں رہنے، داخل ہونے اور آزادانہ پورے ملک میں گھومنے پھرنے، ملک کے کسی بھی حصے میں رہائش اختیار کرنے یا مستقل طور پر آباد ہونے کا حق حاصل ہے۔ البتہ یہ حق قانون کے تحت مفاد عامہ میں جائز طور پر عائد کی گئی کسی بھی پابندی سے مشروط ہے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-15

ہر شخص کو کسی بھی ریاست کی حدود میں گھومنے، پھرنے، سفر کرنے اور رہائش اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔
ہر شخص کو اپنے ملک سمیت، کسی بھی ملک کو چھوڑنے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل۔17(2,1)

1۔ کسی ملک کی حدود میں قانونی طور پر رہائش پذیر ہر شخص کو ان حدود کے اندر آزادانہ نقل و حرکت اور آزادی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ منتخب کرنے کا حق ہوگا۔
2۔ ہر شخص اپنے ملک سمیت کوئی بھی ملک چھوڑنے کے لیے آزاد ہوگا۔
3۔ متذکرہ حقوق کسی پابندی سے مشروط نہیں ہوں گے سوائے ان پابندیوں کے جو قانون کے تحت عائد کی جائیں اور جن کا مقصد قومی سلامتی، امن عامہ، صحت عامہ، اخلاق عامہ، یا دوسرے لوگوں کی آزادی کا تحفظ ہوگا۔ وہ پابندیاں ان حقوق کے مطابق ہوں گی جو موجودہ میثاق میں تسلیم کیے گئے ہیں۔
4۔ کسی شخص کو حکام کی مرضی کے تحت اپنے ملک میں داخل ہونے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

شہری و سیاسی حقوق کا عالمی میثاق

آرٹیکل-12

انجمن سازی کی آزادی

ہر شہری کو تنظیم سازی اور یونین سازی کا حق حاصل ہوگا، بشرطیکہ اس سلسلے میں پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، ملک کی سالمیت، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے تحت کوئی معقول پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-17

ہر شخص کو پرامن اجتماع کرنے اور تنظیم بنانے کی آزادی ہے۔ کسی شخص کو کسی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل **20(1,20)**

ہر شخص کو دوسروں کے ساتھ مل کر انجمن سازی کا حق ہوگا۔ اس میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے کا حق بھی شامل ہے۔

آئی سی سی پی آر

آرٹیکل **-22**

مزدور اور آجر بغیر کسی قسم کی تفریق کے، صرف متعلقہ تنظیم کے اصولوں کے تابع، بغیر کسی پیشگی منظوری کے اپنی مرضی سے کسی بھی تنظیم کا حصہ بن سکتے ہیں۔

آئی ایل او کنونشن **87**

آرٹیکل **2**

مزدوروں کو ان کی ملازمت کے حوالے سے یونین مخالف امتیازی سلوک سے مناسب تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

آئی ایل او کنونشن **98**

آرٹیکل **-1**

اجتماع کی آزادی

ہر شخص کو پرامن طور پر بغیر کسی ہتھیار کے 'اجتماع کرنے کا حق حاصل ہوگا' بشرطیکہ اس سلسلے میں مفاد عامہ کے پیش نظر کوئی معقول قانونی پابندی عائد نہ کر دی گئی ہو۔

آئین پاکستان

آرٹیکل **-16**

ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ آزادی سے پرامن اجتماع منعقد کرے اور تنظیم بنائے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل **20-(1)**

۔۔۔ یہ کہ پرامن اجتماع (اور انجمن سازی) جمہوریت کے لازمی اجزا ہیں اور اِن کی بدولت شہریوں کو اپنی سیاسی آرا کے اظہار، ادبی، فنکارانہ، ثقافتی، معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں مشغول ہونے، مذہبی عبادات یا دیگر عقائد کی سرگرمیاں انجام دینے، ٹریڈ یونینیں اور کوآپریٹوز بنانے اور اس میں شامل ہونے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے اور انہیں جوابدہ ٹھہرانے سمیت ایسے دیگر حقوق سے مستفید ہونے کے انمول مواقع ملتے ہیں۔

کونسل برائے انسانی حقوق کا افتتاحیہ

قراراد **21/15**

سیاسی عمل میں شرکت

......ریاست اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے گی۔

آئین پاکستان

دیباچہ

......جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اصولوں کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے، اس کی مکمل پاسداری کی جائے گی۔

دیباچہ

بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت دی جائے گی جہاں تک کہ قانون اور اخلاق عامہ اس کی اجازت دیں۔

دیباچہ

ریاست علاقائی سطح پر منتخب نمائندوں کے ذریعے مقامی حکومت کے اداروں کی حوصلہ افزائی کرے گی، اور ان اداروں میں کسانوں، مزدوروں اور عورتوں کو خصوصی نمائندگی دینے کا اہتمام کیا جائے گا۔

آرٹیکل-32

...... یہ ضروری ہے کہ انسانی حقوق کو قانون کی عمل داری کے ذریعے یقینی بنایا جائے، ورنہ انسان عاجز آ کر جبر واستبداد اور ظلم کے خلاف خود بغاوت پر مجبور ہو جائے گا۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

دیباچہ

تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوتی ہے۔ انھیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

آرٹیکل-1

1۔ ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طریقے سے منتخب کیے گئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔

2۔ ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق حاصل ہے۔

3۔ عوام کی مرضی حکومت کے اختیار واقتدار کی بنیاد ہوگی۔ اس مرضی کے اظہار کے لیے متعین مدت کے بعد ایسے حقیقی انتخاب منعقد کرائے جائیں گے، جن میں عام اور مساوی حق رائے دہی کا استعمال خفیہ رائے شماری یا اس جیسے کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے شماری کے ذریعے کیا جائے گا۔

آرٹیکل-21

ہر شہری کو شق 2 میں مذکور کسی تفریق اور غیر مناسب پابندی کے بغیر درج ذیل آزادیاں اور مواقع حاصل ہوں گے:

(الف) مملکت کے امور میں براہ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعے حصے لینے کی آزادی اور مواقع؛

(ب) مقررہ مدت میں ہونے والے ان انتخابات میں ووٹ ڈالنے یا منتخب ہونے کی آزادی اور مواقع جو عام رائے شماری کی بنیاد پر یا خفیہ رائے شماری کے ذریعے ہوں گے اور جن میں رائے دہندگان کو آزادی کے ساتھ اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہوگا؛

(ج) مساوات کے عام اصولوں کی بنیاد پر اپنے ملک کی سرکاری ملازمت میں جانے کی آزادی اور مواقع

شہری وسیاسی حقوق کا عالمی معاہدہ

آرٹیکل-25

فریق ریاستیں اپنے ملک کی سیاسی واجتماعی زندگی کی سطح پر عورتوں کے خلاف ہونے والے امتیازی سلوک کے خاتمے اور تدارک کے لیے تمام موزوں اقدامات کریں گی اور بالخصوص مردوں کے ساتھ برابری کی بنا پر عورتوں کے حسب ذیل حقوق کو یقینی بنائیں گی:

(الف) تمام انتخابات اور رائے شماری میں رائے دینے کا حق اور انتخاب کے ذریعے قائم ہونے والے تمام ادارون کا انتخاب لڑنے کا حق؛

(ب) سرکاری حکمت عملی کی تیاری اور تعمیل میں شریک ہونے، سرکاری عہدہ حاصل کرنے اور سرکاری سطح پر جملہ سرگرمیوں میں فرائض منصبی انجام دینے کا حق؛

(ج) ملک کی سیاسی اور اجتماعی زندگی سے تعلق رکھنے والی انجمنوں اور غیر سرکاری تنظیموں میں شرکت کرنے کا حق۔
عورتوں کے خلاف امتیاز کی تمام شکلوں کے خاتمے کا معاہدہ
آرٹیکل-7

خواتین

تمام شہری قانون کے روبرو، مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور مساویانہ قانونی تحفظ کے حق دار ہیں، محض جنس کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔
اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر ریاست کی جانب سے خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کیے جانے میں مانع نہیں ہوگا۔
کسی بھی شہری کو، جو پاکستان کی سروسز میں تقرری کی اہلیت رکھتا ہے، محض جنس کی بنا پر اسے تقرری کے سلسلے میں امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔
شق (1) میں مذکور کوئی امر ریاست کی جانب سے خواتین اور بچوں کے لیے خصوصی انتظامات کیے جانے میں مانع نہیں ہوگا۔
قومی زندگی کے تمام شعبوں میں، خواتین کی شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ ریاست، ازدواجی زندگی، خاندان اور ماں کو تحفظ فراہم کرے گی۔

آئین پاکستان
آرٹیکل نمبر 25-27-35-37

تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وقار اور حقوق کے سلسلے میں مساویانہ حیثیت کے حامل ہیں۔
اس اعلان میں جن آزادیوں اور حقوق کا ذکر ہے، ہر انسان ان پر بغیر کسی قسم کی تفریق کے حق رکھتا ہے۔
تمام انسان قانون کے روبرو مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور بغیر کسی تفریق کے، مساویانہ قانونی تحفظ کے مستحق ہیں۔
ہر بالغ مرد اور عورت، شادی کے دوران اور شادی کے خاتمہ کے سلسلے میں مساویانہ حقوق رکھتا ہے۔
شادی مرد وزن کی آزادانہ اور مکمل رضامندی کے مطابق طے پانی چاہیے۔
ہر فرد کو اپنے ملک کی پبلک سروس تک مساویانہ رسائی کا حق حاصل ہے۔
ماں اور بچہ خصوصی سلوک اور مدد کے مستحق ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور
آرٹیکل 2-1-7-16-21(2)-25-(2)

بچے

چودہ برس سے کم عمر بچے کو کسی فیکٹری یا دکان یا کسی دوسرے خطرناک پیشے میں ملازم نہیں رکھا جائے گا۔

آئین پاکستان
آرٹیکل-11(3)

ریاست اس بات کو یقینی بنانے کے لیے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔۔۔ کہ بچوں کو ان پیشوں میں ملازم نہیں رکھا جائے گا جو ان کی عمر سے مطابقت نہیں رکھتے۔

آئین پاکستان
آرٹیکل 37(ہ)

ضمیمہ-1

بچپن خاص توجہ اور مدد کا مستحق ہے۔

بچوں کے حقوق کے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

دیباچہ

بچوں کے متعلق عمل میں لائی گئی تمام کارروائیوں میں، چاہے وہ سرکاری یا نجی سوشل ویلفیئر اداروں کی طرف سے عدالتوں، انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے حکام یا قانون ساز اداروں کی طرف سے عمل میں لائی گئی ہوں، بچوں کے بہترین مفادات کو اولین فوقیت دی جائے گی۔

بچوں کے حقوق کے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

آرٹیکل 3(1)

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ معاشرے میں میسر صحت کی اعلیٰ ترین خدمات اور سہولتوں، بیماریوں کے علاج اور صحت کی بحالی کے ذرائع سے استفادہ کرنے کا حق رکھتا ہے، اس امر کو یقینی بنانے کے لیے کوشش کریں گی کہ کوئی بچہ/بچی صحت کی خدمات تک رسائی کے اس حق سے محروم نہ رہے۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل 24

پیدائش کے فوراً بعد بچے کا اندراج کرایا جائے گا اور اس کا نام رکھا جائے گا، اسے قومیت کا حق حاصل ہوگا اور جہاں تک ممکن ہوا سے اپنے والدین کو جاننے اور ان کے زیر سایہ پرورش پانے کا حق ہوگا۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا میثاق

آرٹیکل 7

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے معاشی استحصال، خطرناک سرگرمیوں اور تعلیم میں رکاوٹ بننے والے کاموں میں شمولیت سے محفوظ رکھا جائے یا ایسے کاموں سے بھی دور رکھا جائے جو ان کی صحت یا جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوں۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل 32

فریق ریاستیں اس عزم کا اظہار کرتی ہیں کہ وہ بچوں کو جنسی استحصال اور جنسی بدسلوکی یا زیادتی کی تمام شکلوں سے تحفظ فراہم کریں گی۔

بچوں کے حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کا معاہدہ

آرٹیکل 34

محنت کش

غلامی نہ تو موجود ہے اور نہ اس کی اجازت ہے۔ کوئی بھی قانون کسی بھی شکل میں، پاکستان میں اس کی اجازت فراہم نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے پاکستان میں متعارف کرانے کی کوشش کرے گا۔ ہر قسم کی جبری مشقت اور انسانوں کی تجارت پر پابندی عائد ہے۔ چودہ سال سے کم عمر کے کسی بھی بچے کو کسی فیکٹری یا کان یا کسی دوسرے خطرناک پیشے میں ملازم نہیں رکھا جائے گا۔

آئین پاکستان

آرٹیکل-11(1-3)

ہر شہری کو تنظیم سازی اور یونین سازی کا حق حاصل ہوگا۔ سوائے اس کے کہ، پاکستان کے اقتدار اعلیٰ اور سالمیت کے مفاد میں، یا امن عامہ اور اخلاق کے تحفظ کے لیے قانون کے تحت معقول پابندیاں عائد کی جائیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 17(1)

ریاست منصفانہ اور مشفقانہ شرائط کار متعارف کرانے کی پابند ہو گی۔

آئین پاکستان
آرٹیکل-37

ریاست جنس، ذات، رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائے گی اور دولت کے ارتکاز اور تقسیم اور پیداوار کے ذرائع کو، چند ہاتھوں میں سمٹنے سے روک کر، عوام کا معیار زندگی بہتر بنائے گی۔ ریاست، آجر اور ملازم، جاگیردار اور مزارع کے حقوق کے درمیان منصفانہ توازن قائم کرنے کی کوشش کرے گی اور ملک کے وسائل کے مطابق تمام شہریوں کو کام اور روزگار اور آرام کے مناسب مواقع سے روشناس کرائے گی اور ان کی تفریح کے لیے مواقع کی فراہمی کو بھی یقینی بنائے گی۔ ریاست، حکومت پاکستان کی ملازمت یا دوسرے اداروں میں خدمات سرانجام دینے والے تمام افراد کو لازمی بیمہ یا دیگر ذرائع سے سماجی تحفظ فراہم کرے گی اور جنس، ذات، رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر ان تمام افراد کو ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبی سہولیات فراہم کرے گی جو بے روزگاری، بیماری یا معذوری کی بنا پر مستقل یا عارضی طور پر روزی کمانے کے قابل نہیں۔۔۔ اور افراد کی آمدنیوں کے درمیان پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنے کی کوشش کرے گی۔

آئین پاکستان
آرٹیکل-**38**(الف سیہ)

کسی بھی شخص کو نہ تو غلام بنایا جائے گا نہ اس سے بیگار لی جائے گی۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ
آرٹیکل**4**

معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ
آرٹیکل**22**

ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر کام کی نوعیت کے مطابق معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے۔
کام کرنے والا ہر شخص ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق دار ہے جو اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ ہر شخص کو اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے انجمن سازی کرنے اور کسی بھی انجمن میں شامل ہونے کا حق حاصل ہے۔ آرٹیکل**23**(**4-1**)

ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے وقت کا تعین اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات بھی شامل ہیں۔

آرٹیکل**24**

ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق حاصل ہے اس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپے اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس فرد کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل**25**(**1**)

فریق ریاستیں بچے کے اس حق کو تسلیم کرتی ہیں کہ اسے معاشی استحصال، خطرناک سرگرمیوں اور تعلیم میں رکاوٹ بننے والے کاموں میں

شمولیت سے محفوظ رکھا جائے یا ایسے کاموں سے بھی دور رکھا جائے جو ان کی صحت یا جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا سماجی ترقی کے لیے نقصان دہ ہوں۔

بچوں کے حقوق کا عالمی کنونشن
آرٹیکل 32(1)

معمر افراد

قانون کی نظر میں تمام شہری برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آئین پاکستان
آرٹیکل 25(1)

اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر حسب ذیل کے جواز پر اثر انداز نہیں ہوگا:
کوئی قانون جو حسب ذیل غرض کے لیے کسی قسم کی جائیداد کے حصول کی اجازت دیتا ہو۔۔۔
ان لوگوں کو نان نفقہ مہیا کرنے کے لیے جو بے روزگاری، بیماری، کمزوری یا ضعیف العمری کی بنا پر اپنی کفالت خود کرنے کے قابل نہ ہوں۔
آئین پاکستان
آرٹیکل 24(3)(ہ)(iii)

معذور افراد

قانون کی نظر میں تمام شہری برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے حق دار ہیں۔

آئین پاکستان
آرٹیکل 25(1)

پیدائشی وقار، انفرادی خودمختاری کا احترام بشمول اپنی مرضی کا انتخاب کرنے کی آزادی، اور افراد کی آزادی؛ عدم امتیاز؛ معاشرے میں مکمل اور مؤثر شرکت اور شمولیت؛ معذوری کا شکار افراد کے فرق اور قبولیت کا احترام جو انسانی تنوع اور انسانیت کا حصہ ہے؛ مساوی مواقع؛ رسائی؛ مردوں اور خواتین کے درمیان برابری؛ معذوری کا شکار بچوں کی ارتقائی صلاحیتوں کا احترام اور معذوری کا شکار بچوں کے اپنی شناخت کے تحفظ کا احترام۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ
آرٹیکل 3- عام اصول

فریق ریاستیں ہر سطح پر ایک جامع نظام تعلیم کو یقینی بنائیں گی۔۔۔ فریق ریاستیں اس بات کو یقینی بنائیں گی کہ معذوری کا شکار افراد کو معذوری کی بنیاد پر عمومی نظام تعلیم سے خارج نہ کیا جائے، اور یہ کہ معذوری کا شکار بچوں کو معذوری کی بنیاد پر مفت اور لازمی بنیادی تعلیم یا ثانوی تعلیم سے محروم نہ رکھا جائے۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ
آرٹیکل 24(2)(1)(الف)

فریق ریاستیں تسلیم کرتی ہیں کہ معذوری کا شکار افراد کو معذوری کی بنیاد پر امتیاز کے بغیر صحت کے اعلیٰ ترین قابل حصول معیارات سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ
آرٹیکل 25

فریق ریاستیں تسلیم کرتی ہیں کہ کسی ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچے کو ایک مکمل اور باوقار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، ایسے حالات میں

جو وقار کو یقینی بنائیں، خود انحصاری کو فروغ دیں اور بچے کی کمیونٹی میں مؤثر شرکت کو آسان بنائیں۔

معذوری کا شکار افراد کے حقوق کا معاہدہ

آرٹیکل (1)23

ہر فریق ریاست، ملکی حالات، رجحانات اور امکانات کو مدنظر رکھتے ہوئے، معذوری کا شکار افراد کی فنی تربیت اور ملازمت سے متعلق ایک قومی پالیسی تشکیل دے گی، اس پر عمل درآمد کرے گی اور اس کا مرحلہ وار جائزہ لے گی۔

آئی ایل او کنونشن 159

آرٹیکل 2

مہاجرین اور آئی ڈی پیز

کسی بھی شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور وہاں زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 14 (ا)

کوئی بھی فریق ریاست کسی شخص کو کسی ایسی ریاست کے حوالے نہیں کرے گی یا اسے واپس نہیں لوٹائے گی جہاں اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہوں کہ وہاں اسے ایذا رسانی کا نشانہ بنایا جائے گا۔

ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک کے خلاف میثاق

آرٹیکل نمبر 3

تعلیم

ریاست قانون کے تجویز کردہ طریقہ کار کے مطابق 5 سے 16 برس کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 25 (الف)

......ناخواندگی کا خاتمہ کرے گی اور ممکنہ حد تک کم سے کم عرصہ میں مفت و لازمی ثانوی تعلیم فراہم کرے گی۔

آرٹیکل 37 (ب)

قانون کی عائد کردہ معقول پابندیوں اور ضوابط کے تابع رہتے ہوئے تمام شہریوں کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات میں معلومات لینے کا حق حاصل ہے۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 19 (الف)

صحت

جنس، ذات، رنگ اور نسل کے امتیاز سے بالاتر، ریاست عوام کی فلاح اور بہبود کو یقینی بنائے گی اور ایسے تمام افراد کو بنیادی ضروریات زندگی۔۔۔ مثلاً طبی سہولیات۔۔۔ فراہم کرے گی جو بے روزگاری، بیماری یا معذوری کی بنا پر مستقلاً یا عارضی طور پر روزی کمانے کے قابل نہیں۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 38- (الف) اور (د)

ہر شخص ایک معقول معیار زندگی پر حق رکھتا ہے جو اس کی اور اس کے خاندان کی صحت اور فلاح و بہبود کی ضمانت فراہم کر سکے۔ جس میں

خوراک، لباس، رہائش، صحت برقرار رکھنے کی سہولیات، ضروری سماجی خدمات]بجلی، پانی، گیس وغیرہ[اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپے یا ایسے حالات کے تحت جو اس کے بس سے باہر ہوں اور عدم روزگار کی کسی بھی صورت کے خلاف ضمانتیں بھی شامل ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 25(1)

رہائش، اراضی پر قبضے

ریاست، جنس، ذات، رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر معیار زندگی بہتر کر کے، عوام کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائے گی۔۔۔

آئین پاکستان

آرٹیکل 38(الف)

ہر شخص ایک معقول معیار زندگی کا حق رکھتا ہے۔ جو اس کے خاندان کی صحت اور فلاح اور بہبود کی ضمانت فراہم کر سکے۔۔۔ جس میں رہائش کی سہولتیں بھی شامل ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

آرٹیکل 25(1)

موجودہ میثاق کی توثیق کرنے والے تمام رکن ممالک ہر شہری کے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے معقول معیار زندگی...... بشمول مناسب خوراک، لباس اور ہاؤسنگ کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حالاتِ زندگی میں مسلسل بہتری لانے کے اس کے حق کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔۔۔

معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے بارے میں بین الاقوامی معاہدہ

آرٹیکل 11-(1)

ماحولیات

تمام انسان، ایسے ماحول کا بنیادی حق رکھتے ہیں، جو ان کی صحت اور فلاح و بہبود کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔

تمام ممالک، ماحول کا تحفظ کریں گے اور قدرتی وسائل کو، موجودہ اور آنے والی نسلوں کی بہتری کے لیے استعمال کریں گے۔

تمام ممالک، ماحول کے تحفظ کے سلسلے میں مناسب اور موزوں معیار قائم کریں گے اور ماحولیاتی معیار اور قدرتی وسائل کے استعمال میں آنے والی تبدیلی کو مانیٹر اور متعلقہ اعداد و شمار کو منظر؟ عام پر لائیں گے۔

ماحولیاتی تحفظ اور قابل توثیق ترقی کے لیے مجوزہ قانونی اصول

آرٹیکل 1-2 اور 4

موجودہ اور آئندہ نسلوں کی بھلائی کے لیے فریق ریاستیں منصفانہ بنیادوں پر اپنی مشترکہ مگر ممتاز ذمہ داریوں اور استعداد کے مطابق ماحولیاتی نظام کا تحفظ یقینی بنائیں گی۔

ماحولیاتی تبدیلی پر اقوام متحدہ کا فریم ورک کنونشن

آرٹیکل 3- رہنما اصول

ماحولیاتی تبدیلی سے متعلق تعلیم، تربیت اور شعور عامہ کو فروغ دیا جائے، اور باہمی تعاون کیا جائے، اس عمل میں غیر سرکاری تنظیموں سمیت عام شرکت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

آرٹیکل 4(1(i)

عہد و پیمان

ضمیمہ - 2

2020 میں انسانی حقوق سے متعلق قانون سازی

اس ضمیمے میں 2020 میں انسانی حقوق سے متعلق منظور کیے گئے قوانین کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آرڈیننس

- خواتین کے وراثتی حقوق کے نفاذ کا (ترمیمی) آرڈیننس 2019 (2020 میں منظور شدہ) کے ذریعے خواتین کے وراثتی حقوق کے نفاذ کے آرڈیننس 2019 میں ترمیم کر کے اس میں ان اقدامات سے متعلق ذیلی شقیں شامل کی گئی ہیں جو محتسب کے فیصلے سے متاثر کوئی شخص لے سکتا ہے۔
- انسداد جنسی زیادتی (تحقیقات اور ٹرائل) آرڈیننس 2020 خصوصی عدالتیں، جنسی زیادتی کے مرتکب افراد کی ایک قومی رجسٹری اور واقعے کے چھ گھنٹوں کے اندر طبی و قانونی معائنے کے لئے ایک کرائسز سیل قائم کرتا، متاثرہ فرد کی شناخت ظاہر کرنے کو قابلِ سزا جرم قرار دیتا، اور جنسی زیادتی میں ملوث افراد کے لئے کیمیائی اخصا کی سزا متعارف کراتا ہے۔
- کووِڈ 19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) کا آرڈیننس 2020 کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے تناظر میں فہرست میں موجود اشیا کی سمگلنگ کے تدارک کا اہتمام کرتا ہے۔
- بین الاقوامی عدالت انصاف (جائزہ اور نظر ثانی) آرڈیننس 2020 بین الاقوامی عدالت انصاف کے احکامات اور فیصلوں کے حوالے سے غیر ملکی شہریوں کو جائزے اور نظر ثانی کا حق فراہم کرتا ہے۔

وفاقی قانون سازی

- خواتین کے وراثتی حقوق کا ایکٹ 2020 کا مقصد خواتین کے جائیداد کی ملکیت کے حق کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔
- قانونی معاونت و انصاف اتھارٹی ایکٹ 2020 ایک ایسی اتھارٹی کے قیام کا انتظام کرتا ہے جو معاشرے کے غریب اور غیر محفوظ طبقات کو فوجداری مقدمات میں انصاف تک رسائی میں قانونی، مالی اور دیگر معاونت فراہم کرے۔
- زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری ایکٹ 2020 لاپتا اور اغوا ہونے والے بچوں کی بازیابی کا بندوبست کرتا ہے۔
- باہمی قانونی معاونت (فوجداری معاملات) ایکٹ 2020 فوجداری معاملات میں باہمی قانونی معاونت کا

انتظام کرتا ہے۔

- آئی سی ٹی معذوری کا شکار افراد ایکٹ 2020 کا مقصد اسلامی احکامات اور آئین کی دفعات کی مطابقت میں معذور افراد کے حقوق کے فروغ، تحفظ اور شمولیت کو مؤثر طور پر یقینی بنانا ہے۔
- میڈیکل ٹریبونل ایکٹ 2020 طبی اور صحت کے شعبہ جات سے متعلق تنازعات کی مؤثر اور فوری سماعت اور تصفیے کے لئے ایک خصوصی عدالتی ٹریبونل کے قیام کا بندوبست کرتا ہے۔

صوبائی قانون سازی

بلوچستان

- بلوچستان ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ اتھارٹی ایکٹ 2020 صوبائی حکومت پر لازم قرار دیتا ہے کہ وہ بے گھر لوگوں کو رہائش کی فراہمی کے لئے رہائش اور شہری منصوبہ بندی سے متعلق ایک اتھارٹی قائم کرے اور شہری منصوبہ بندی کا ایک جامع نظام تشکیل دے۔
- بولان یونیورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنسز (ترمیمی) ایکٹ 2020 بولان یونیورسٹی آف میڈیکل ہیلتھ اینڈ سائنسز ایکٹ 2017 میں مزید ترمیم کرتا ہے۔
- بلوچستان ضبط و منجمد شدہ ادارہ جات (مدارس اور سکول) ایکٹ 2020 ضبط اور منجمد شدہ مدارس اور سکولوں کے انتظام وانصرام اور ایسے اداروں کے طلبا کی مرکزی دھارے میں شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے ایک بورڈ کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- بلوچستان ضبط و منجمد شدہ مراکز (اسپتال اور ڈسپنسریاں) ایکٹ 2020 اسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں ضبط اور منجمد شدہ سہولیات کے انتظام وانصرام اور ایسے مراکز کے ملازمین کی مرکزی دھارے میں شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے ایک بورڈ کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔

خیبر پختونخوا

- خیبر پختونخوا اقلیتوں کی بحالی (دہشت گردی کے متاثرین) اینڈ وومنٹ فنڈ ایکٹ 2020 دہشت گردی سے متاثرہ اقلیتوں کی بحالی کے لئے سرمایہ وقف کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا آلٹرنیٹ ڈِسپیوٹ ریزولیشن ایکٹ 2020 صوبے میں تنازع کے متبادل حل کے نظام کا اہتمام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا پولیس (ترمیمی) ایکٹ کے تحت خیبر پختونخوا پولیس ایکٹ 2017 میں ترمیم کی گئی۔
- خیبر پختونخوا ہیلتھ کیئر سروسز پرووائیڈرز اینڈ فیسلیٹیز (تشدد اور املاک کو نقصان پہنچانے کی روک تھام) ایکٹ

ضمیمہ-2

2020 صحت کی خدمات فراہم کرنے والوں، مریضوں اور ان کے خدمت گاروں کے خلاف تشدد کی ممانعت کرتا ہے نیز اس کا مقصد مراکز صحت میں املاک کو نقصان یا تباہ ہونے سے بچانا ہے۔

- خیبر پختونخوا انرجی ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن ایکٹ 2020 صوبے میں توانائی کے ذخائر کی پائیدار اور ماحول دوست ترقی کا بندوبست کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا جیل خانہ جات (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے جیل خانہ جات ایکٹ 1984 میں ترمیم کی گئی۔
- کووِڈ19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) کا ایکٹ 2020 کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے تناظر میں فہرست میں موجود اشیا کی سمگلنگ کے تدارک کا انتظام کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا تولیدی صحت کی نگہداشت کے حقوق کا ایکٹ 2020 تولیدی صحت کی نگہداشت کا انتظام کرتا اور تولیدی صحت کے حقوق کو فروغ دیتا ہے۔
- خیبر پختونخوا ایپیڈیمک کنٹرول اینڈ ایمرجنسی ریلیف ایکٹ 2020 کا مقصد وبائی امراض کے پھیلاؤ کی روک تھام اور ہنگامی صورتِ حال سے دوچار لوگوں کو امداد فراہم کرنا ہے۔
- خیبر پختونخوا واٹر ایکٹ 2020 کا مقصد صوبے میں پانی کے ذخائر کا جامع انتظام وانصرام اور انہیں باضابطہ بنانا ہے تاکہ ان کے تحفظ اور پائیداری کو یقینی بنایا جاسکے۔
- نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ (خیبر پختونخوا) (ترمیمی) ایکٹ 2020 کے ذریعے نیشنل ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایکٹ 2017 میں ترمیم کی گئی ہے۔
- خیبر پختونخوا خانہ بدوشی کی ممانعت کا ایکٹ 2020 صوبے میں خانہ بدوشوں کی نگہداشت، بحالی اور انضمام کا بندوبست کرتا ہے۔
- خیبر پختونخوا کام کی جگہ پر خواتین کو ہراسگی سے تحفظ فراہم کرنے کے ایکٹ 2020 کے ذریعے محتسب کے تقرر کے عمل کی تفصیلات فراہم کرتے ہوئے کام کی جگہ پر خواتین کی ہراسانی کے خلاف تحفظ کے ایکٹ 2010 میں ترمیم کی گئی۔
- خیبر پختونخوا پناہ گاہ ایکٹ 2020 کے ذریعے لوگوں کے لئے پناہ گاہیں قائم کی گئیں تاکہ وہ عزت کے ساتھ پناہ حاصل کرسکیں۔
- خیبر پختونخوا مائنز، سیفٹی، اِنسپیکشن اینڈ ریگولیشن ایکٹ 2019 (2020 میں منظور شدہ) کے ذریعے کانوں اور کان کنی کے دوران حفاظتی اقدامات اور کانوں کے معائنے، کام اور اس حوالے سے استعمال ہونے والے مواد کی باضابطگی سے متعلق قانون میں ترمیم کی گئی اور اسے مستحکم بنایا گیا تاکہ کانوں میں کام کرنے والے لوگوں کی حفاظت اور صحت کے فروغ اور بہتری کو یقینی بنایا جاسکے۔

ضمیمہ - 2

- خیبر پختونخوا جرنلسٹ ویلفیئر اینڈ وومنٹ فنڈ (ترمیمی) ایکٹ 2019 (2020 میں منظور ہوا) کے ذریعے خیبر پختونخوا جرنلسٹ ویلفیئر اینڈ وومنٹ فنڈ ایکٹ 2014 میں ترمیم کر کے ایسی شقیں شامل کی گئیں جو 'مستحق صحافی' جیسی اہم اصطلاحات اور اس بات کی تعریف بیان کرتی ہیں کہ 'بہبود' کی اصطلاح کے تحت کس قسم کا معاوضہ اور معاونت فراہم کی جائے گی۔

پنجاب

- پنجاب وبائی امراض (انسداد اور روک تھام) ایکٹ 2020 صحت کے تحفظ کے عمومی اقدامات اور اجتماعات پر پابندیوں کے ذریعے وبائی امراض سے بچاؤ اور ان کی روک تھام کا انتظام کرتا ہے۔
- پنجاب ذخیرہ اندوزی کی روک تھام کا ایکٹ 2020 کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے تناظر میں فہرست میں موجود اشیا کی سمگلنگ کے تدارک کا انتظام کرتا ہے۔
- پنجاب زیر تحفظ علاقہ جات کا ایکٹ ماحولیاتی لحاظ سے اہم علاقوں کے تحفظ اور انتظام و انصرام کا اہتمام کرتا ہے۔
- پنجاب نجی تعلیمی ادارہ جات (فروغ اور باضابطگی) (ترمیمی) ایکٹ 2020 کے ذریعے پنجاب نجی تعلیمی ادارہ جات آرڈیننس 1984 میں ترمیم کی گئی اور اس میں ایک نیا حصہ شامل کیا گیا کہ رجسٹرنگ اتھارٹی کس طرح سے مخصوص حالات جیسے کہ آفات اور وبائی امراض کے دوران تعلیم کی متبادل ذرائع سے فراہمی کو یقینی بناتے ہوئے سکولوں کی بندش کے لئے خصوصی احکامات جاری کر سکتی ہے۔
- پنجاب نصاب و درسی کتب بورڈ (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے پنجاب نصاب و درسی کتب بورڈ ایکٹ 2015 میں ترمیم کر کے اس میں پنجاب کے متحدہ علما بورڈ کی جانب سے منظوری کے بغیر اسلام سے متعلق مواد کی اشاعت کی ممانعت کے حوالے سے ایک شق شامل کی گئی۔
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی (ترمیمی) ایکٹ 2020 کے ذریعے پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی 2017 میں ترمیم کر کے اس میں چیئرپرسن کی مراعات اور اتھارٹی کے اجلاس میں شرکت کرنے والے اراکین کے سفری الاؤنس سے متعلق شقیں شامل کی گئیں۔

سندھ

- صوبہ سندھ کے لئے محتسب کے دفتر کے قیام کا (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے صوبہ سندھ کے لئے محتسب کے دفتر کے قیام کا ایکٹ 1991 میں ترمیم کی گئی۔
- سندھ کووڈ 19 ہنگامی امداد ایکٹ 2020 کا مقصد کورونا وائرس کی وبا کے باعث پیدا ہونے والی صورتِ حال

ضمیمہ - 2

میں لوگوں کو امداد فراہم کرنا ہے۔

- سندھ کووِڈ 19 ہنگامی امداد (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے سندھ کووِڈ 19 ہنگامی امدادا یکٹ میں ترمیم کر کے اس میں شعبہ صحت کی آگہی کی مہم، کووِڈ 19 میں مبتلا ہونے والے ملازمین کے لئے بامعاوضہ چھٹیوں، اور عوامی مقامات پر ماسک لازمی پہننے سے متعلق شقیں شامل کی گئیں۔

انتظامی علاقہ جات میں قانون سازی

گلگت۔ بلتستان

- گلگت۔بلتستان گروی/جبری مشقت کے نظام (خاتمے) کا ایکٹ 2020 گروی اور جبری مشقت کے نظام کے خاتمے کا اہتمام کرتا ہے۔
- گلگت۔بلتستان جنگلات (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے گلگت۔بلتستان جنگلات ایکٹ 2019 میں ترمیم کی گئی۔
- گلگت۔بلتستان لازمی تعلیم ایکٹ 2020 گلگت۔بلتستان میں رہنے والے بچوں کی لازمی تعلیم کا اہتمام کرتا ہے۔
- گلگت۔بلتستان کووِڈ 19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) ایکٹ 2020 کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے تناظر میں فہرست میں موجود اشیا کی سمگلنگ کو ممنوع قرار دیتا ہے۔
- گلگت۔بلتستان وبائی امراض (انسداد اور روک تھام) ایکٹ 2020 گلگت۔بلتستان میں وبائی امراض سے بچاو اور ان کی روک تھام کا اہتمام کرتا ہے۔

آزاد جموں وکشمیر

- آزاد جموں اینڈ کشمیر لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 2020 کے ذریعے سرکاری مقصد یا کمپنیوں کے لئے زمین یا دیگر جائیداد کے حصول سے متعلق قانون میں ترمیم کی گئی اور اسے مستحکم بنایا گیا۔
- آزاد جموں وکشمیر کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ 2020 علاقے میں انسانی حقوق کے فروغ، تحفظ اور نفاذ کو یقینی بنانے کے لئے ایک انسانی حقوق کمیشن کے قیام کا اہتمام کرتا ہے۔
- فوجداری قانون (تیسری ترمیم) ایکٹ 2020 کے ذریعے آزاد ضابطہ تعزیرات 1860 اور ضابطہ تعزیرات میں ترمیم کر کے جنسی زیادتی اور بچوں کے خلاف غیر فطری جرائم سے متعلق طریق ہائے کار واضح کیے گئے۔
- آزاد جموں وکشمیر مفلس افراد کی معاونت کا (ترمیمی) ایکٹ 2020 کے ذریعے آزاد جموں وکشمیر مفلس افراد کی معاونت کا ایکٹ 1985 میں ترمیم کی گئی۔

ضمیمہ - 2

- فوجداری قانون (پانچواں ترمیمی) ایکٹ 2020 کے ذریعے آزاد ضابطہ تعزیرات 1860 اور ضابطہ تعزیرات 1898 میں ترمیم کر کے اس میں جائیداد پر قبضے سے متعلق جرائم کے حوالے سے دفعات شامل کی گئیں۔
- آزاد جموں و کشمیر نکاح وطلاق اندراج ایکٹ کے ذریعے شادی اور نکاح سے متعلق موجودہ قوانین میں ترامیم کی گئیں۔
- آزاد جموں و کشمیر کووِڈ 19 (ذخیرہ اندوزی کی روک تھام) ایکٹ 2020 کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کے تناظر میں فہرست میں موجود اشیا کی سمگلنگ کو ممنوع قرار دیتا ہے۔

ضمیمہ - 2

ضمیمہ - 3

ایچ آر سی پی کی سرگرمیاں

ورکشاپس، سیمینارز، ویبینارز، اجلاس اور پریس کانفرنسز

جنوری

- 6 سے 9 جنوری، کراچی: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام کے معاملے پر صحافیوں، وکلا اور سول سوسائٹی کے ساتھ ملاقاتیں۔
- 10 جنوری، حیدرآباد: عدالتِ عالیہ سندھ (سرکٹ بنچ حیدرآباد) کے فیصلے کی روشنی میں سندھ مزارعت قانون میں تجویز شدہ ترامیم کے حوالے سے مزارعوں کے حقوق پر اجلاس۔
- 11 جنوری، ملتان: انسانی حقوق کے معاملات اور تعلیمی پالیسیوں پر طلبا و طالبات کے ساتھ اجلاس۔
- 14 جنوری، اسلام آباد: آئینی نظام اور انسانی حقوق پر سیمینار۔
- 15 جنوری، حیدرآباد: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام پر سول سوسائٹی کے ساتھ اجلاس۔
- 23 جنوری، پشاور: آزادیٔ اظہار پر فوکس گروپ بحث۔
- 24 جنوری، لاہور: وکلا کو درپیش خطرات کے دسویں سالانہ دن پر گول میز مشاورت۔
- 27 جنوری، لاہور: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی سلامتی و حفاظت پر فوکس گروپ بحث۔
- 31 جنوری، انسانی حقوق کی جدوجہد پر متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں، صحافیوں، اساتذہ اور وکلا کے ساتھ اجلاس
- 31 جنوری، کراچی: شہر میں تجاوزات کے خلاف مہم پر مشاورت۔
- 31 جنوری، ملتان: لیبر یونینوں کے استحکام اور پیشگی کی رسم کے خاتمے کے لیے محنت کشوں کا کنونشن۔
- 31 جنوری، اسلام آباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ رائے اور اظہار کی آزادی کے لیے لوگوں میں بیداری پیدا کرنے سے متعلق اجلاس۔

فروری

- 1 فروری، حیدرآباد: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے صحافیوں کے ساتھ اجلاس۔
- یکم فروری، لورالائی: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں،

صحافیوں، اساتذہ اور وکلا کے ساتھ اجلاس۔

- 1 فروری، لاہور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے طلبا کارکنوں کے ساتھ اجلاس۔
- 2 فروری، لاہور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 3 فروری، اسلام آباد: اقلیتوں کے قومی کمیشن کی تشکیل کے لیے کمیشن برائے حقوقِ نسواں کے ساتھ ملاقات۔
- 3 فروری، کراچی: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 3 فروری، اسلام آباد: رائے اور اظہار کی آزادی پر فوکس گروپ بحث۔
- 3 فروری، پشاور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 4 فروری، لاہور: صحافیوں پر سنسر شپ کے اثرات، مسلسل نگرانی اور سلامتی سے متعلق امور پر تبادلہ خیال کے لیے صحافیوں کے ساتھ ملاقات
- 4 فروری، ملتان: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 4 فروری، اسلام آباد: اظہارِ رائے کی آزادی پر صحافیوں کے ساتھ ملاقات۔
- 4 فروری، اسلام آباد: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام پر قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے ساتھ ملاقات۔
- 4 فروری، پشاور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے صحافیوں اور وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 5 فروری، ملتان: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 2 فروری، حیدر آباد: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا، کسانوں اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 5 فروری، پشاور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے اساتذہ اور طلبا کارکنوں کے ساتھ اجلاس۔
- 6 فروری، اسلام آباد: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام کے معاملے پر وزیر برائے انسانی حقوق کے ساتھ ملاقات۔
- 6 فروری، لاہور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 6 فروری، اسلام آباد: ایچ آر سی پی کے قومی بین العقائد ورکنگ گروپ کی یورپی یونین مانیٹرنگ مشن کے ساتھ

ملاقات۔

- 6 فروری، پشاور: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام پر صوبائی اسمبلی کے اراکین کے ساتھ ملاقات۔
- 2 فروری، لاہور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 8 فروری، خضدار: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں، صحافیوں، اساتذہ اور وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 10 فروری، لاہور: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے صحافیوں کے ساتھ اجلاس۔
- 11 فروری، اسلام آباد: پہلا عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر (آئی اے رحمان)۔
- 12 فروری، اسلام آباد: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کی تشکیل پر اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئر پرسن کے ساتھ ملاقات۔
- 14 فروری، کراچی: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے وکلا کے ساتھ اجلاس۔
- 16 فروری، مٹھی: تھر پارکر میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق پر مشاورت۔
- 17 فروری، کراچی: سندھ میں طلبا یونینوں کی بحالی کے لیے ایک مسودہ قانون پر مشاورت۔
- 20 فروری، کراچی: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے صحافیوں کے ساتھ اجلاس۔
- 28 سے 29 فروری، گلگت: صنفی حساسیت اور صنف کی بنیاد پر تشدد پر آغا خان ڈیویلپمنٹ نیٹ ورک کے تعاون سے آگہی اجلاس۔

مارچ

- 3 مارچ، اسلام آباد: اقلیتوں کے لیے قومی کمیشن کے قیام پر قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کے چیئر پرسن سے ملاقات۔
- 4 سے 5 مارچ، ہنزہ: صنفی حساسیت اور صنف کی بنیاد پر تشدد پر آغا خان ڈیویلپمنٹ نیٹ ورک کے تعاون سے آگہی اجلاس۔
- 19 مارچ، اسلام آباد: الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 اور مجوزہ سوشل میڈیا قواعد پر اجلاس۔
- 20 مارچ، کوئٹہ: ادریس خٹک کی محفوظ بازیابی کے مطالبے کے لیے پریس کانفرنس۔
- 2 مارچ، ملتان: انسانی حقوق کی جدّ وجہد کے لیے متحرک کرنے کے لیے صحافیوں کے ساتھ اجلاس۔

مئی

- 1 مئی، ملتان: محنت کشوں کے عالمی دن پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں، وکلا اور محنت کشوں کے ساتھ ویبینار۔

- 11 مئی، اسلام آباد: کووِڈ 19 بحران کے دوران پس ماندہ طبقوں میں خوراک کے عدم تحفظ پر ویبینار۔
- 21 مئی، ملتان: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران گھریلو تشدد میں اضافے کا جائزہ لینے کے لیے ویبینار۔
- 22 مئی، حیدر آباد: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران خودکشی کے رجحان میں اضافے پر ویبینار۔
- 23 مئی، اسلام آباد: حقِ زندگی اور حقِ معاش پر ویبینار۔

جون

- 3 جون، کراچی: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران ذہنی صحت کے حق پر ویبینار۔
- 4 جون، لاہور: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ پر ویبینار۔
- 5 جون، اسلام آباد: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران محنت کشوں کے حالات پر ویبینار۔
- 6 جون، کوئٹہ: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران غذائی تحفظ کے حق پر ویبینار۔
- 8 جون، کراچی: پاکستان کے لیے جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینا کیوں ضروری ہے، کے موضوع پر ویبینار۔
- 8 جون، پشاور: 2019 میں انسانی حقوق کی صورت حال کے جائزہ کی روشنی میں سال 2020 پاکستان کیسا ہوگا کے عنوان پر ویبینار۔
- 9 جون، ملتان: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران غذائی عدم تحفظ کے عنوان پر صحافیوں کے ساتھ ویبینار۔
- 9 جون، ملتان: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ پر ویبینار۔
- 10 جون، پشاور: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران گھریلو تشدد میں اضافے کا جائزہ لینے کے لیے ویبینار۔
- 10 جون، کوئٹہ: 2019 میں انسانی حقوق کی صورت حال کے جائزہ کی روشنی میں سال 2020 پاکستان کیسا ہوگا کے عنوان پر ویبینار۔
- 11 جون، کراچی: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران پس ماندہ طبقوں میں غذائی عدم تحفظ پر ویبینار۔
- 11 جون، کراچی: پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال پر ویبینار۔
- 11 جون، حیدر آباد: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران خاکروبوں کی پی پی ای تک رسائی اور مذہبی اقلیتوں کے ساتھ امتیاز پر ویبینار۔
- 11 جون، پشاور: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران محنت کشوں کے تحفظ پر ویبینار۔
- 12 جون، اسلام آباد: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران گھریلو تشدد میں اضافے کا جائزہ لینے کے لیے ویبینار۔
- 12 جون، حیدر آباد: 2019 میں انسانی حقوق کی صورت حال کے جائزہ کی روشنی میں سال 2020 پاکستان

ضمیمہ - 3

کیسا ہوگا کے عنوان پر ویبینار۔

- 13 جون، کوئٹہ: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران گھریلو تشدد میں اضافے کا جائزہ لینے کے لیے ویبینار۔
- 19 جون، ملتان: کیا خواجہ سرا برادری کووِڈ 19 سے دیگر برادریوں کی نسبت زیادہ متاثر ہوئی ہے؟ اور خواجہ سرا افراد (حقوق کا تحفظ) قانون 2018 پر عمل درآمد کے عنوان پر ویبینار۔
- 27 جون، لاہور: بیکن ہاؤس اسکول سسٹم کے تعاون سے کووِڈ 19 اور اس سے جڑی مشکلات پر ویبینار

جولائی

- 9 جولائی، کراچی: کووِڈ 19 کے دوران تعلیم تک رسائی پر ویبینار۔
- 24 جولائی، اسلام آباد: پنجاب اور خیبر پختونخوا میں انسانی حقوق کے تحفظ پر ویبینار۔
- 24 جولائی، کراچی: کووِڈ 19 کے دوران شہریوں کا رویہ اور ریاست کا ردِعمل پر ویبینار۔

اگست

- 8 اگست، کراچی: کووِڈ 19 کے دوران تعلیم تک رسائی پر ویبینار۔
- 9 اگست، حیدرآباد: مقامی حکومتوں کی کارکردگی اور شہریوں کو میونسپل سروسز کی فراہمی پر ویبینار۔
- 11 اگست، لاہور: اقلیتوں کے قومی دن کے موقع پر مرکز برائے سماجی انصاف کے تعاون سے مذہبی رواداری پر سیمینار
- 11 گست، کراچی: ماحولیاتی حقوق اور پاکستان کے جنگلات کے تحفظ کے لیے فعالیت۔
- 11 اگست، حیدرآباد: 'پاکستان میں جبری گمشدگیاں، لاپتا افراد کے اہلِ خانہ کے سماجی و معاشی مسائل کا جائزہ' کے موضوع پر ویبینار۔
- 12 اگست، لاہور: تحفظ بنیادِ اسلام بل 2020 کے تناظر میں اظہار کی آزادی پر پابندیوں پر ویبینار۔
- 12 اگست، اسلام آباد: پاکستان میں بچوں کی مشقت پر ویبینار۔
- 15 اگست، کوئٹہ: کووِڈ 19 کے بحران کے انسانی حقوق کے دفاع کاروں پر دیرپا اثرات پر ویبینار۔
- 15 اگست، کوئٹہ: کووِڈ 19 کے دوران تعلیم تک رسائی پر ویبینار۔
- 20 اگست، لاہور: کووِڈ 19 کے بحران کے گھریلو مزدوروں پر اثرات پر ویبینار۔
- 21 اگست، کوئٹہ: کووِڈ 19 کے بحران کے دوران عورتوں کے حقوق کے تحفظ پر ویبینار۔
- 24 اگست، اسلام آباد: پاکستان میں انٹرنیٹ سنسر شپ پر ویبینار۔

ضمیمہ - 3

- 26 اگست، پشاور: کووِڈ 19 کے سماجی ومعاشی اثرات پر ویبینار۔
- 27 اگست، پشاور: خدمات کے شعبہ میں بیروزگاری میں اضافے پر ویبینار۔
- 20 اگست، پشاور: پاکستان میں صحت کے نظام پر کووِڈ 19 کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے ویبینار۔
- 31 اگست، لاہور: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر پینل گفتگو۔

ستمبر

- 5 سے 7 ستمبر، لاہور: دستورِ پاکستان کے ضمانت شدہ انسانی حقوق کے وسیع تر ڈھانچے کے تناظر میں سماجی شہریت اور سماجی، معاشی وثقافتی حقوق پر تربیتی ورکشاپس۔
- 10 ستمبر، تربت: صحافی شاہینہ شاہین کے قتل پر گفتگو کے لیے اجلاس۔
- 21 سے 23 ستمبر، اسلام آباد: سماجی شہریت اور انسانی حقوق پر تربیتی ورکشاپس۔
- 30 ستمبر، کراچی: شیعہ برادری کو بڑھتی ایذا رسانی پر پریس کانفرنس۔

اکتوبر

- 2 اکتوبر، لاہور: پولیس آرڈر 2002 کے نفاذ پر گول میز بحث
- 6 اکتوبر، کراچی: 'تبدیلی کے کارندے کے طور پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کا کردار' کے عنوان پر ویبینار۔
- 6 اکتوبر، حیدرآباد: خواجہ سرا افراد (حقوق کا تحفظ) قانون 2018 کے نفاذ کے جائزے کے لیے خواجہ سرا برادری کے ساتھ اجلاس۔
- 8 اکتوبر، کوئٹہ: بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو اجاگر کرنے کے لیے سوشل میڈیا کے استعمال پر اجلاس۔
- 16 اکتوبر، اسلام آباد: پاکستان میں جبری مشقت اور بچوں کی مشقت کی روک تھام کے نظام پر ویبینار۔
- 16 اکتوبر، ملتان: موٹروے جنسی زیادتی واقعے کے بعد عوامی مقامات پر عورتوں کے تحفظ پر ویبینار۔
- 24 اکتوبر، کوئٹہ: بلوچستان میں انسانی حقوق وصحت کی حالیہ صورت حال پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 24 سے 25 اکتوبر، لاہور: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی سلامتی اور وکالت پر جنوبی پنجاب کے شرکا کے ساتھ تربیتی ورکشاپس
- 26 اکتوبر، اسلام آباد: پاکستان میں انسانی حقوق کے اداروں اور قوانین کی صورت حال پر ویبینار۔
- 28 اکتوبر، حیدرآباد: سندھ میں ماورائے عدالت قتل پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔

نومبر

- 4 نومبر، ملتان: کووِڈ 19 کے دوران قیدیوں کے حقوق اور طبی نگہداشت پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 6 نومبر، ملتان: صحافیوں کی سلامتی اور تحفظ پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 8 نومبر، لاہور: ایچ آر سی پی کونسل کا انتخاب اور تینتیسواں سالانہ عمومی اجلاس۔
- 11 نومبر، اسلام آباد: اظہار کی آزادی اور صحافیوں کی سلامتی پر فوکس گروپ بحث۔
- 11 سے 12 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی سلامتی اور وکالت پر تربیتی ورکشاپ۔
- 13 نومبر، کراچی: سندھ میں معاہداتی مزدور اور کم از کم معاوضہ پر ویبینار۔
- 13 نومبر، حیدرآباد: ذرائع ابلاغ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹنگ پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 13 نومبر، کوئٹہ: بلوچستان میں معیارِ تعلیم پر ریاستی پالیسیوں کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 14 سے 15 نومبر، اسلام آباد: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی وکالت اور سلامتی پر تربیتی ورکشاپ۔
- 16 نومبر، ملتان: صحافیوں کی سلامتی پر فوکس گروپ بحث۔
- 17 نومبر، ملتان: تصادم زدہ علاقوں میں صحافیوں کی سلامتی پر فوکس گروپ بحث۔
- 18 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور رپورٹنگ کے طریقہ ہائے کار پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 18 سے 20 نومبر، حیدرآباد: سماجی شہریت اور انسانی حقوق پر تربیتی ورکشاپس۔
- 24 نومبر، کراچی: ذرائع ابلاغ میں عورتوں کی ہراسانی پر فوکس گروپ بحث۔
- 24 نومبر، لاہور: دیگر ذرائع ابلاغ کے دور میں پرنٹ میڈیا کے مستقبل اور روزگار کے تحفظ پر فوکس گروپ بحث۔
- 24 نومبر، کوئٹہ: تصادم زدہ علاقوں میں صحافیوں کی سلامتی پر فوکس گروپ بحث۔
- 24 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور رپورٹنگ کے طریقہ ہائے کار پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 25 سے 26 نومبر، کوئٹہ: انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی وکالت اور سلامتی پر تربیتی ورکشاپ۔

- 26 نومبر، پشاور: انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور رپورٹنگ کے طریقہ ہائے کار پر انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ اجلاس۔
- 27 نومبر، اسلام آباد: صنفی تشدد، اس کے اسباب، اثرات اور روک تھام کے طریق ہائے کار کے متعلق کمیونٹی کے ردِعمل پر ویبینار۔
- 30 نومبر، کراچی: جرگہ سسٹم اور جدید عدالتی نظام کے تقابل پر پینل بحث۔

دسمبر

- 7 دسمبر، لاہور: پاکستان میں عورتوں کی ہراسانی پر ویبینار۔
- 9 دسمبر، کوئٹہ: معذور افراد پر صنفی تشدد پر ویبینار۔
- 10 دسمبر، لاہور: انسانی حقوق کے عالمی دن کی مناسبت سے صنفی تشدد کے خلاف فعالیت کے 16 دن منانے کے لیے، کووِڈ19 کے دوران صنف کی بنیاد پر تشدد کے عنوان سے ملکی سطح کا ویبینار۔
- 10 دسمبر، کراچی: صنفی مساوات کے لیے حقوق پر مبنی نقطہ نظر اپنانے کے حوالے سے طلبا و طالبات کے ساتھ ویبینار۔
- 14 دسمبر، لاہور: انسٹی ٹیوٹ فار ریسرچ، ایڈووکیسی اور ڈیویلپمنٹ کے تعاون سے پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کے حقوق پر ویبینار۔
- 24 دسمبر، ملتان: دیہی پاکستان سے عورتوں اور اقلیتوں کی مرکزی ذرائع ابلاغ میں نمائندگی پر فوکس گروپ بحث۔

فیکٹ فائنڈنگ مشن

- 16 فروری، کراچی: کیماڑی بندرگاہ پر گیس خارج ہونے کے واقعے کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 25 فروری، قصور: احمدیہ جائے عبادت کی مبینہ بے حرمتی کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 4 مارچ، قصور: ایک مسیحی بچے کے قتل کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 6 مارچ، کراچی: کورنگی میں 14 سالہ مسیحی لڑکی کے مذہب کی جبری تبدیلی کی اطلاعات کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 20 مارچ، قصور: ایک ٹیوب ویل کو 'آلودہ' کرنے پر ایک مسیحی کو مبینہ طور پر تشدد کر کے قتل کرنے کے واقعے کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔

ضمیمہ - 3

- 28 مئی، بہاول پور: یزمان میں ہندو برادری کے گھروں کی مسماری کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 11 جولائی، جام شورو: وزیراں چاچڑ کی 'غیرت' کے نام پر قتل کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 18 اگست، کراچی: ایک خواجہ سرا کے اغوا کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 9 سے 10 ستمبر، کراچی: کراچی میں شہری سیلاب کی وجوہ اور اثرات کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 2 اکتوبر، رحیم یار خان: لیاقت پور میں ہندو برادری کے گھروں کی مسماری کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 16 اکتوبر، گوجرانوالا: لاہور اور لالاموسیٰ سے گوجرانوالا تک پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کی پیش رفت پر نظر رکھنے کے لیے ایک مشاہداتی مشن۔
- 12 نومبر، وہاڑی: ایک مظاہرے کے دوران ایک کسان کے قتل کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 14 سے 18 نومبر، چترال: بڑھتی ہوئی خودکشیوں، مذہبی وثقافتی گروہ بندی، اور وادی کیلاش میں مذہب کی جبری تبدیلیوں کی تحقیقات کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن۔
- 22 دسمبر، لاہور: کووِڈ 19 کے دوران قیدیوں کی صحت کی دیکھ بھال تک رسائی کی تحقیقات کے لیے کیمپ جیل کا دورہ
- 23 دسمبر، ملتان: کووِڈ 19 کے دوران قیدیوں کی صحتکی دیکھ بھال تک رسائی کی تحقیقات کے لیے سنٹرل جیل اور ویمن جیل کا دورہ۔

مظاہرے، ریلیاں، اور یکجہتی کے دورے

فروری

- 15 فروری، حیدرآباد: سندھ ہاری ومزدور کنونشن۔
- 21 فروری، کوئٹہ: سوشل میڈیا پر پابندیوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ۔

مارچ

- 8 مارچ، ملتان: ملتان میں عورت مارچ میں اظہار یک جہتی کے لیے شمولیت۔
- 8 مارچ، حیدرآباد: سکھر میں عورت مارچ میں اظہار یک جہتی کے لیے شمولیت۔
- 11 مارچ، اسلام آباد: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے مظاہرہ۔
- 13 مارچ، کراچی: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے مظاہرہ۔

- 13 مارچ، حیدرآباد: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے مظاہرہ۔
- 13 مارچ، پشاور: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے مظاہرہ۔
- 13 مارچ، ملتان: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے مظاہرہ۔

مئی

- 5 مئی، تربت: صحافی ساجد حسین کے اہل خانہ کے ساتھ تعزیت اور اظہار یک جہتی کے لیے سورز کا دورہ۔

جون

- 11 جون، کراچی: ادریس خٹک کی رہائی کے لیے جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے تعاون سے احتجاجی مظاہرہ
- 12 جون، کراچی: پولیو ورکرز ایکشن کمیٹی کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے اُن کے دفتر کا دورہ۔

اگست

- 11 اگست، اسلام آباد: قومی اقلیتی دن منانے کے لیے مظاہرہ
- 11 اگست، کراچی: لاپتا افراد کے اہلِ خانہ کے احتجاج میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 22 اگست، تربت: مقتول طالب علم حیات بلوچ کے خاندان سے تعزیت اور اظہار یک جہتی کے لیے آبسر کا دورہ
- 22 اگست، کیچ: حیات بلوچ کے قتل کے خلاف بلوچ طلبا تنظیموں کے مظاہرے میں اظہار یک جہتی کے لیے شمولیت
- 30 اگست، تربت: جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن کے موقع پر احتجاجی مظاہرہ۔

ستمبر

- 6 ستمبر، کراچی: مغویٔ وکیل محبّ آزادلغاری کی رہائی کے لیے ہونے والے احتجاجی مظاہرے میں اظہار یک جہتی کے لیے شمولیت۔
- 8 ستمبر، تربت: مقتول صحافی شاہینہ شاہین کے خاندان کے ساتھ تعزیت اور اظہار یک جہتی۔
- 11 ستمبر، ملتان: بلوچ اور سابق فاٹا کے طلبا وطالبات کی مخصوص نشستوں کی بحالی کے لیے ان کے احتجاجی مظاہرے میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 13 ستمبر، حیدرآباد: موٹروے اجتماعی زیادتی کے خلاف احتجاجی مظاہرے میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 16 ستمبر، کراچی: ہاسٹلز سے جبری بے دخل ہونے والے ڈاؤ میڈیکل یونیورسٹی کے طلبا سے اظہار یک جہتی کے لیے ملاقات۔

- 20 ستمبر، کراچی: جنسی زیادتی کے خلاف احتجاج میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 20 ستمبر، کراچی: صحافی شاہینہ شاہین کے قتل کے خلاف احتجاج میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت
- 26 ستمبر، حیدر آباد: سندھ میں لاپتا افراد کی محفوظ بازیابی کے لیے ہونے والی ریلی میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔

اکتوبر

- 4 اکتوبر۔ کراچی: سندھ میں جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاجی مارچ میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 8 اکتوبر، حیدر آباد: پیڈا آرڈیننس کے خلاف سول سوسائٹی کے احتجاج میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت
- 9 اکتوبر، کراچی: سکندر آباد-کوٹری ہاری کیمپ میں جبری مزدوروں کے کیمپ کا اظہار یک جہتی کے لیے دورہ۔
- 11 اکتوبر، کراچی: سندھ میں دو جزائر پر قبضے سے متعلق وفاقی حکومت کے حکم نامے کے خلاف کشتی ریلی میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔
- 25 اکتوبر، کراچی: مذہب کی جبری تبدیلی کے خلاف مظاہرے میں اظہار یک جہتی کے لیے شرکت۔

مرکز شکایات

- ایچ آر سی پی کے مرکز شکایات کو یکم جنوری سے 31 دسمبر 2020 کے دوران کل 1,184 شکایات موصول ہوئیں۔ ان میں سے زیادہ تر صنف کی بنیاد پر تشدد اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق تھیں۔

انٹرن شپ پروگرام

- محترم سالار راشد نے بہاول پور میں ہندو گھروں کی مسماری کی فیکٹ فائنڈنگ (22 جون سے 17 جولائی) میں مدد کی۔ 2020 میں ایچ آر سی پی کا انٹرن شپ پروگرام کووِڈ 19 کے بحران کی وجہ سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔

مطبوعات

ایچ آر سی پی نے 2020 میں درج ذیل مطبوعات کا اجرا کیا:

- 2019 میں انسانی حقوق کی صورت حال (سالانہ رپورٹ)
- پاکستان میں 2018 سے 2020 کے دوران سیاسی عمل میں خواتین قانون سازوں کی شمولیت (پراجیکٹ رپورٹ)

- عدم موجودگی کی بدولت نمایاں: 2020 میں مذہب یا عقیدے کی آزادی (پراجیکٹ رپورٹ)
- جیلیں اور وبا: پنجاب کی جیلوں میں صحت کی نگہداشت تک رسائی (پراجیکٹ رپورٹ اور پالیسی بیان)۔
- خواتین قانون سازوں کا کیا کردار رہا ہے؟ ایک جائزہ 2020-2018 (پالیسی بیان)
- کووِڈ-19 اور خواتین کے خلاف صنف کی بنیاد پر تشدد (پالیسی بیان)۔
- 'رسائی سے انکار': اقلیتوں کی عبادت کی جگہیں کیوں بند کی جا رہی ہیں؟ (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)۔
- یزمان، بہاول پور میں ہندو گھروں کی مسماری (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)
- شہری-کوِیڈ 19-حکومتِ پاکستان کا ردِعمل (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)
- کراچی کا شہری سیلاب: حل کی تلاش (فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ)

ضمیمہ-3

ضمیمہ - 4

ایچ آر سی پی کے بیانات

سوشل میڈیا

قانون کی حکمرانی

- 7 فروری۔ ایچ آر سی پی کو قومی اسمبلی کی اس قرارداد پر تشویش ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانے والوں کو سرعام پھانسی دی جائے۔ یہ پاکستان کے انسانی حقوق کے عالمی فرائض کے برخلاف ہے اور اس سے معاشرہ مزید بربریت کا شکار ہوگا۔ سرعام پھانسی کے مطالبے سے ریاست بچوں کو زیادتی اور تشدد سے تحفظ فراہم کرنے کی اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہو جاتی۔ نہ ہی اس امر کے کوئی شواہد ہیں کہ سرعام پھانسیوں سے مجرم خوفزدہ ہو جائیں گے۔

قانون کا نفاذ

- 6 جنوری: ایچ آر سی پی نے حال ہی میں محمد حنیف کے ناول کا اردو ترجمہ شائع کرنے والے پبلشنگ ہاؤس پر پڑنے والے چھاپے کو تشویش ناک قرار دیا ہے جس میں پھٹتے آموں کا کیس کی نقول بھی قبضہ میں لی گئیں۔ حکام کو اس کارروائی سے فی الفور پیچھے ہٹنا ہوگا۔ یہ فنونِ لطیفہ کے اظہار کی آزادی کا گلا گھونٹنے کی بزدلانہ کوشش ہے۔
- 20 جنوری: اگرچہ ایچ آر سی پی جلیلہ حیدر کو یو کے جانے کی اجازت دینے کے حکام کے فیصلے کو خوش آئند قرار دیتا ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ یہ دعویٰ کر کے کہ اُن کا نام ای سی ایل میں شامل ہے، اُنہیں چھ گھنٹوں تک غیر قانونی طور پر زیرِ حراست کیوں رکھا گیا؟ ہم اس غیر دانش مندانہ اقدام کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ یہ واضح طور پر بغیر کسی جواز کے انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور صحافیوں کی نقل و حرکت کی آزادی پر من مانی پابندیوں کے سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے۔
- 28 جنوری: ایچ آر سی پی کو اسلام آباد میں سول سوسائٹی کے اُن پرامن کارکنان اور سیاسی ورکرز پر پولیس تشدد پر تشویش ہے جو پی ٹی ایم کے رہنما منظور پشتین کی رہائی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ حکام کو ظلم و زیادتی سے گریز کرنا چاہیے اور آئین میں مذکور شہریوں کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔
- 17 فروری: ایچ آر سی پی کو آج کوئٹہ میں ایک خودکش حملے میں قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں سمیت شہریوں

کی زندگی کے ضیاع کا شدید دکھ ہے۔ حکومت کو دہشت گردی کے ایسے حملوں کی روک تھام اور نیشنل ایکشن پلان پر من وعن عملدرآمد کو یقینی بنانا ہوگا۔ لوگوں کی زندگی وسلامتی کے حق کا تحفظ ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

- 12 مارچ: ایچ آر سی پی جائیداد کے ایک 34 سالہ پرانے معاملے میں جنگ/ جیو گروپ کے مدیر اعلیٰ میر شکیل الرحمٰن کی گرفتاری پر شدید فکرمند ہے۔ اس امر کے ٹھوس شبہات ہیں کہ نیب پسند ناپسند، بے جا اور سیاسی محرکات کی بنیاد پر کارروائیاں کر رہا ہے۔ صحافتی برادری اس اقدام کو پہلے سے زیرِ عتاب آزاد صحافت کو مزید خاموش کرنے کی کوشش قرار دے رہی ہے۔ ایچ آر سی پی نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت اس معاملے کے حل کے لیے فوری اقدامات کرے اور صحافت کی آزادی کا وعدہ نبھائے۔

- 26 مارچ: ایچ آر سی پی نے کووِڈ 19 وبا کے دوران قیدیوں کے ریلیف کے لیے عدالتی احکامات اور انتظامیہ کے اقدامات کو لائق تحسین قرار دیا ہے۔ صحت عامہ کے اس بحران نے ریاست کو ایک اور موقع فراہم کیا ہے کہ وہ جبری گمشدگیوں کے متاثرین جو پہلے ہی بدترین حالات سے دوچار ہیں، کو فوری طور پر بازیاب کرائے۔

- 6 اپریل: ایچ آر سی پی کو بلوچستان میں ڈاکٹروں کی گرفتاری کا شدید افسوس ہے۔ ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکس کووِڈ 19 وبا کے خلاف جنگ میں ہراول دستے کا کام کر رہے ہیں اور اس قسم کی زیادتی سراسر بلاجواز ہے۔ انہیں فوری طور پر رہا کیا جائے اور ضروری حفاظتی ساز وسامان فراہم کیا جائے۔

- 24 جون: ایچ آر سی پی کو چمن میں قرنطینہ کی غیر مؤثر سہولیات پر فرنٹیئر کور پر تنقید کی پاداش میں بلوچستان سے تعلق رکھنے والے دو صحافیوں کی گرفتاری اور اُن پر بدترین تشدد کی اطلاعات پر بہت زیادہ تشویش ہے۔ صحافیوں کی ایم پی او کے تحت گرفتاری مضحکہ خیز ہے۔ اُن پر اُن کے کام کی وجہ سے ہونے والا تشدد ناقابلِ برداشت ہے۔ ایچ آر سی پی شفاف، آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کرتا ہے۔

- 6 جولائی: 24 نیوز میڈیا کے ملازمین پر معقول معاوضوں اور ملازمتوں کے تحفظ کے لیے احتجاج کرنے کی پاداش میں حکام کا تشدد قابلِ مذمت ہے۔

- 17 جولائی: ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ قابلِ احترام عدالتِ عظمیٰ پر اظہار کی آزادی سمیت شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری عائد ہے۔ چنانچہ، ایچ آر سی پی صحافی مطیع اللہ جان کے ساتھ کھڑا ہے اور عدالت سے استدعا کرتا ہے کہ انہیں جاری کیا گیا ازخود نوٹس فوری طور پر واپس لیا جائے۔

- 12 ستمبر: ایچ آر سی پی کو کراچی میں صحافی بلال فاروقی کی گرفتاری پر تشویش ہے۔ ہم معاملے کی غیر جانبدار انکوائری اور ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

- 24 ستمبر: ایچ آر سی پی کو ان اطلاعات پر تشویش ہے کہ ایف آئی اے پیکا ضوابط کے تحت 49 صحافیوں اور سوشل میڈیا کارکنان کے خلاف مقدمات درج کر رہی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ریاست اس کاروائی سے گریز کرے

ضمیمہ-4

اورسیاسی اختلافِ رائے کودبانے کے لیےایف آئی اے کے استعمال کا سلسلہ بند کرے۔

- 29 ستمبر: ایچ آرسی پی کوتقریر کی آزادی کومتاثر کرنے کے لیے قانونی دفعات کے ناجائز استعمال کے بڑھتے ہوئے رجحان پرتشویش ہے۔ اس کی حالیہ مثال اُن نو کارکنان کے خلاف ہتکِ عزت کے فوجداری دعوے کا اندراج ہے جنہوں نے سوشل میڈیا پراپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ ہمارا دیرینہ مؤقف ہے کہ ہتک عزت سمیت تقریر کی آزادی کو جرم قرار دینے والے قوانین، تقریر اور صحافت کی آزادی پر غیر معقول اور غیر جمہوری پابندیاں ہیں۔ فوجداری ہتک عزت، حراستی سزاؤں اور بھاری جرمانوں کا سبب بنتی ہے جیسا کہ پیکا کے سیکشن 2 کے تحت ہوتا ہے۔ ایچ آرسی پی کا مطالبہ ہے کہ مبینہ ہتک عزت کے الزامات پر ایف آئی اے کی طرف سے دائر ہونے والے مقدمات فی الفور واپس لیے جائیں۔ ہم ان قوانین کی تنسیخ کے اپنے مطالبے کا اعادہ کرتے ہیں۔

- 15 ستمبر: ایچ آرسی پی نے صحافی اسدعلی طور پر ہتک عزت کے الزامات پر ایف آئی آر کے اندراج کی مذمت کی ہے۔ صحافیوں کے خلاف ایسی کارروائیوں سے تصدیق ہوتی ہے کہ حکومت اظہار کی آزادی کا گلا گھونٹنے پر کمر بستہ ہے۔ ایچ آرسی پی کا مطالبہ ہے کہ شہریوں کے حقوق کا احترام کیا جائے اور یہ کہ حکومت اور ریاست دونوں کو اپنی اصلاح کرنا ہوگی۔

- 9 دسمبر: ایچ آرسی پی Voice.pk کے رپورٹرز کو آج ایک ایف آئی آر کی نقل لینے کے لیے ماڈل ٹاؤن، لاہور میں ایک پولیس اسٹیشن کے دورے کے دوران دھمکانے کی بزدلانہ کوشش کی شدید مذمت کرتا ہے۔ اُن کے فون چھینے گئے اور انہیں اپنے آلات سے فائلیں حذف کرنے کے لیے اپنے پاس ورڈ داخل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ انہیں بلاجواز گرفتار کرنے کی دھمکی بھی دی گئی۔ نوجوان صحافیوں کو ان کے کام کے دوران ہراساں کرنا افسوسناک امر اور صحافت کی آزادی کو محدود کرنے کی ریاست کی مسلسل ناروا کوششوں کا عکاس ہے۔

سیاسی عمل میں شمولیت

- 12 مئی: ایچ آرسی پی کو سیاسی جماعت جیسے سندھ قومی محاذ (آر ایس) پر پابندی کے حکومتی فیصلے پر تشویش ہے۔ حکومت کو کالعدم قرار دینے سے پہلے سیاسی جماعتوں اور دہشت گرد تنظیموں کے مابین امتیاز کرنا چاہیے۔ سیاسی اختلاف رائے رکھنے والوں پر پابندیوں کا اطلاق جمہوریت اور دستور کی روح کے منافی ہے۔ ایسے اقدامات ہماری سیاست اور سماج کو مزید کمزور کریں گے۔

- 16 اکتوبر: ایچ آرسی پی گوجرانوالا میں حزبِ اختلاف کی ریلی کے موقع پر سیاسی کارکنان کے خلاف مبینہ کریک ڈاؤن پر بہت زیادہ فکرمند ہے۔ یہ شہریوں کے آئینی وقانونی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

- 29 نومبر: ایچ آرسی پی کو 30 نومبر کو ملتان میں سیاسی ریلی کے موقع پر سیاسی مخالفین کے خلاف پنجاب حکومت کے سخت اقدامات پر شدید تشویش ہے۔ ایک طرف حکمران جماعت اپنے عوامی اجتماعات کا سلسلہ جاری رکھے

ضمیمہ - 4

ہوئے ہے اور یہاں تک کہ پشاور میں حزبِ مخالف کی ریلی سے ایک دن قبل لاہور میں جنازہ کے ایک بڑے جلوس کو سہولت بھی فراہم کی ہے۔ دوسری طرف، یہ ملتان میں سیاسی مخالفین کی ریلی کو دبانے کے لیے وبا کا جواز استعمال کر رہی ہے۔ اگرچہ حزبِ مخالف کے رہنماؤں کو یقینی بنانا چاہیے کہ اُن کی ریلیوں میں ایس او پیز پر عملدرآمد ہو، حکومت کو ایسے اقدامات سے گریز کرنا چاہیے جو شہریوں کے قانونی اور دستوری حقوق کو پامال کرتے ہوں۔

بنیادی آزادیاں

- 27 جنوری: ایچ آر سی پی کو پی ٹی ایم کے مرکزی رہنما منظور پشتین کی بغاوت سمیت دیگر الزامات پر گرفتاری پر بہت زیادہ تشویش ہے۔ ہم ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پشتین کا ہمیشہ سے یہ مؤقف رہا ہے کہ ریاست آئین کے تحت شہریوں کے تمام بنیادی حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ دیگر چیزوں کے علاوہ، انہوں نے سابق فاٹا میں بارُودی سرنگوں کے خاتمے، جبری طور پر لاپتا افراد کی بازیابی، اور پچیسویں آئینی ایکٹ 2018 کی منظوری کے بعد سابق فاٹا پر مؤثر سویلین کنٹرول کی حمایت کی ہے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ حکومت پی ٹی ایم کے مطالبات کو سنے اور طاقت کے استعمال کی بجائے اس کے ساتھ سیاسی طریقے سے معاملات طے کرے۔
- 30 جنوری: ایچ آر سی پی نے طالب علم اور ماحولیاتی حقوق اور انسانی حقوق کے کارکن محسن ابدالی کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا ہے جنہیں آج صبح لاہور میں اُن کے گھر سے اغوا کیا گیا ہے۔ شہریوں کو اغوا اور غائب کرنے کی بہیمانہ روش آئینی آزادیوں کے خلاف ہے اور اس کا فوری خاتمہ ہونا چاہیے۔
- 12 فروری: گل بخاری کی جس طرح کردار کشی کی جا رہی ہے اور جس طرح انہیں نشانہ بنایا جا رہا ہے، ایچ آر سی پی کو اس پر بہت زیادہ تشویش ہے۔ کسی بھی ریاست کے مفاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اختلافی آوازوں کی اہمیت کا ادراک کرے۔
- 17 فروری: ایچ آر سی پی صحافی عزیز میمن کے قتل پر شدید غمزدہ ہے۔ سوشل میڈیا پر نشر ہونے والے ایک انٹرویو میں، انہوں نے چند افراد کے نام لیے تھے جو انہیں دھمکیاں دے رہے تھے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وفاقی و صوبائی حکومتیں آزاد تحقیقات کا حکم جاری کریں اور مجرموں کو جوابدہ ٹھہرائیں۔
- 26 فروری: ایچ آر سی پی نے سوات میں کام کرنے والے صحافی جاوید اللہ خان کے قتل کی مذمت کی ہے جنہیں نامعلوم افراد نے مٹہ میں قتل کر دیا ہے۔ یہ صرف فروری میں قتل ہونے والے دوسرے صحافی ہیں۔
- 4 مارچ: ایچ آر سی پی نے ٹی وی سکرین رائٹر خلیل الرحمان قمر کی طرف سے صحافی اور انسانی حقوق کی کارکن ماروی سرمد کے خلاف بدکلامی کی مذمت کی ہے۔ محترم قمر ماضی میں انسانی حقوق کی سینیئر کارکن طاہرہ عبداللہ کے خلاف

ضمیمہ - 4

بھی جارحیت کا اظہار کر چکے ہیں۔اس قسم کی عورت مخالف گفتگو نا قابلِ قبول ہے۔

- 8 مارچ: ایچ آر سی پی نے اسلام آباد میں عورت مارچ کے شرکا پر شر پسندوں کے حملے کی مذمت کی ہے۔ البتہ، شرکا کی کثیر تعداد اور پکے عزم کی بدولت مارچ جاری رہا۔ہم مارچ کے شرکا کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے مطالبات کے لیے اپنی حمایت کا اعادہ کرتے ہیں۔

- 2 مئی: ایچ آر سی پی نے پی ٹی ایم رہنما عارف وزیر کے قتل کی مذمت کی ہے۔ محترم وزیر کے خاندان نے سابق فاٹا میں شدت پسندوں کے ہاتھوں بہت زیادہ نقصانات اٹھائے ہیں۔ ریاست سابق فاٹا میں امن و استحکام لانے میں سنجیدہ ہے تو اسے شفاف اور مؤثر تحقیقات کرنا ہوں گی۔

- 7 مئی: ایچ آر سی پی ماہرینِ تعلیم ندا کرمانی، عمار رشید اور عمار علی جان کے خلاف نفرت انگیز ٹویٹس کی مذمت کرتا ہے۔ ہم ٹویٹر سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بے بنیاد، خطرناک الزامات اور تشدد کی ترغیب سے نرمی نہ برتی جائے۔

- 17 مئی: ایچ آر سی پی فکرمند ہے کہ کئی ایسے لوگوں کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے جو وزیرستان میں قتل کے واقعات کے خلاف بولے تھے۔ ریاست کو سب پہ عیاں کرنا ہوگا کہ وہ اس بہیمانہ روش کو برداشت نہیں کرے گی۔

- 30 مئی: ایچ آر سی پی نے کوئٹہ میں بلوائی حملے کی شدید مذمت کی ہے جس میں کم از کم ایک فرد ہلاک اور کئی شدید زخمی ہوئے ہیں۔ کسی فرد کے قانون کو ہاتھ میں لینے کو کسی بھی حالت میں جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مجرموں کو شفاف اور منصفانہ انداز میں انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

- 10 جون: ایچ آر سی پی کو سندھ یونیورسٹی جام شورو میں شعبہ تدریس سے وابستہ عرفانہ ملاح کے خلاف ایک سیاسی جماعت سے منسلک ملاؤں کے ایک گروپ کی گھٹیا مہم کی اطلاعات پر تشویش ہے۔ محترمہ ملاح کا جرم صرف یہ ہے کہ انہوں نے شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور میں پڑھانے والے اپنے پیشہ ور ساتھی پروفیسر ساجد سومرو کے خلاف ایف آئی آر کے اندراج پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔ ان دو سمیت تمام واقعات میں، ریاست کو اپنے شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنانا چاہیے اور آزاد آوازوں کو خاموش کرنے یا ذاتی جھگڑے نمٹانے کے لیے مذہب کی توہین اور غدّاری کے قوانین کے ناجائز استعمال کی اجازت نہیں دینا چاہیے۔

- 29 جون: ایچ آر سی پی نے آج کراچی میں پاکستان اسٹاک ایکسچینج پر مسلح حملے میں قیمتی جانوں کے ضیاع کی شدید مذمت کی ہے۔ زندگی کے حق کو مقدم رکھنا ہوگا۔ اس طرح کے تشدد کا سبب بننے والے معاملات کا سیاسی حل ڈھونڈنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

- 16 جولائی: ایچ آر سی پی نے مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والی ایک ایجنسی اور سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد کی

ضمیمہ - 4

طرف سے گھوٹکی میں اے ڈبلیو پی کے رکن شفقت ملک کے اغوا کی مذمت کی ہے۔ سندھ میں سیاسی کارکنان اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے اغوا اور جبری گمشدگی کے واقعات میں تشویش ناک اضافہ ہوگیا ہے۔ ایسے اقدامات غیر قانونی اور غیر آئینی ہیں۔ ایچ آر سی پی نے شفقت ملک اور تمام دیگر غیر قانونی قیدیوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ہے۔

- 17 جولائی: ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہوئی ہے کہ پیمرا نے جیو نیوز کے نیوز شو آج شاہ زیب خانزادہ کے ساتھ کو تنبیہ جاری کی ہے۔ ایسی ہر ایک تنبیہ واپس لی جائے اور حکومت آزاد آوازوں اور صحافت کی آزادی کو دبانے کی کوششوں سے گریز کرے۔

- 24 جولائی: ایچ آر سی پی بلوچستان میں صحافی اور کارکن انور کھیتر ان کے قتل پر صدمے سے دوچار ہے۔ ہم ان کے قتل کی فوری اور آزادانہ تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایچ آر سی پی جناب کھیتر ان کے تمام خاندان اور دوستوں کے غم میں شریک ہے۔

- 11 اگست: ایچ آر سی پی نے سندھ سجاگی تحریک کے سارنگ جویو کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا ہے۔ انھیں آج صبح ان کی کراچی رہائش گاہ سے اغوا کیا گیا۔ وہ معروف ادیب تاج جویو کے بیٹے ہیں۔ اس طرح کے اغوا، من مانی حراست اور جبری گمشدگیوں کا فوری خاتمہ ہونا چاہیے۔

- 27 اگست: ایچ آر سی پی کو ایچ آر سی پی کونسل کی رکن اور انسانی حقوق کی محافظ ماروی سرمد کے خلاف تشدد پر اکسانے اور توہین مذہب کے الزامات پر تشویش ہے۔ ایک طنزیہ ٹویٹ پر ان کے خلاف جاری زہریلی مہم ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح توہین مذہب کے قوانین کا دھمکانے اور خاموش کرنے کے لیے غلط استعمال کیا جا رہا ہے، جو لوگوں کے تحفظ اور آزادی اظہار کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ ایچ آر سی پی نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ اس واقعے کا سنجیدگی سے نوٹس لے، محترمہ سرمد کو تمام ممکنہ حفاظتی اقدامات فراہم کرے، اور اس طرح کی آن لائن دھمکیوں اور ہراسانی کا خاتمہ کرے۔

- 3 ستمبر: ایچ آر سی پی نے بلوچستان ریپبلکن آرمی پر زور دیا کہ وہ آواران میں اپنی حراست میں موجود چھ کارکنوں کو رہا کرے۔ وقار کے ان کے ناقابل تسخیر حق اور وسیع تر انسانی حقوق کے اصولوں کے تحت، انہیں بطور ضمانت استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔

- 8 ستمبر: ایچ آر سی پی نے ایس ای سی پی کے عہدیدار اور سابق صحافی ساجد گوندل کی فوری بازیابی کا مطالبہ کیا ہے۔ جناب گوندل کو غائب ہوئے اب پانچ دن ہو چکے ہیں۔ اگر حکومت اپنے ہی عہدیداروں کی، ایچ آر سی پی کا خدشہ ہے کہ، غیر قانونی اغوا کے خلاف حفاظت سے قاصر ہے تو وہ عام شہریوں کے زندگی اور تحفظ کے حق کی حفاظت کیسے کر سکتی ہے جو کہ اس کا بنیادی فرض ہے۔

- 12 ستمبر: ایچ آر سی پی نے معروف صحافی اور پیمرا کے سابق چیئر مین ابصار عالم کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کرنے کی مذمت کی۔ ہمارا ماننا ہے کہ حکومت کی یہ ایک اور کوشش ہے کہ اختلاف رائے کی آوازوں کو خاموش کیا جائے اور اظہار رائے کی آزادی کو روکا جائے۔

- 14 ستمبر: ایچ آر سی پی نے کراچی پریس کلب کے باہر لا پتا افراد کے کیمپ پر اتوار کے روز حملے کی شدید مذمت کی ہے، جس میں ایک دائیں بازو کی فرقہ وارانہ تنظیم کے ارکان نے مظاہرین پر بلا اشتعال حملہ کیا اور کیمپ کو توڑ دیا جو مبینہ طور پر ان کے جلوس کے 'راستے میں تھا۔ یہ غنڈا گردی ہے جس کے لیے مجرموں کو سزا دی جانا چاہیے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاست مظاہرین کے پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا تحفظ کرے۔

- 20 ستمبر: ایچ آر سی پی نے تنویر احمد کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے جنہیں مبینہ طور پر آزاد کشمیر کی جیل میں غیر انسانی حالات میں رکھا جا رہا ہے۔ سیاسی اختلاف کرنے والوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہیے۔

- یکم اکتوبر: ایف آئی اے سائبر کرائم ونگ کا رپورٹر ارشد سلہری کو سمن جاری کرنا آزاد آوازوں کو خاموش کرنے کی ایک اور کوشش ہے۔ ایچ آر سی پی اس نوٹس کو واپس لینے کا مطالبہ کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 19 کا احترام کرے۔

- 24 اکتوبر: ایچ آر سی پی نے جیو نیوز کے نمائندے علی عمران سید کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا۔ ایک خاص حد سے آگے جانے والے صحافیوں کی ' گمشدگی' ایک معمول بن گیا ہے۔ ہم جناب سید کی خیریت کے بارے میں فکر مند ہیں۔

- 27 اکتوبر: ایچ آر سی پی نے پشاور میں جامعہ زبیریہ مدرسہ میں مہلک دھماکے کی مذمت کی جس میں بچوں سمیت قیمتی جانیں گئیں اور متعدد افراد زخمی ہوئے۔ ہمیں خیبر پختونخوا سے آنے والی اطلاعات پر شدید تشویش ہے کہ عسکریت پسند مبینہ طور پر دوبارہ جمع ہو رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ریاست اپنی خارجہ اور داخلی سلامتی کی پالیسی پر نظر ثانی کرے اور اپنے شہریوں کے زندگی اور سلامتی کے حق کو یقینی بنائے۔

- 27 نومبر: ایچ آر سی پی نے لاہور کے ڈی سی کے معلم عمار علی جان کی ایک ماہ کے لیے حراست کے حکم کی مذمت کی ہے۔ اس حکم کو فوری طور پر واپس لیا جائے۔ ریاست کے لیے بنیادی حقوق مانگنے والے شہریوں کو دھمکانا ایک بزدلانہ حربہ ہے۔

- 11 دسمبر: ایچ آر سی پی نے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں ملازمین کو مسلسل نکالے جانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ہر سطح پر ملازمین، جیسے حال ہی میں لاہور میں ڈان کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر، کو فارغ کر دیا گیا ہے۔ یوں میڈیا کی آزادانہ اور مؤثر طریقے سے کام کرنے کی صلاحیت کو مزید محدود کر دیا گیا ہے۔ حکومت کی طرف سے آزاد صحافت کو مسلسل کمزور کیا جا رہا ہے۔ لگتا ہے اسے آزادی اظہار کو فروغ دینے میں دلچسپی ہے ہی نہیں۔

ضمیمہ - 4

- 20 دسمبر: ایچ آر سی پی کو منظّم طریقے سے چلائی جانے والی اس مہم پر تشویش ہے جس میں ایک ایم این اے علی وزیر کو 'ریاست مخالف' ہونے کے گھناؤنے الزامات لگا کر مسلسل تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔ ایک شہری کے طور پر اپنی رائے کا اظہار جناب وزیر کا آئینی حق ہے۔ جس انداز میں انھیں گرفتار کیا گیا اس پر ہم حیران ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ انھیں غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔
- 21 دسمبر: ایچ آر سی پی وکیل اور انسانی حقوق کی محافظ نگہت داد کو بدنام کرنے کی کوششیں پر تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ انہوں نے پاکستان میں ڈیجیٹل حقوق کو فروغ دینے اور خاص طور پر خواتین کو آن لائن ہراسانی سے بچانے کے لیے انتھک محنت کی ہے۔ ہم محترمہ داد کی سلامتی اور انسانی حقوق کا دفاع کرنے کی صلاحیت کے لیے فکرمند ہیں۔ حکومت کو صورت حال کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے۔
- 22 دسمبر: ایچ آر سی پی نے کینیڈا میں بلوچ حقوق کی کارکن کریمہ بلوچ کی پراسرار حالات میں گمشدگی اور موت کی مذمت کی ہے۔ یہ سویڈن میں صحافی ساجد بلوچ کی گمشدگی اور موت کے بعد دوسرا واقعہ ہے۔ ہم اس جرم کی مکمل تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں: مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

پس ماندہ طبقوں کے حقوق

- 20 جنوری: نوشہرہ، کے پی میں سات سالہ حزنور کا ریپ اور قتل اس امر کی توثیق کرتا ہے کہ بچوں کے خلاف جرائم میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں ایسے واقعات کے خاتمے کے لیے قانون سازی ضروری ہے مگر کافی نہیں ہے۔ ریاست اور سماج کو ایمرجنسی کے نفاذ کا اعلان کرنا ہوگا اور تمام بچوں کے تحفظ اور پرورش کے لیے تمام اقدامات کرنا ہوں گے اور یقینی بنانا ہوگا کہ ان جرائم میں ملوث سفاک مجرم انصاف کے کٹہرے میں لائے جائیں۔
- 23 جنوری: ایچ آر سی پی کو میڈیا ورکرز کے ابتر مالی حالات پر شدید تشویش ہے خاص طور پر ان کے حالات پر جو نجی ٹی وی نیٹ ورکس میں ٹی وی اسکرین سے ہٹ کر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ زیادہ تر کی اجرت انتہائی کم ہے۔ کئی کو کئی ماہ سے اجرت نہیں ملی۔ اس کے باوجود برطرفیوں کا سلسلہ جاری ہے، خاص طور پر صنعت کی اس سطح پر۔ جوان صحافیوں کی خودکشی اور موت کی اطلاعات ظاہر کرتی ہیں کہ پیشہ ورانہ دباؤ نے انہیں تباہی کے دہانے تک پہنچا دیا ہے۔ ریاست نے آزاد میڈیا پر اپنی پابندیاں نرم نہیں کیں جبکہ میڈیا ہاؤس مالکان اپنے عملے کے جائز حقوق اور ضروریات کا ذرہ بھر احترام نہیں کرتے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ریاست اور میڈیا ہاؤس مالکان، دونوں اس حقیقت کا احساس کریں کہ آزاد اور معاشی لحاظ سے محفوظ میڈیا کے بغیر، شہریوں کے بنیادی حقوق اور زیادہ متاثر ہوں گے۔
- 17 مارچ: ایچ آر سی پی کو وزیرِ اطلاعات پنجاب فیاض الحسن چوہان کے اس بیان پر شدید افسوس ہے جس میں انہوں نے کہا کہ جسمانی و ذہنی معذوریوں کے ساتھ جیتے بچے اپنے والدین کے گناہوں کی وجہ سے اس حالت

ضمیمہ - 4

میں پیدا ہوئے ہیں۔ یہ غیر ذمہ دارانہ اور غیر حساس بیان ہے۔

- 6 اپریل: ایچ آر سی پی نے فیصل آباد میں 15 سالہ خواجہ سرا موسیٰ کے گینگ ریپ اور بہیمانہ قتل کی شدید مذمت کی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ حکام فوری کارروائی کریں اور اس بہیمانہ جرم میں ملوث مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لائیں۔

- 24 اپریل: ایچ آر سی پی کو مولانا طارق جمیل کے حالیہ بیان پر تشویش ہے جس میں انہوں نے عورتوں کی 'پاکدامنی' کو کووڈ 19 کے ساتھ جوڑا ہے۔ اس طرح کی بیہودہ تجسیم ناقابلِ قبول ہے اور جب سرِ عام ٹیلی ویژن پر کی جائے تو صرف سماج میں عورتوں سے نفرت کے پہلے سے راسخ رجحان کو اور زیادہ تقویت ملتی ہے۔

- یکم مئی: ایچ آر سی پی تمام مزدوروں، کسانوں، کان کنوں، گھر مزدوروں، خاکروبوں، چھوٹے دکانداروں، دہاڑی دار مزدوروں اور ماہی گیروں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ ہم معقول روزگار، عالمگیر بنیادی آمدنی اور کام کے محفوظ حالات کے مطالبے کا اعادہ کرتے ہیں۔

- 23 مئی: ایچ آر سی پی کو تشویش ہے کہ پیمرا نے معلومات وتفریح کا سامان مہیا کرنے والے ریڈیو براڈ کاسٹرز کے ٹیکسز اور لائسنس کی فیس بڑھا دی ہے۔ یہ فیصلہ براڈ کاسٹرز کو مالیاتی لحاظ سے شدید متاثر کرے گا، چھوٹے ریڈیو چینلز اپنی نشریات بند کرنے پر مجبور ہوں گے اور سینکڑوں افراد بیروزگار ہو جائیں گے۔

- 3 جون: ایچ آر سی پی کو ان اطلاعات پر تشویش ہے کہ پاکستان اسٹیل ملز کے 9,300 سے زائد ملازمین برطرف ہو سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں جب شعبہ محنت کووڈ 19 بحران کے نتیجے میں پہلے سے شدید دباؤ کا شکار ہے حکومت اور پی ایس ایم، دونوں کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ملازمین کی فلاح و بہبود کو یقینی بنائیں۔ ' گولڈن ہینڈ شیک' کا وعدہ کافی نہیں ہے۔ نہ ہی یہ دلیل کہ پاکستان اسٹیل ملز کئی سالوں سے خسارے کا شکار ہے۔ روزگار اور کام کا حق منافع جات سے مقدم قرار دیا جانا چاہیے، خاص طور پر، حفاظت کے انتظامات کی عدم موجودگی اور شدید افراط زر کے امکان ایسے حالات میں 'مستعدی' کو یقینی بنانا انتظامیہ کا کام ہے جسے حسب ضرورت ملازمین کی از سرِ نو تربیت کی ذمہ داری لینا ہوگی۔

- 4 جون: اپنے آجروں کے ہاتھوں مرنے والی آٹھ سالہ زہرہ کی موت، ایسے حالات میں جو کہ اتنے ہی ہولناک ہیں جتنے کہ مضحکہ خیز، سے ہم نے سرخ لکیر پار کر لی ہے۔ نہ صرف بچوں کی مشقت کی ممانعت کرنے والے قوانین کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے بلکہ حکومت کو سماج میں پائی جانے والی شدید غربت کے خاتمے کے لیے منظم کوششیں کرنے کی ضرورت ہے۔ غربت خاندانوں کو اپنے کمسن بچے کام پر بھیجنے پر مجبور کرتی ہے، اکثر گھروں میں جہاں ان سے انسانوں سے نچلے درجے کی مخلوق جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ ایچ آر سی پی کو خوشی ہے کہ وزارت برائے انسانی حقوق گھریلو چائلڈ مشقت کو خطرناک پیشہ قرار دینے کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ یہ قانون جلد از جلد منظور ہونا اور فوری نافذ ہونا چاہیے۔

- 13 جون: ایچ آرسی پی کو ان اطلاعات پر پریشانی ہے کہ مشرق وسطیٰ جہاں لاکھوں پاکستانی مزدور جواَب کووِڈ 19 کی پابندیوں کی وجہ سے بیروزگار ہو کر وہاں پھنسے ہوئے ہیں، اپنے وطن واپس آنے کے قابل نہیں۔ فضائی سفر کے کرایوں میں شدید اضافے اور آمد پر قرنطینہ کے اخراجات کی بدولت تارکینِ وطن مزدور پاکستان واپس آنے سے محروم ہیں۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ تارکین وطن مزدوروں جن کے زرِمبادلہ نے برے اوقات میں بدحال معیشت کو سنبھالا دیا کو اب بے یارو مددگاران کے اپنے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حکومتِ پاکستان اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں سفارت خانوں کو انہیں مدد دینے کے لیے فوری اقدامات کرنا چاہییں۔
- 16 جولائی: صرف گزشتہ دو ہفتوں میں احمدیہ قبروں کی بے حرمتی، پہلے شیخوپورہ اور پھر گوجرانوالہ میں، مذہبی عدم برداشت کی گہرائیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس امر سے کہ یہ واقعات مقامی پولیس اہلکاروں کی ملی بھگت سے پیش آئے واضح ہوتا ہے کہ 2014 کے جیلانی فیصلے کا نفاذ کر کے مذہبی اقلیتوں کے مذہبی مقامات کے تحفظ کے لیے خصوصی ٹاسک فورسز کی تعیناتی کس حد تک ضروری ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ مذہبی اقلیتوں کے افراد کی آخری اقامت گاہ کے ساتھ بنیادی انسانی شائستگی سے عاری سلوک کیا جا رہا ہے۔
- 3 ستمبر: ایچ آرسی پی کو ملازمتوں کی تشہیر کے ایسے اشتہارات پر تشویش ہے جن میں خاص ہدایت کی جاتی ہے کہ صفائی سے متعلق ملازمتوں کے لیے صرف مذہبی اقلیتوں کے لوگ درخواست دے سکتے ہیں۔ ایسے اشتہارات انسانی وقار کو پامال کرتے ہیں اور تمام شہریوں کی برابر حیثیت کی دستوری ضمانت کے برخلاف ہیں کیونکہ یہ اشتہارات مذہبی اقلیتوں کو صرف روائتی طور پر کمتر تصور ہونے والے کام کے قابل ہی سمجھتے ہیں۔
- 7 ستمبر: کراچی میں پانچ سالہ مروہ کے ظالمانہ ریپ اور قتل نے ایک بار پھر اس حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ پاکستان میں بچوں کے ساتھ زیادتی کی لعنت کا خاتمہ محض قانون سازی سے ممکن نہیں۔ زینب الرٹ، ریسپانس اینڈ ریکوری قانون کی منظوری کے باوجود بچوں کے خلاف جرائم روک ٹوک کے بغیر جاری ہیں۔ ایچ آرسی پی کا مطالبہ ہے کہ مجرموں کو جوابدہ ٹھہرایا جائے اور امن عامہ سے متعلق امور کی انجام دہی کے دوران بچوں کی سلامتی کو توجہ کا مرکز بنایا جائے۔
- 10 ستمبر: 'موٹروے واقعے' میں ایک خاتون کے ساتھ ہولناک اجتماعی جنسی زیادتی نے اس افسوسناک حقیقت کو ایک بار پھر اجاگر کیا ہے کہ پاکستان عورتوں کے لیے ایک خطرناک ملک بن چکا ہے۔ نہ صرف مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے بلکہ موٹروے پولیس کو بھی ان کی ناکامی کے لیے جوابدہ ٹھہرایا جائے۔ ہم سی سی پی او کے غیر مہذب کلمات کی بھی مذمت کرتے ہیں جن کا پہلا ردِعمل یہ تھا کہ جنسی زیادتی کی متاثر خاتون نے رات کے وقت گاڑی پر اکیلے سفر کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔
- 18 اکتوبر: ایچ آرسی پی کو لیڈی ہیلتھ ورکرز کے ساتھ حکومت کے ناروا سلوک پر تشویش ہے۔ ہم اسلام آباد میں احتجاج پر بیٹھی لیڈی ہیلتھ ورکرز کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان

ضمیمہ - 4

کے مطالبات پورے کیے جائیں اور ان کے ساتھ باوقار اور باعزت سلوک کیا جائے جس کی وہ مستحق ہیں۔

- 20 اکتوبر: ایچ آر سی پی کو تکلیف دہ اطلاعات ملی ہیں کہ غذر میں اسماعیلی عبادت گاہ پر نامعلوم حملہ آوروں نے حملہ کیا ہے اور عمارت پر فائرنگ کی۔ اگرچہ کسی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی مگر پھر بھی ہم اس حملے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ پاکستان میں تمام اقلیتی مذاہب اور اقلیتی مسالک جو پہلے ہی غیر محفوظ ہیں، کے پاس یہ توقع کرنے کا حق ہے کہ ریاست ان کی جائے عبادات کا تحفظ کرے گی۔ ریاست کو فوری طور پر اس مقصد کے لیے ایک خصوصی فورس تشکیل دینی چاہیے جس کا تقاضا 2014 کے تاریخ ساز جیلانی فیصلے میں کیا گیا تھا۔

- 21 اکتوبر: ایچ آر سی پی نے ریڈیو پاکستان کے 700 سے زائد ملازمین کی برطرفی اور پی ٹی وی کے عملے کی جبری ریٹائرمنٹ کی شدید مذمت کی ہے۔ دو بڑے ریاستی اداروں کا اپنے ملازمین بشمول دہاڑی دار مزدوروں کے ساتھ 'ڈاؤن سائزنگ' کے نام پر اتنا گھٹیا سلوک شدید تشویش کا باعث ہے۔ ریاست ذرائع روزگار کے تحفظ کی ذمہ دار ہے اور اسے اپنے ملازمین چاہے وہ مستقل ہوں یا کنٹریکٹ پر، کے تحفظ کے لیے فوری اقدامات کرنا ہوں گے۔

- 29 اکتوبر: ایچ آر سی پی کو عدالتِ عالیہ سندھ کے فیصلے پر مایوسی ہے جس میں عدالت نے آرزو راجا کے مذہب کی تبدیلی اور شادی کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کی کم سنی کی توثیق کے لیے ٹھوس شواہد موجود ہیں جو مذہب کی جبری تبدیلی اور جبری شادی کے اشارے دیتے ہیں۔ بچوں کی شادی کی ممانعت کے قانون کے تحت، یہ اقدام قانونی ریپ اور انصاف کے مذاق کے مترادف ہے۔

- 2 نومبر: ایچ آر سی پی شپ بریکنگ ورکرز یونین گڈانی اور نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن کے مطالبے کی حمایت کرتا ہے کہ معقول اجرتوں اور کام کے خطرناک حالات سے تحفظ کے لیے قانون سازی کی جائے جس کا عرصہ دراز سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ یہ مطالبات سانحہ گڈانی جس میں 29 قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اور درجنوں مزدور زخمی ہوئے تھے، کی چوتھی برسی کے موقع پر کیے گئے ہیں۔ ریاست کو مزدوروں کی صحت و سلامتی کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح وہ ان کی زندگیاں داؤ پر لگا رہی ہے۔

- 4 نومبر: ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ حکومت پنجاب بھر کے احتجاجی مزدوروں اور کسانوں کے مطالبات پر توجہ دے۔ کسان گندم کی فصل کے لوازمات کی مہنگی قیمتوں اور فصل کی قیمت خرید کی کمی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ سموگ کے موسم کے دوران بھٹے بند کرنے کے حکومتی فیصلے کے بعد بیروزگار ہونے والے مزدوروں کو کسی قسم کا معاوضہ نہیں ملا۔ فیصل آباد میں صنعتی مزدوروں کو اپنی ہڑتالیں بند کرنے پر مجبور کرنے کے لیے ہراساں کیا جا رہا ہے جو وہ مناسب معاوضے کے لیے کر رہے ہیں۔ ہمیں محنت کشوں کے حقوق بحران کا شکار نظر آ رہے ہیں۔ حکومت کو اپنی عوام دشمن معاشی پالیسی کا فوری طور پر خاتمہ کرنا ہوگا۔

- 29 نومبر: ایچ آر سی پی نے پاکستان اسٹیل ملز کے 4,544 مزدوروں کی برطرفی کی مذمت کی ہے۔ یکے بعد

ضمیمہ - 4

دیگر آنے والی انتظامیہ کی ناکامیوں کی سزا مزدوروں کو دینے سے حکومت کی غریب دشمن پالیسیاں واضح ہوگئی ہیں۔ مہنگائی اور بڑھتی ہوئی بیروزگاری کے عین وسط میں ایسے فیصلوں سے عام شہریوں کے مصائب میں اضافہ ہوتا ہے۔

- یکم دسمبر: ایچ آر سی پی کو نئے ضم شدہ اضلاع شمالی وجنوبی وزیرستان میں نامعلوم حملہ آوروں کی طرف سے ٹارگٹ کلنگ کے بڑھتے واقعات پر بہت زیادہ فکر لاحق ہے۔ ریاست کو اپنے شہریوں کی زندگی وسلامتی کا تحفظ اور مجرموں کی گرفتاری یقینی بنانا ہوگی۔

- 11 دسمبر: ہمارا تمام میڈیا ہاؤسز سے مطالبہ ہے کہ وہ اپنے ملازمین کے کام کے حق کا احترام وتحفظ کریں، خاص طور پر ایسے وقت پر جب کووِڈ 19 وبا نے بہت زیادہ معاشی بے یقینی پیدا کردی ہے۔

- 31 دسمبر: ایچ آر سی پی کرک میں ہندو مندر پر ہونے والے کل کے حملے کی مذمت کرتا ہے۔ اشتعال انگیز تقریر اور بلوائی حملے ایسی حقیقت ہے پاکستان کی مذہبی اقلیتیں جس کے ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔ اگر حکومت مذہبی اقلیتوں کے حقوق تحفظ کے بارے میں سنجیدہ ہے تو اسے عدالت عظمیٰ کے 2014 کے تصدق جیلانی فیصلے کا اطلاق کرنا ہوگا جو خاص طور پر اس قسم کے حالات میں مذہبی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لیے خصوصی پولیس فورس کا تقاضا کرتا ہے۔

سماجی ومعاشی حقوق

- 13 مارچ: ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ایران کے سفر سے واپس آنے کے بعد (خاص طور پر تفتان کے قریب) یا دیگر متاثرہ علاقوں میں جن لوگوں کو کووِڈ 19 سے متاثر ہونے کے شبہ میں قرنطینہ کیا گیا ہے یا جو اُن علاقوں میں پھنسے ہوئے ہیں اُن کی باعزت طریقے سے دیکھ بھال اور مدد کی جائے۔ حکومت کووِڈ 19 کے ممکنہ پھیلاؤ سے نمٹنے کے لیے بروقت اسکریننگ کا اہتمام کرے، حفاظتی اقدامات کے متعلق آگاہ کرے اور مؤثر نظامِ صحت کا بندوبست کرے۔

- 29 اگست: کراچی میں بارشوں کے سبب جانوں کے ضیاع اور تباہی نے شہری سیلاب کے دوران شہر کے ماحولیاتی وساختی بحران اور شہریوں کی صحت کے حوالے سے کئی اہم سوالات کو جنم دیا ہے۔

- 23 اکتوبر: ایچ آر سی پی طلبا کے ملتان سے لاہور مارچ کی حمایت کرتا ہے جس میں پنجاب کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے نئے ضم شدہ اضلاع سے تعلق رکھنے والے طالبعلموں کے لیے نشستوں اور وظائف کی بحالی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ ایچ آر سی پی کی رائے میں دور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے طالبعلموں کو اُن کے حقِ تعلیم سے محروم کرنے کا حکومتی فیصلہ ظالمانہ اور غیر حساس ہے۔ یہ فیصلے وفاق کی سالمیت کے لیے بھی نقصان دہ ہیں۔

- 3 نومبر: ایچ آر سی پی نے کابل یونیورسٹی میں کل کے بہیمانہ حملے کی شدید مذمت کی ہے۔ حملے میں کم از کم 22 افراد ہلاک اور 22 زخمی ہوئے تھے۔ افغانستان نے یوں تو تشدد اور غارت گری کو جھیلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر تعلیمی درس گاہ پر اس نوعیت کا حملہ بربریت کا عملی نمونہ تھا۔

پریس ریلیزیں

قانون کی حکمرانی

5 جنوری۔ ایچ آر سی پی کو اِس امر پر تشویش ہے کہ ابھی حال ہی میں ایوان میں متعارف کیے گئے پاکستان آرمی (ترمیمی) ایکٹ 2020، پاکستان نیوی (ترمیمی) ایکٹ اور پاکستان ایئرفورس (ترمیمی) ایکٹ کے ذریعے فوج کے تنظیمی معاملات میں ردوبدل لانے میں پارلیمان جلد بازی کا مظاہرہ کرتے نظر آ رہی ہے۔ جمہوری نظم ونسق کے وقار کے تحفظ کی خاطر ضروری ہے کہ مسلح افواج کے سربراہان کی مدت ملازمت اور تقرر کے قواعد وضوابط سے متعلق فیصلے لینے میں جلدی نہ کی جائے۔ جس غیر ضروری عجلت سے کام لیا جا رہا ہے اِس کے مستقبل میں جمہوری فیصلہ سازی کے طریقہ کار پر شدید منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ حال ہی میں پیش ہونے والے قوانین مفاد عامہ کا معاملہ ہیں اور عوام کے منتخب نمائندوں کا فرض ہے کہ وہ ذمہ دار لوگوں کی طرح قانون سازی کریں نہ کہ اسے ایک وقتی معاملہ سمجھیں۔ آئین کی روح کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

14 جنوری۔ ایچ آر سی پی نے آئین کی سربلندی اور انسانی حقوق کے عنوان پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا جس میں انسانی حقوق کے ممتاز کارکنوں نے پاکستان میں جمہوریت کی ترقی کے لیے مناسب لائحہ عمل پر سوچ بچار کیا۔ سیمینار میں منظور ہونے والی قرارداد میں سیاسی قیادت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ پارلیمان کی بالادستی، قانون کی حکمرانی اور عوام کی بنیادی آزادیوں اور حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ منتخب نمائندوں کو یہ بھی یقینی بنانا ہوگا کہ ملک کا نظم ونسق حکم ناموں کی بجائے ملک کے رائج قوانین اور آئینی اقدار کی رُو سے چلے۔ قرارداد میں اس امر کا مشاہدہ بھی کیا گیا کہ غیر جمہوری قوتوں کی طرف سے سیاسی انجینیئرنگ نے جمہوری عمل کو کس طرح نقصان پہنچایا ہے اور پسند ناپسند کی بنیاد پر جوابدہی کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں، خاص طور پر انٹیلی جنس ایجنسیوں کے اقدامات کو قانون کے دائرے میں لایا جائے اور اُن کی کارروائیوں پر مضبوط، آزاد پارلیمانی نگرانی کا نظام لاگو کیا جائے۔

قانون کا نفاذ

29 جنوری۔ ایچ آر سی پی نے اسلام آباد میں کم از کم 23 سول سوسائٹی اور سیاسی کارکنان کی گرفتاری کی شدید مذمت کی ہے جنھیں کل اسلام آباد میں ایک پرامن احتجاج میں گرفتار کیا گیا اور کمشین نے شہری حقوق کے کارکن منظور پشتین کی رہائی کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں یہ اقدامات غیر آئینی ہیں اور شہریوں کی آزادیِ اظہار اور پُرامن

اجتماع کے حق کے منافی ہیں۔ سیاسی اختلاف رائے جس نے کسی بھی طرح سے نفرت یا اشتعال کی ترغیب نہیں دی، کو دبانے کے لیے ایک فرسودہ قانون کے تحت بغاوت کے الزامات کے بے جا استعمال سے معلوم ہوگیا ہے کہ ریاست کی نظر میں اپنے شہریوں کے شہری اور سیاسی حقوق کی اہمیت کس حد تک کم ہے۔

13 مارچ۔ سیاسی کارکن اور انسانی حقوق کے دفاع کار ادریس خٹک کی گمشدگی کو چار ماہ ہو چکے ہیں جس کے باعث ایچ آر سی پی ان کی جسمانی و ذہنی بہبود کے حوالے سے بہت زیادہ فکر مند ہے۔ اطلاعات کے مطابق محترم خٹک کو 13 نومبر 2019 کو خیبر پختونخوا میں صوابی موٹروے انٹرچینج پر سادہ کپڑوں میں ملبوس چار افراد نے اٹھا کر غائب کیا تھا۔ ایچ آر سی پی اور انسانی حقوق کے عالمی اداروں جیسے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور آبزویٹری فار دی پروٹیکشن آف ہیومن رائٹس ڈیفینڈرز کی کوششوں کے باوجود، حکام نے ان کی جبری گمشدگی کو سنجیدہ نہیں لیا۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ حکومت محترم خٹک کی بحفاظت بازیابی کے لیے ہر ممکن اقدام کرے، ان کی صحت پر فوری توجہ دے، انہیں وکیل تک رسائی دے اور مجرموں کے خلاف کارروائی کرنے میں تاخیر نہ کرے۔

9 جون۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر دکھ ہوا ہے کہ فیصل آباد میں ضلعی انتظامیہ اور مقامی پولیس نے کووِڈ 19 معیاری قواعد و ضوابط کے اطلاق کی غرض سے، آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 14 اور ایذارسانی کے خلاف معاہدے جس کا پاکستان فریق ہے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، لاٹھیوں کا استعمال کیا ہے۔ ایذارسانی، اور ظالمانہ، غیر انسانی اور ذلت آمیز سلوک کی ممانعت حتمی ہے اور حالیہ کووِڈ 19 وبا سمیت کسی بھی قسم کے حالات میں جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔

19 جون۔ ایچ آر سی پی نے کراچی میں محنت کشوں کے حقوق کے کارکن اور جیے سندھ قومی محاذ (آر یسر) کے رکن 22 سالہ نیاز حسین لاشاری کے ماورائے عدالت قتل کی شدید مذمت کی ہے۔ بنیادی طور پر ضلع شکارپور کے قصبے دکھن سے تعلق رکھنے والے نیاز حسین لاشاری کو کراچی میں دہشت گردی کے الزامات پر گرفتار کیا گیا، مگر بعدازاں رہا کر دیا گیا۔ 10 جنوری 2019 کو حیدرآباد میں انسداد دہشت گردی کی عدالت میں پیشی کے بعد وہ احاطہ عدالت سے نکلے ہی تھے کہ نامعلوم افراد نے اُنہیں اغوا کر لیا۔ 16 جون 2020 کو گلشن حدید کراچی میں سڑک کنارے اُن کی گولیوں سے چھلنی، تشدد زدہ نعش ملی۔

یہ طرزِ عمل، جو کہ اب ایک معمول بن گیا ہے، شفاف سماعت اور باضابطہ قانونی کارروائی کے آئینی حق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ نیاز حسین لاشاری کے قتل کی شفاف اور آزادانہ تحقیقات کروائی جائے۔

21 جولائی۔ ایچ آر سی پی پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے اس مطالبے کی تائید کرتا ہے کہ وفاقی حکومت سینئر صحافی مطیع اللہ جان کی بحفاظت رہائی کے لیے فوری اقدامات کرے۔ انہیں آج اسلام آباد کے ایک کالج کے باہر، جہاں ان کی اہلیہ پڑھاتی ہیں، سے اغوا کر لیا گیا۔ ایچ آر سی پی کو میڈیا کو کنٹرول کرنے، آزادانہ رائے کا گلا گھونٹنے اور سیاسی اختلاف رائے کو دبانے کی بڑھتی کوششوں پر سخت تشویش ہے۔ ایسے اقدامات کے باعث ایک مسلسل خوف کی

فضا قائم ہے۔

30 اگست: جبری گمشدگیوں کے عالمی دن کے موقع پر، ایچ آر سی پی نے حکومت کو جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کے اس کے وعدے کی یاددہانی کروائی ہے۔ نہ صرف اس ظالمانہ سرگرمی کو ایک الگ جرم قرار دیا جائے اور مجرموں کا سخت محاسبہ کیا جائے، بلکہ متاثرین اور ان کے اہل خانہ کو بھی اس ظلم کے بدلے میں معاوضہ دیا جائے جس کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ امر بھی تشویش کا باعث ہے کہ کئی افراد جنہیں مختصر عرصے کے لیے جبری گمشدہ کیا گیا، کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں اپنا کام چھوڑ دینے کی کامیاب تنبیہ بھی کی گئی چاہے ان کا کام قوم پرست تحریک سے متعلق تھا یا اس کا تعلق انسانی حقوق یا تنقیدی صحافت سے تھا۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ جبری گمشدگیوں پر 2010 کے عدالتی کمیشن کے نتائج عوام کے سامنے لائے جائیں اور سی او ائی ڈی میں اصلاحات لاکرا سے ایک خودمختار ٹربیونل بنایا جائے جو صرف تحقیقات ہی نہیں بلکہ انصاف بھی کرسکے۔

جمہوری عمل میں شمولیت

5 نومبر۔ سیاسی منظرنامے کو مفاہمت اور اتفاقِ رائے کے رنگ سے رنگنے کے بجائے، حکومت کے بعض اراکین نے سیاسی حزبِ اختلاف پر غدّاری کے سنگین الزامات عائد کیے ہیں۔ وفاقی وزیرِ داخلہ ریٹائرڈ بریگیڈیر اعجاز شاہ کی سیاسی حزب اختلاف کو تنبیہ کہ ان کا بیانیہ دہشت گردوں کے حملوں کو دعوت دے گا، غیر ذمہ دارانہ اور خطرناک ہے۔ اسی طرح، سابق سپیکر قومی اسمبلی محترم ایاز صادق کو ہندوستانی پائلٹ ابھینندن کے روپ میں پیش کر کے ان کے خلاف مہم چلانا قابل مذمت ہے۔ ایچ آر سی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پختہ سوچ اپنائے اور خوراک کی تیزی سے بڑھتی قیمتوں ایسی صورت حال میں عام شہریوں کی معاشی ضروریات پوری کرنے، جبری گمشدگیوں کے خاتمے، عورتوں اور بچوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد پر قابو سمیت انسانی حقوق کے دیگر مسائل پر توجہ دے۔

16 نومبر: آزاد انتخابی جائزہ کاروں، اور چار واقعات میں ایچ آر سی پی کے جائزہ کاروں کی ٹیم کو گلگت میں ووٹوں کی گنتی کے دوران پولنگ سٹیشنوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کے علاوہ، ایچ آر سی پی کی ٹیم کو شیر قلعہ، غذر-1 (جی بی اے-19) کے ایک پولنگ سٹیشن میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ کم از کم دو واقعات میں ایچ آر سی پی کی ٹیم کو اطلاعات موصول ہوئیں کہ گانچھے اور دیامر کے اضلاع میں خواتین پولنگ سٹیشنوں میں کچھ ووٹروں نے ایک سے زیادہ مرتبہ ووٹ ڈالا۔ کچھ امیدواروں نے دعویٰ کیا کہ علی امین گنڈا پور، مراد سعید اور سیف اللہ نیازی سمیت حکمران جماعت کے کچھ اراکین نے گلگت- بلتستان میں انتخابی مہم جاری رکھی جو الیکشن ایکٹ 2017 کی خلاف ورزی ہے۔ جی بی اے-18، دیامر-4 سے پی پی پی کی امیدوار سعدیہ دانش کو مبینہ طور پر جان سے مارنے کی دھمکیاں موصول ہوئیں جس کے نتیجے میں وہ انتخابی مہم کے لیے اپنے حلقے میں نہ جاسکیں۔ ایچ آر سی پی کے لیے یہ بات باعث تشویش ہے کہ کل پولنگ کا وقت ختم ہونے کے بعد بڑے پیمانے پر ہوائی فائرنگ کی گئی۔ ایچ آر سی پی وفاقی حکومت، حزب اختلاف اور مقامی انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ یقینی بنائیں کہ نتائج کا اعلان کیے جانے کے دوران بڑھتے ہوئے

ضمیمہ - 4

تناؤ کے تناظر میں گلگت پرامن رہے۔

بنیادی آزادیاں

14 فروری۔ایچ آرسی پی کو شدید تشویش ہے کہ وفاقی حکومت نے سوشل میڈیا کے ذرائع کو منضبط کرنے کے لیے کئی ضوابط منظور کیے ہیں۔ یہ اقدام جو سول سوسائٹی کے اداروں کی مشاورت کے بغیر کیا گیا ہے، مکمل طور پر ناجائز ہے۔ ایسے وسیع اقدامات ایسے آن لائن مواد کو ہٹانے کا جواز فراہم کریں گے جو ریاستی پالیسیوں کے ناقد ہیں یا ان انکرپٹڈ معلومات تک رسائی دیں گے جس سے عام صارف کی ذاتی معلومات محفوظ نہیں رہیں گی۔ ایسے حالات میں جبکہ پرنٹ اور الیکٹرانک ذرائع ابلاغ پہلے ہی مکمل سنسرشپ کی لپیٹ میں ہیں، ایسے سخت ضوابط کا اطلاق شہریوں سے وہ جگہ بھی لے لے گا جو انہیں ایسی معلومات لینے کے لیے میسر ہے جو مرکزی ذرائع ابلاغ نہیں دیتے یا نہیں دے سکتے۔ ایچ آرسی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے۔

6 مارچ: ایچ آرسی پی عورت مارچ کی غیر مشروط حمایت کا اعلان کرتا ہے، اور مارچ میں خلل ڈالنے اور اس کے منتظمین اور حامیوں کو بدنام کرنے یا دھمکانے کی کسی بھی کوشش کی مذمت کرتا ہے۔ عورت مارچ کا نظریہ ان اقدار کی عکاسی کرتا ہے جن کی ایچ آرسی پی مسلسل حمایت کرتا رہا ہے، جن میں سب کی شمولیت، امن، جمہوریت، اور جنس، طبقہ، لسانی شناخت، معذوری، مذہب یا عقیدے، اور جنسی شناخت سے قطع نظر تمام افراد کے وقار کا تحفظ شامل ہے۔ ہزاروں نوجوان خواتین، خواجہ سرا افراد، اور مرد خواتین کے عالمی دن کے موقع پر جمع ہو کر اپنے پرامن اجتماع کا حق استعمال کریں گے اور راسخ امتیازی حیثیت کو کو چیلنج کریں گے۔ یہ کوئی قابل مذمت نہیں بلکہ فخر کی بات ہے اور ریاست اور شہریوں دونوں کو اس کی مکمل حمایت کرنی چاہیے۔

9 مئی۔ ایچ آرسی پی نے وزارت مذہبی امور اور بین المذاہب ہم آہنگی کی سَمری پر کابینہ کے فیصلے کے ذریعے قومی اقلیتی کمیشن کی تشکیل ہونے پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ مجوزہ تشکیل تمام متعلقہ فریقین کی شمولیت کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چونکہ یہ کمیشن کسی قانون سازی کے نتیجے میں قائم نہیں ہوا اس لیے یہ قومی کونسل برائے اقلیتی حقوق کا متبادل ثابت نہیں ہو سکتا جس کے قیام کا حکم 2014 میں عدالتِ عظمیٰ کے تاریخ ساز تصدق جیلانی فیصلے میں دیا گیا تھا۔ اس کمیشن میں، نوکر شاہی کے حاضر سروس افسران اور اکثریتی برادری کے نمائندوں کی بڑی تعداد نے اقلیتی نمائندگی کو غیر مؤثر کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ، جماعت احمدیہ کو نمائندگی لینے پر سوچ بچار کرنے کا موقع تک نہ دینا عقیدے کی بنیاد پر ظلم وستم کی طویل اور افسوسناک داستان کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔

10 جون۔ ایچ آرسی پی کو ماہرین تعلیم کے خلاف چلنے والی مذموم مہم پر شدید تشویش ہے۔ اس سے قبل، شاہ عبدالطیف جامعہ خیرپور کے پروفیسر ساجد سومرو کو مذہب کی تضحیک اور بغاوت کے الزامات پر گرفتار کیا گیا ہے۔ حیدرآباد میں انسانی حقوق کی نامور کارکن، ڈاکٹر عرفانہ ملاح نے واقعے پر افسوس کا اظہار کیا تو اس کے فوری بعد اُنہیں بھی مُلاؤں اور

ضمیمہ - 4

سیاسی گروہوں کی زیر قیادت ایک بیہودہ مہم کا نشانہ بنایا گیا جس میں اُن پر تضحیک مذہب کا مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی ایسی تمام کوششوں کی مذمت کرتا ہے جن کا مقصد من گھڑت وجوہ پر دانشوروں کو نشانہ بنا کر تعلیمی آزادی کا گلا گھونٹنا ہے۔ ریاست کو اپنے شہریوں کی سلامتی کو یقینی بنانا ہوگا اور آزاد آوازوں کو خاموش کرنے یا ذاتی جھگڑے نبٹانے کے لیے تضحیک مذہب اور بغاوت کے قوانین کے غلط استعمال کو روکنا ہوگا۔

24 جولائی۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید تشویش ہے کہ پنجاب تحفظ بنیاد اسلام ایکٹ 2020 کا مقصد (دیگر مواد کے علاوہ) ایسی کتب کی اشاعت پر پابندی عائد کرنا ہے جو غیر اخلاقی، مذہبی لحاظ سے توہین آمیز، یا ریاست مخالف تصور کی جاتی ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ جنرل تعلقات عامہ کو یہ اختیار دینا کہ وہ تمام شہریوں کے ایما پر فیصلہ کرے کہ کونسا 'مواد قابل اعتراض' ہے، ناقابل قبول امر ہے۔ یہ توقع رکھنے کی معقول وجہ بھی ہے کہ نئے ایکٹ کی دفعہ (و) مذہبی اقلیتوں اور فرقوں کے خلاف بھی استعمال ہوگی۔

ایچ آر سی پی کے لیے یہ امر بھی تشویش کا باعث ہے کہ پنجاب نصاب و درسی کتب بورڈ نے ایسی دس ہزار کتابوں پر، بورڈ کے بقول 'تنقیدی نظر ثانی' شروع کر دی ہے جو صوبے بھر کے نجی سکولوں میں پڑھائی جا رہی ہیں اور بورڈ پہلے ہی سے 100 کتابوں پر غیر معقول وجوہ کی بنیاد پر پابندی عائد کر چکا ہے۔ بورڈ کے مینیجنگ ڈائریکٹر نے پریس کانفرنس میں جو وجوہ بیان کی ہیں اُن میں سے ایک بھی مواد پر پابندی عائد کرنے، ناشرین کو سزا دینے اور تنقیدی سوچ پر بندش لگانے کی معقول وجہ تصور نہیں کی جاسکتی۔

11 اگست۔ اقلیتوں کے قومی دن کے موقع پر، ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ ریاست اور معاشرے دونوں کو جناح کے اس نقطہ نظر کے حوالے سے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے کہ مذہب یا عقیدہ ایک ذاتی معاملہ ہے اور اس بنا پر شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جانا چاہیئے۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ سپریم کورٹ کے 2014 کے فیصلے پر عمل درآمد کیا جائے جو مذہب یا عقیدے کے نجی طور پر یا کھلے عام بلا جبر اظہار کے حق کا تحفظ کرتا ہے۔ اس حوالے سے ایک جرآت مندانہ اور بنیادی اقدام یہ ہوگا کہ آئین میں اس طرح سے ترمیم کی جائے کہ یہ جناح کی 11 اگست کی تقریر جو انہوں نے پہلی قانون ساز اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر کی تھی، کی عکاسی کرے۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت 2020 میں تشکیل دیے گئے بے اثر قومی اقلیتی کمیشن کی جگہ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق ایک خود مختار قومی کمیشن قائم کرے۔ یکساں قومی نصاب، جو اس آئینی ضمانت کے خلاف ہے کہ مذہبی اقلیت کے کسی بھی رکن کو کسی ایسی 'مذہبی تعلیم کے حصول' پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کا ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہ ہو، میں تبدیلی کی جائے تاکہ اس بات کی عکاسی ہو کہ یکساں معیار تعلیم اور یکساں نصاب دو الگ باتیں ہیں۔

5 ستمبر۔ ایچ آر سی پی کو فرقہ وارانہ اور مذہبی اقلیتوں، خاص طور پر شیعہ برادری کے خلاف توہین مذہب کے مقدمات کی حالیہ لہر، اور اس کے نتیجے میں فرقہ وارانہ تشدد پیدا ہونے کے خدشے پر شدید تشویش ہے۔ موصول شدہ اطلاعات کے مطابق، صرف پچھلے ایک ماہ کے دوران 40 سے زائد مقدمات درج ہوئے ہیں۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ ریاست نے مذہب کی توہین کے ملزمان کو مشتعل بلوائیوں اور قانون وضوابط کی خامیوں سے بھری سماعتوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر، انسانی حقوق کے عالمی قانون کے تحت خود پر عائد ذمہ داریوں سے عملی طور پر دستبرداری اختیار کر لی ہے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ ریاست تمام شہریوں کے مذہب یا عقیدے کے حق کا تحفظ کرے۔ پولیس کو بھی چاہیے کو وہ مذہب کی توہین کے مقدمات کے اندراج میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا کرے، جب اسے اچھی طرح علم ہے کہ ان مقدمات کے انتہائی حساس نتائج برآمد ہوتے ہیں اور یہ کہ ایسی شکایات اکثر من گھڑت الزامات اور ذاتی جھگڑوں پر مبنی ہوتی ہیں۔

2 اکتوبر۔ ایچ آر سی پی نے پیمرا کے حالیہ حکم نامے کو انتہائی تشویشناک قرار دیا ہے جس میں ذرائع ابلاغ کو 'اشتہاری مجرموں اور مفرور ملزمان' کے انٹرویوز اور عوامی خطابات کو نشر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اقدام نہ صرف شہریوں کے حق اظہار کی خلاف ورزی کرتا ہے جو انہیں آئین کی شق 19 کے تحت حاصل ہے، بلکہ عوام کے جاننے کے حق کے بھی منافی ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں ایسے حکم نامے ان لوگوں کی طرف سے جابرانہ سنسرشپ کی عکاسی کرتے ہیں جو ایک خاص حالت میں اس کی وکالت کرتے ہیں جب اس سے انہیں کچھ حاصل ہو رہا ہو اور اس سے اس وقت لاتعلق ہو جاتے ہیں جب یہ ان کے لیے لاحاصل ہو۔ ایچ آر سی پی نے پاکستان میں بڑھتی ہوئی سنسرشپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ یہ حکم نامہ فوری طور پر واپس لیا جائے اور حکومت سنسرشپ کو اس فاشسٹ انداز میں اور قوت بخشنے سے گریز کرے۔

17 اکتوبر۔ اگرچہ گوجرانوالا میں پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کی سیاسی ریلی کے دوران پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کی کھلی خلاف ورزیاں دیکھنے میں نہیں آئیں مگر ریلی سے پہلے ملنے والی ایسی اطلاعات ہیومن ایچ آر سی پی کے لیے پریشانی کا سبب تھیں جن سے ظاہر ہوا تھا کہ ریاست نے اس حق کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایچ آر سی پی کے ذرائع نے بتایا ہے کہ انتظامیہ اور نجی شہریوں کی جانب سے کچھ سیاسی کارکنان اور ریلی کے منتظمین کو ہراساں یا گرفتار کیا گیا، ان کے گھروں پر چھاپے مارے گئے، کارنر میٹنگوں کو منتشر کیا گیا اور پوسٹرز اور ہورڈنگز کو ہٹایا گیا۔ ایچ آر سی پی حکومت کو باور کرانا چاہتا ہے کہ پرامن اجتماع ایک حق ہے جس کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، نہ کہ کوئی خاص رعایت جو کہ حکومت کی صوابدید پر عطا کی جاتی ہے۔

پس ماندہ طبقوں کے حقوق

24 جنوری: ایچ آر سی پی نے خطرات سے دوچار وکلا کے دسویں سالانہ دن جس کا 2020 میں توجہ کا مرکز پاکستان ہے، کے موقع پر آج اپنے سیکرٹریٹ میں ایک گول میز کانفرنس منعقد کی۔ شریک وکلا نے اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے کہا کہ انہیں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی نمائندگی کرنے پر اپنے پیشہ ور ساتھیوں کی کھلی دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض نے کہا کہ ایذارسانی یا حراستی موت کے مقدمات کی پیروی کرنے پر ریاستی ایجنسیاں ڈراتی دھمکاتی ہیں۔ سیاسی لحاظ سے حساس کیسز جیسے کہ جبری گمشدگیاں بھی وکلا کو خطرات سے دوچار کرتے ہیں۔ ایک

ضمیمہ - 4

اہم اتفاق رائے یہ تھا کہ خواتین وکلا اور مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے وکلا کو نہ صرف ان کے مرد ساتھیوں بلکہ ججوں کی طرف سے ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایچ آر سی پی کی کونسل رکن اور سینئیر وکیل حنا جیلانی نے کہا کہ وکیل ریاست اور عدلیہ کے ساتھ مل کر کام کریں تاکہ وہ انہیں ان دھمکیوں کے متعلق حساس کرسکیں اور بہتر کردار ادا کرسکیں۔

31 جنوری: ایچ آر سی پی کے زیر اہتمام محنت کشوں کے حقوق پر منعقد ہونے والے ایک کنونشن میں شریک مقررین کی متفقہ رائے تھی کہ لیبر یونینوں کے استحکام، پیشگی (پیشگی ادائیگی) کی ظالمانہ رسم کے خاتمے، ضلعی نگران کمیٹیوں کو از سرِ نو فعال بنا کر اور کم از کم اجرت میں مہنگائی کے تناسب سے اضافہ کرکے مزدوروں کو طاقتور بنانا انتہائی ضروری ہے۔ ایچ آر سی پی کے کونسل رکن نذیر احمد لیبر یونین کی رکنیت میں تیزی سے ہونے والی کمی پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ایچ آر سی پی جنوبی پنجاب سمیت پاکستان بھر کے گروی مزدوروں اور کسانوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ ویمن رائٹس آرگنائزیشن کی ڈائریکٹر شائستہ بخاری نے کہا کہ جاگیرداروں کے گھروں میں کام کرنے والی چھوٹی بچیاں اکثر گروی مزدور ہوتی ہیں۔ ضلعی نگران کمیٹی کی رکن منیزہ ہاشمی نے کہا خواتین گروی مزدوروں کو اکثر کسی مرد رشتہ دار کے نام سے ملازم رکھا جاتا ہے اور وہ اپنے قانونی حقوق سے آگاہ نہیں ہوتیں۔

30 اپریل۔ اپنی اہم سالانہ رپورٹ *2019 میں پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال* کے آن لائن اجرا کے موقع پر ایچ آر سی پی نے کہا کہ وسیع پیمانے پر پھیلے سماجی و معاشی امتیاز نے سماج کے کمزور ترین طبقوں کو اُس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے وہ نہ کسی کو نظر آرہے ہیں نہ اُن کی کہیں آواز سُنی جارہی ہے۔ پاکستان اپنے کمزور ترین شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے: بلوچستان کی کانوں میں مشقت کرنے والے بچوں سے جنسی زیادتی کی اطلاعات سامنے آئیں، جبکہ چھوٹے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی، اُن کے قتل اور لاشیں پھینکے جانے کی اطلاعات خوفناک معمول بن گئی ہیں۔ عورتوں کو 'غیرت' کے ساتھ سماج کے لگاؤ کی بھینٹ چڑھانے کی روایت جاری رہی، اور 'غیرت' کے جرائم کی زیادہ تعداد کے حوالے سے پنجاب سرفہرست تھا۔ اسی طرح، پاکستان میں اُنہیں محفوظ نہیں کیا جارہا جن کے تحفظ کی اس پر ذمہ داری عائد ہے: ملک کی انتہائی پرہجوم جیلوں میں قیدیوں کو غیر انسانی حالات میں رکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔

کئی صحافیوں نے بتایا کہ ریاستی پالیسیوں پر تنقید کرنا اور زیادہ مشکل ہوگیا ہے۔ لوگوں کے "لاپتا" ہونے کی اطلاعات سامنے آتی رہیں۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ حکومت جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کا اپنا عہد پورا کرے۔ بالکل اسی طرح، ابھی تک فعال حراستی مراکز کو کسی بھی طرح سے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مذہبی اقلیتیں مذہب اور عقیدے کی آزادی سے لطف اندوز ہونے سے محروم رہیں جس کی آئین نے اُنہیں ضمانت نے رکھی ہے۔

اگرچہ پاکستان نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی فوجی حکمران کو سنگین بغاوت کے جرم میں سزا ہوتے دیکھا ہے لیکن آئین کی پاسداری اَب بھی فکرمندی کا سبب بنی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر، پنجاب، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں مقامی حکومتوں کے انتخابات میں طویل تاخیر کو دیکھیں تو پھر یہی ثابت ہوتا ہے کہ دفعہ 140-الف کا مؤثر اطلاق نہیں

ضمیمہ-4

ہو پایا۔طلبا تنظیموں کی بحالی کا مسئلہ اور ٹریڈ یونینوں کے لیے سکڑتی فضا بدستور پریشانی کا سبب ہے۔

3 مئی۔ایچ آر سی پی نے اپنی سالانہ رپورٹ 2019 میں *انسانی حقوق کی صورت حال* پر وزارت انسانی حقوق کے باضابطہ ردعمل کو خوش آئند قرار دیا ہے۔ وزارت کے بیان میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ایچ آر سی پی نے بعض اہم معاملات اجاگر کیے ہیں۔حکومت اور انسانی حقوق کے خود مختار اداروں کے درمیان بامعنی میل جول کے لیے یہ ایک حوصلہ افزا پیش رفت ہے۔البتہ، وزارت کے ردعمل میں حقائق سے متعلق چند غلطیاں ہیں جن کی درستی ضروری ہے۔

وزارت کے مشاہدات کے برعکس، رپورٹ میں بچوں سے زیادتی کے خاتمے کے تناظر میں زینب الرٹ، ریکوری و ریسپانس بل 2019 کا خاص ذکر کیا گیا ہے (صفحات نمبر 7، 230)۔مارچ 2019 میں اس بل کی منظوری ہوئی تھی جس کا ذکر ایچ آر سی پی کی 2020 کی رپورٹ میں کیا جائے گا۔اس کے علاوہ، رپورٹ میں اُس کمیشن کا حوالہ موجود ہے جو قیدیوں کی شہری آزادیوں کے مشاہدے کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ کے حکم پر تشکیل دیا گیا تھا (صفحہ 216)؛ ایچ آر سی پی کے دو سینئیر اراکین بھی اس کمیشن کا حصہ ہیں۔آسیہ بی بی اور وجیہہ الحسن کی توہین رسالت کے مقدمات میں رہائی بھی رپورٹ کا حصہ ہے (صفحات 12، 40 اور 209)، اور کرتار پور راہداری کھلنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے (صفحات 10، 33 اور 36)۔اسی طرح، صحافیوں اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کے تحفظ کا ایکٹ 2020 میں منظور ہو گیا تو اُسے بھی پوری طرح تسلیم کیا جائے گا۔ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں سال 2019 کے دوران وفاق کے زیر انتظام علاقوں اور صوبوں میں انسانی حقوق کی صورت حال کی مجموعی تصویر پیش کی گئی ہے نہ کہ صرف کسی ایک سرکاری وزارت کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا ہے۔کمیشن کی اس کاوش کا واحد مقصد ریاست اور موجودہ حکومت کو اُن کی آئینی ذمہ داریوں اور عالمی وعدوں کی یاددہانی کروانا ہے۔ایچ آر سی پی اپنی رپورٹ کے نتائج پر قائم ہے اور امید کرتا ہے کہ حکومت اُن تحفظات کا ازالہ کرے گی جنہیں رپورٹ میں اجاگر کیا گیا ہے۔

17 مئی۔ایچ آر سی پی نے وزیرستان کے ایک گاؤں میں دو نوعمر لڑکیوں کے سفاکانہ قتل کی شدید مذمت کی ہے۔مقتولہ لڑکیوں کی سوشل میڈیا پر ایک ویڈیو منظر عام پر آنے کے بعد اُن کے خاندان کے کسی فرد نے اُنہیں 'عزت' کے نام پر قتل کر دیا۔فوجداری قانون (ترمیمی) (عزت کے نام پر ہونے والے جرائم) ایکٹ 2016 کی منظوری کے باوجود، ایسے کوئی شواہد دستیاب نہیں جو ظاہر کر سکیں کہ 'عزت' کے نام پر جرائم کی تعداد اور قبولیت میں کمی واقع ہوئی ہے۔اس قسم کے فرسودہ اور انتہائی خطرناک تصورات اب بھی رائج ہیں کہ 'عزت' عورتوں کے جسم سے جڑی ہوئی ہے اور 'عزت' کے نام پر جرائم اب بھی پاکستان بھر میں پیش آرہے ہیں، اور حال یہ ہو کہ مجرم 'عزت' کے نام پر جرائم سرزد کیے جا رہے ہوں اور اُنہیں محاسبہ سے بھی تحفظ حاصل ہو تو پھر تبدیلی کے لیے صرف قوانین کی منظوری ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ اور بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر بھی شدید تشویش ہوئی ہے کہ کئی ایسے لوگوں کو دھمکایا گیا اور اُن کا مذاق اڑایا گیا ہے جنہوں نے سوشل میڈیا پر وزیرستان میں ہونے والے دہرے قتل کے خلاف آواز اٹھائی۔ریاست کو ہر ایک شخص پہ واضح کرنا ہوگا

کہ وہ اس بہیمانہ روایت کی حمایت کو کسی صورت برداشت نہیں کرے گی۔

مقامی انتظامیہ کو ویڈیو میں نظر آنے والی تیسری لڑکی اور ایک شخص کے تحفظ اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کرنا ہوں گے۔ ریاست کو سابق وفاقی انتظامی قبائلی علاقوں میں انسانی حقوق کے تحفظ کا عزم ظاہر کرنے کے لیے بھی ٹھوس اقدامات کرنا ہوں گے تاکہ یہ یقینی ہو سکے کہ انسانی سلامتی کو 'قومی سلامتی' پر ترجیح حاصل ہے۔

18 مئی۔ این سی ایچ آر کی بحالی میں حکومتی عدم دلچسپی ایچ آر سی پی کے لیے شدید مایوسی کا باعث ہے۔ این سی ایچ آر ایک برس پہلے اپنے چیئرپرسن کی مدت ختم ہوجانے کے بعد سے اب تک غیر فعال ہے۔ نہ تو چیئرپرسن اور نہ ہی کمیشن کے دیگر اراکین کو توسیع دی گئی، اور نہ اُن کی جگہ نئے افراد کا تقرر کیا گیا ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ این سی ایچ آر اور قومی کمیشن برائے حقوق نسواں جو کہ این سی ایچ آر ہی کی طرح کئی ماہ سے غیر فعال ہے، جیسے اداروں کی بحالی میں طویل تاخیر ایسے معاملات میں سرکار کی غلط ترجیحات کی عکاسی کرتی ہے جو پیرس اصولوں کی روشنی میں انسانی حقوق کے خودمختار نظام کی تشکیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

15 جولائی۔ ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ مشن کے بعد ایچ آر سی پی کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ خواتین کی زندگی اور تحفظ کے اپنے حق سے ناواقفیت، خواتین کے لیے مخصوص پولیس اور دیگر خدمات تک عدم رسائی، اور وٹا سٹا جیسی روایات کا ایک اور خاتون نشانہ بن گئی ہے۔ وڈا چاچڑ گاؤں کی رہائشی وزیراں نامی جواں سال خاتون کی مسخ شدہ لاش 28 جون کو انڈس ہائی وے کے کنارے ملی۔ وہ بظاہر موت کے وقت دو ماہ کی حاملہ تھی۔ اب تک تین ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کا ماننا ہے کہ یہ انتقامی کارروائی تھی جس کا ممکنہ طور پر تعلق وٹا سٹا کی شادی سے تھا۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہوئی کہ گاؤں کے کئی رہائشی اس قتل کو 'حادثہ' یا 'خودکشی' قرار دے رہے تھے، باوجود اس کے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں اس بات کی نشاندہی ہوئی تھی کہ اسے بھاری اور تیز دھار آلے سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ ایچ آر سی پی پولیس اور مقامی انتظامیہ پر زور دیتا ہے کہ وہ واقعے کی مکمل تحقیقات کریں۔ ایچ آر سی پی حکومت سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خواتین پولیس ڈیسک تشکیل دے جس کے عملے میں ایسے تربیت یافتہ پولیس افسران شامل ہوں جو قانون اور طریق ہائے کار کا مکمل علم رکھتے ہوں، خاص طور پر انسانی حقوق کے تناظر میں۔ طویل المدت طور پر، یہ ضروری ہے کہ کمیونٹیز کو خواتین کے خلاف وسیع پیمانے پر ہونے والے تشدد کے واقعات کے حوالے سے منظّم اور مؤثر طور پر حساس بنایا جائے تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جا سکے کہ ایسے واقعات کسی بھی حالات میں قابلِ قبول نہ ہوں۔

9 نومبر۔ اپنے چونتیسویں سالانہ عمومی اجلاس (اے جی ایم) کے اختتام پر، ایچ آر سی پی کی جنرل باڈی نے ریاست سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے میدان میں اپنی کارکردگی بہتر کرے۔ اس ضمن میں، آزادیِ اظہار کے تحفظ کو یقینی بنانے، اور سیاسی اختلاف کو دبانے کے لیے لوگوں کو غدّاری و دہشت گردی کے الزامات میں ملوث کرنے اور

ضمیمہ - 4

انہیں اٹھا کر غائب کرنے کے رجحان کے خاتمے پر خصوصی توجہ دے۔ ایچ آر سی پی نے ریاست سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ صحت کے حق اور سماجی تحفظ کو بنیادی حقوق کا درجہ دینے کا اخلاقی فریضہ نبھائے۔ کمیشن نے حکومت پر قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے نئے چیئرپرسن کے تقرر اور ادارے کی مکمل فعالی و مالیاتی خودمختاری کو یقینی بنانے پر بھی زور دیا ہے۔

ایچ آر سی پی نے عورتوں، بچوں اور خواجہ سراؤں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد نیز شیعہ برادری کے خلاف مذہب کی توہین کے مقدمات میں تیزی پر تشویش کا اظہار کیا۔ کمیشن جو آرزو راجا کے واقعے پر گہری نظر رکھے ہوئے ہے، نے پر زور مطالبہ کیا ہے کہ مذہب کی جبری تبدیلی پر فی الفور قابو پایا جائے۔ کمیشن نے احمدی برادری کے خلاف جاری وساری ظلم پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

کمیشن نے لاہور میں ایک احتجاجی مظاہرے کے بعد دو کسانوں کی ہلاکت کی مذمت کی ہے۔ اس نے مطالبہ کیا ہے کہ ریاست بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی کانوں میں کام کے حالات میں بہتری لانے کے لیے عملی اقدامات کرے۔

سندھ اور بلوچستان کے دو ساحلی جزائر کو اپنی ملکیت میں لینے کے وفاقی حکومت کے فیصلے پر ایچ آر سی پی نے شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ فیصلہ ہزاروں ماہی گیروں کو روزگار سے محروم کر دے گا۔ کمیشن نے خیبر پختونخوا میں ضم ہونے والے نئے اضلاع میں اصلاحات کی سست روی نیز عورتوں کی نقل و حرکت اور تعلیم پر بڑھتی ہوئی شدت پسندی کے منفی اثرات پر فکرمندی کا اظہار بھی کیا ہے۔

اس کے علاوہ، ایچ آر سی پی نے زور دے کر کہا ہے کہ گلگت- بلتستان کے باشندوں کو انہی حقوق و آزادیوں سے مستفیض ہونے کا استحقاق حاصل ہے جو آئین کے تحت ملک کے دیگر شہریوں کو حاصل ہیں، اور حکومت سے بابا جان سمیت ضمیر کے تمام قیدیوں کی رہائی مطالبہ کیا ہے۔

ایچ آر سی پی نے تین برس (23-2020) کے لیے 31 اراکین پر مشتمل کونسل کا انتخاب کیا ہے۔ عالمی سطح پر انسانی حقوق کی معروف وکیل اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے لیے اقوام متحدہ کی سابق خصوصی مندوب حنا جیلانی کو کمیشن کا چیئر پرسن منتخب کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے تجربہ کار کارکن اسد اقبال بٹ کو شریک چیئر پرسن، جبکہ نامور صحافی اور ٹریڈ یونین رہنما حسین نقی کو خزانچی منتخب کیا گیا ہے۔ کونسل نے بلوچستان، خیبر پختونخوا، سندھ اور پنجاب کے نئے وائس چیئر پرسنز بھی منتخب کیے ہیں۔

سماجی اور معاشی حقوق

19 جنوری: ایچ آر سی پی کو صفائی ستھرائی پر مامور مزدوروں میں اقدام خودکشی کی بڑھتی اطلاعات پر تشویش ہے۔ ہمارے ذرائع کا کہنا ہے کہ من مانی برطرفیوں اور اجرتوں کی عدم ادائیگی کا سلسلہ کئی ماہ سے جاری ہے۔ ایچ آر سی پی نے خطرناک حالات میں مسلسل کام کرنے والے ایسے مزدوروں سے وفاقی وصوبائی حکومتوں اور میونسپل کارپوریشنوں کی لاتعلقی کی مذمت کی ہے۔ کمیشن ملک بھر میں صفائی ستھرائی پر مامور مزدوروں کی تنظیموں کے ساتھ کام کرنے کا خواہاں

ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی شکایات سنی جائیں اور ان کا منصفانہ اور فوری تصفیہ کیا جائے۔

11 فروری۔ ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان آئی اے رحمان نے ایچ آر سی پی کے اہتمام کردہ پہلا عاصمہ جہانگیر میموریل لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ عاصمہ 'دانشمندی اور دردمندی کی آواز' تھیں۔ غیر محفوظ اور پسے ہوئے طبقوں کی ہمدرد محترمہ جہانگیر کو یاد کرتے ہوئے، محترم رحمان نے لوگوں کے 'معاشی انصاف' کے بنیادی حق پر بات کی۔ جبری مزدوروں، چھوٹے کسانوں سے لے کر لیڈی ہیلتھ ورکرز اور صحافیوں کی مثالیں دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ لوگوں کے معاشی حقوق: حق روزگار، اور کام کے منصفانہ اور مساوی حالات کو 'وسائل کی دستیابی' کے تابع نہیں کرنا چاہیے۔ محترم رحمان نے کہا کہ اگرچہ دستور عوام کے حقوق اور معاشی بہبود کو تحفظ فراہم کرتا ہے مگر یہ انتہائی ضروری ہے کہ ان حقوق کی 'روح' کو محفوظ کیا جائے، انہیں عوام کی دسترس میں لایا جائے اور ان کے 'بتدریج اضافے' کو یقینی بنایا جائے۔ انہوں نے سامعین سے مخاطب ہوئے کہا کہ معاشی انصاف پاکستان کے تمام شہریوں کا بنیادی حق ہے، اور یہ کہ عاصمہ جہانگیر اس طرح کی صورت حال میں خاموش نہ رہتیں۔ ان کا کہنا تھا، ہم سب کا فرض ہے کہ ہم ایک ہوں اور مطالبہ کریں کہ ان حقوق اور دیگر تمام بنیادی حقوق کو تحفظ اور فروغ دیا جائے۔

15 فروری۔ ایچ آر سی پی کے زیر اہتمام سندھ ہاری و مزدور کنونشن میں 1200 سے زائد کسان، مزدور، گھریلو مزدور، صفائی ستھرائی پر مامور مزدور اور انسانی حقوق کے دفاع کار اکٹھے ہوئے۔ مزدوروں کے حقوق کے کارکنوں جن میں حیدرآباد کے نزدیک مزدور کیمپوں سے تعلق رکھنے والے مرد اور عورتیں شامل تھیں، نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ بڑھتی ہوئی مہنگائی جس نے ان کے لیے آٹے اور چینی کا حصول ناممکن بنا دیا ہے، کا احساس کرے اور اس سے نبٹنے کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔

مقررین میں مزدوروں کے حقوق کے کارکنان منو بھیل، راجو اور لالی، سندھ مزارعت حقوق کمیٹی کے کنوینر تاج مری، سندھ ہاری کمیٹی کے نائب صدر ثمر حید جتوئی، نامور ہاری رہنما دادا علی بخش، ٹریڈ یونین لیڈر محبوب علی قریشی اور گھروں میں کر کام کرنے والے مزدوروں کی نمائندہ جمیلہ شامل تھیں۔

ایچ آر سی پی کی کونسل رکن حنا جیلانی، اعزازی ترجمان آئی اے رحمان، سندھ کے وائس چیئر اسد اقبال بٹ اور سیکریٹری جنرل حارث خلیق نے شرکا کو یقین دلایا کہ کمیشن ملک بھر میں مزدوروں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرتا رہے گا۔

کنونشن اس متفقہ قرارداد کے ساتھ اختتام پذیر ہوا کہ حکومت اس امر کا احساس کرے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی، بے روزگاری، قیمتوں میں بے تحاشا اضافے نے مزدور طبقے کو کچل کر رکھ دیا ہے۔ اسے ہنگامی صورت حال سمجھنا چاہیے۔ حکومت کو اپنی ناکامی کا اعتراف کر کے اپنی معاشی پالیسی میں تبدیلی لانا ہوگی۔ پاکستان کے جاگیردارانہ اور اجارہ دارانہ معاشی نظام کو عوام دوست معاشی نظام سے بدلا جائے۔

بہتر روزگار، صحت اور تعلیم آئینی حقوق ہیں جن کا ریاست کو تحفظ کرنا چاہیے۔ ہر سرکاری و نجی شعبے میں کم از کم سرکاری

ضمیمہ - 4

معاوضے کی ادائیگی ہونی چاہیے۔اس کے علاوہ،عورتوں کو مساوی معاوضہ دیا جائے۔

سندھ ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں، مزارعت ٹربیونل کو افسرشاہی سے لے کر عدلیہ کے حوالے کیا جائے۔ایسے سرکاری اہلکاروں کو سزا دی جائے جو اراضی دستاویزات کے فارم 6 میں کسانوں کے نام درج کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

تمام کسانوں کو ان کے گھروں کے مالکانہ حقوق دیے جائیں۔اس کے علاوہ، کسانوں اور ان کی فصلوں کا بیمہ کیا جائے تاکہ قدرتی یا آدم ساختہ آفت کی صورت میں انہیں مزید غربت بدحالی سے بچایا جائے۔

قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ اقلیتی برادریوں کی کسان عورتوں کے مذہب کی جبری تبدیلی کے سلسلے کو روکا جائے۔

16 فروری۔ ایچ آر سی پی کے زیرِ اہتمام ایک اجلاس میں تھرپارکر کے تمام شعبہ ہائے جات سے تعلق رکھنے والے کارکنان اور پیشہ ور ماہرین نے علاقے میں انسانی حقوق کے کئی مسائل کی نشاندہی کی جن میں پینے کے صاف پانی کا فقدان، مزید ملازمتوں کی ضرورت، ماؤں اور بچوں کو غذائیت بخش خوراک کی کمی، اور مذہب کی جبری تبدیلی شامل ہیں۔

ایچ آر سی پی کے رکن اور انسانی حقوق کے معروف کارکن کرشن شرما نے اجلاس کی نظامت کے فرائض انجام دیے۔ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان آئی اے رحمان، کونسل رکن حنا جیلانی، شریک چیئر عظمیٰ نورانی اور سیکریٹری جنرل حارث خلیق نے شرکا کو یقین دلایا کہ ایچ آر سی پی وفاقی وصوبائی سطحوں پر فیصلہ ساز اداروں اور لوگوں تک اُن کے مسائل پہنچاتا رہے گا۔ایچ آر سی پی برادریوں کے بتائے گئے مسائل پر فیکٹ فائنڈنگ مشن بھی بھیجے گا۔

ایک انتہائی پریشانی کا مسئلہ صاف پانی تک رسائی کا نہ ہونا ہے۔ایک فرد نے کہا کہ واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (واپڈا) نے مختلف مقامات کے لیے صاف پانی کا منصوبہ تو منظور کیا ہے مگر حکومت نے اُسے عملی جامہ نہیں پہنایا۔شرکا کا کہنا تھا کہ تھرکول اور ترقیاتی منصوبوں میں مقامی باشندوں کو اور ملازمتیں ملنی چاہییں، اور یہ کام کرتے ہوئے خیال رکھا جائے کہ کوئلے کے استعمال سے ماحول پر اثرات کو کم کیا جا سکے۔ایک شریک مجلس کا الزام تھا کہ آر او پلانٹ پر پانی کی فراہمی پر مامور عملے کو چھ ماہ سے تنخواہ نہیں ملی۔اس کے علاوہ، اُنہیں سرکار کی طرف سے معین کردہ کم از کم تنخواہ سے بھی کم تنخواہ دی جاتی ہے۔

کئی شرکا کا خیال تھا کہ دور دراز بسنے والی مقامی برادریوں کو صحت کی سہولیات تک رسائی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکھرے ہوئے ہیں اور لوگ ہنگامی صورت حال میں قریب ترین ہسپتالوں تک نہیں پہنچ پاتے۔غذا کی کمی بھی ثقافتی رکاوٹوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، جیسے کہ کم عمری کی شادی، پیدائش کے دوران مناسب وقفے کا نہ ہونا اور عورتوں کو مناسب خوراک کا نہ مل سکنا۔خودکشی کی شرح، خاص کر عورتوں میں، علاقے میں ذہنی صحت کی سہولیات کی عدم دستیابی کے ساتھ مُنسلک ہے۔

ضمیمہ - 4

بھیل اور کولہی برادریوں کے نمائندوں نے کہا کہ وہ پریشان ہیں کہ بالائی ذات کے سیاسی رہنما اُن کی مُوثر سیاسی نمائندگی نہیں کر رہے۔ اجلاس میں شریک عورتوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ ایسی اقلیتی عورتوں کی گزر بسر کے لیے اُن کی امداد کا کوئی نظام وضع ہونا چاہیے جنہیں اسلام قبول کرنے اور مسلم مردوں سے شادی کرنے پر طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ اُنہیں اکثر اپنی برادریوں کی طرف سے بھی ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

17 فروری۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے وفاقی وصوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ سندھ میں کسانوں، مزدوروں، عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ حیدر آباد میں ہاری ومزدور کنونشن اور مٹھی میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور پیشہ ور ماہرین سے ملنے کے بعد، ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید تشویش ہوئی کہ پسماندہ اور مفلوک الحال طبقے مہنگائی اور بے روزگاری کا عذاب جھیل رہے ہیں اور ان پر پڑنے والے منفی اثرات کو کم کرنے کے لیے کسی قسم کے حفاظتی اقدامات کا نظام بھی موجود نہیں ہے۔

سندھ کے لیے ایچ آر سی پی کے مِشن میں اعزازی ترجمان آئی اے رحمان، کونسل اراکین اور عہدیداران حنا جیلانی، اسد اقبال بٹ اور عُظمیٰ نورانی، ڈائریکٹر فرح ضیا اور حارث خلیق شامل ہیں۔

مختلف شعبہ ہائے جات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے ترقیاتی منصوبوں میں مقامی لوگوں کو مزید ملازمتوں کی ضرورت، کام کے سازگار حالات، صحت کی سہولیات تک بہتر رسائی، مذہب کی جبری تبدیلی، صاف پانی کے پائیدار ذرائع کا بندوبست، خاص کر تھر جیسے دور دراز سُوکھے علاقوں میں بَسنے والی برادریوں کے لیے، جیسے معاملات سے مشن کو آگاہ کیا۔ سرکاری ونجی، دونوں شعبوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مزدوروں ... مردوں اور عورتوں، دونوں کو کم از کم سرکاری معاوضہ ضرور دیں اور تنخواہوں کی ادائیگی بروقت کیا کریں۔

چونکہ مزدور طبقے اور مذہبی اقلیتوں میں عورتوں اور بچوں کا تعلق سب سے زیادہ پسے ہوئے طبقوں سے ہے اس لیے ایچ آر سی پی کا حکومت سے پُرزور مطالبہ ہے کہ تمام پالیسی معاملات طے کرتے وقت اُن کی ضروریات کو فوقیت دی جائے۔

18 مارچ۔ ایچ آر سی پی نے عالمگیر وبا کووِڈ 19 کے نتیجے میں ملکی ہیلتھ ایمرجنسی کے غریب، پسے ہوئے لوگوں، خاص کر 'وقتی روزگار' پر گزر بسر کرنے والے دیہاڑی دار مزدروں اور ورکرز پر پڑنے والے شدید منفی اثرات پر نہایت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کم آمدنی والے گروہ اگر بیماری سے بچ بھی جاتے ہیں تو اُنہیں خوراک کے شدید عدم تحفظ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سماجی تحفظ کے انتظامات جیسے کہ تنخواہ سمیت چُھٹی اور طبی فوائد کی کمی کا مطلب یہ ہے کہ مزدوروں اور ان کے گھر والوں کی بہت بڑی تعداد خاص طور پر اس بحران کی زد میں ہے۔

ایچ آر سی پی نے کہا کہ وہ موجودہ حکومت کی معاشی پالیسیوں سے بہت زیادہ مایوس ہے کیونکہ یہ پالیسیاں آبادی کے ایک بڑے حصے کی ضروریات پوری کرنے میں ناکام ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ترجیحات تبدیل کی جائیں اور استحکام

اور پیداوار کے نام پر متمول لوگوں اور اداروں کے لیے شروع کی گئی رعایتی اسکیمیں ترک کر کے عام شہریوں کی فلاح و بہبود کو منصوبہ بندی کا حصہ بنایا جائے۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ اس مشکل گھڑی میں غریب اور دہاڑی دار مزدوروں کو صحت کی مفت سہولیات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے لیے رقم اور خوراک کا بندوبست بھی کیا جائے۔ مزید براں، اس ہنگامی صورت حال میں اگلی صفوں میں کام کرنے والے محکمہ صحت کے لوگوں کو ہر قسم کا حفاظتی ساز وسامان دیا جائے تا کہ وہ اپنا کام محفوظ اور مؤثر طریقے سے کر سکیں۔

22 مارچ۔ ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ حکومت حقوق پر مبنی معاشی اقدامات لینے میں دیر نہ کرے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ ملک بھر میں ہنگامی صورت حال سے نبٹنے والے طبی عملے کو حفاظتی ساز وسامان کی فراہمی کا بندوبست کرے۔ کووِڈ 19 کی ٹیسٹنگ کو قومیا کیا جائے اور اس کی مفت دستیابی یقینی بنائی جائے۔ قرضوں کی ادائیگی میں کم از کم چھ ماہ کی تاخیر کا اعلان کیا جائے اور بینک دولت پاکستان کی مالیاتی پالیسی میں اس طرح کی نظر ثانی ہو کہ شرح سود کم ہو جائے۔ چھوٹے تاجروں کو ضمانت سے آزاد قرضے کی سہولت دی جائے جبکہ صنعتوں پر عائد محصولات اس شرط پر کم کیے جائیں کہ وہ اپنے عملے کو ملازمت سے فارغ نہیں کریں گے۔ احساس اور بینظیر انکم سپورٹ پروگرام موجودہ افراد کے علاوہ، دہاڑی دار مزدوروں کا بھی احاطہ کریں تا کہ ان کا گھر بار بھی فوری چل سکے۔

26 مارچ۔ ایچ آر سی پی نے وفاقی وصوبائی حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ صفائی ستھرائی کے کام پر مامور مزدوروں جو کہ کرونا وائرس کے خلاف جنگ میں بھی ہراول دستے کا کام کر رہے ہیں، کو تمام حفاظتی ساز وسامان دیا جائے تا کہ وہ اپنا کام محفوظ اور مؤثر طریقے سے کر سکیں۔ صفائی ستھرائی کا کام کرنے والے کسی بھی مزدور کو چہرے پر پہننے والے ماسک، قابل تلف دَستانوں، حفاظتی جُوتوں اور ہاتھوں کو صاف کرنے والے سینیٹائزر کے بغیر کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ، اُنہیں ضمانت دی جائے کہ اگر وہ یا اُن کے کُنبے کا کوئی فرد بیمار پڑ گیا تو اُنہیں مفت طبی امداد اور مع تنخواہ بیماری کی چھٹی ملے گی۔ فُضلے کا انتظام اور اسے ٹھکانے لگانا ریاست کے شعبہ صحت کی ہر حکمت عملی کا لازمی جُزو ہے اور، اور ان سخت حالات میں، پاکستان بھر کے تمام میونسپل اداروں اور نجی کمپنیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مزدوروں کی صحت اور بہبود کا خاص خیال رکھیں۔

2 اپریل۔ ایچ آر سی پی حکام کی توجہ اس جانب دلانا چاہتا ہے کہ پس ماندہ طبقے میں خوراک کے راشن اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی میں تاخیر سے پریشانی اور محرومی کا شدید احساس جنم لے رہا ہے۔ وفاقی حکومت کی سطح پر واضح مؤقف کے نہ ہونے سے - وزیر اعظم کا وبا کے حوالے سے مؤقف کچھ اور ہے جبکہ سرکاری اہلکاروں کا کچھ اور - صورت حال اور زیادہ بگڑ رہی ہے۔ نئے ادارے بنانے پر مزید وقت ضائع کیے بغیر، راشن کی تقسیم کے لیے پہلے سے موجود انسانی وسائل بروئے کار لائے جائیں۔

ایچ آر سی پی کا یہ مطالبہ بھی ہے کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں معطل مقامی حکومتیں بحال کی جائیں۔ مقامی حکومتوں کو

ضمیمہ - 4

فعال کیے بغیر، ریلیف دینے کی کسی بھی کاوش کی کامیابی بہت ہی مشکل ہوگی۔

17 اپریل۔ ایچ آر سی پی نے ایک حالیہ کارروائی پر افسوس کا اظہار کیا ہے جس میں اسلام آباد کی ایک آبادی کو زمین بوس کر کے کم از کم 75 گھرانوں کو بے گھر کر دیا گیا ہے۔ گو کہ حکومت نے شعبہ تعمیرات کی امداد کا اعلان کیا ہے لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ فوائد واقعی اُن لوگوں تک پہنچ پائیں گے جو ان کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایسے لوگوں میں غیر رسمی مزدور اور دہاڑی دار محنت کش شامل ہیں جن کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو کچی آبادیوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اس بحران میں، لوگوں سے اُن کا حق رہائش چھیننا قابل مذمت فعل ہے اور حکومت کے پہلے کیے گئے وعدوں کے عین برعکس ہے جن میں غریب لوگوں کو سستی رہائش فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔

20 اپریل۔ ایچ آر سی پی نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ پنجاب میں ہڑتال کرنے والے نوجوان ڈاکٹروں کے جائز مطالبات پر توجہ دے۔ صحت عامہ کے بحران میں ملک کو طبی عملے کی ضرورت سے اُن کا پیشہ ورانہ صحت اور سلامتی کا حق ختم نہیں ہو جاتا نہ ہی اس سے پولیس اہلکاروں کے جبر کو جواز مل سکتا ہے جنہوں نے ہڑتال کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی۔ ڈاکٹروں کا دعویٰ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں طبی عملے کے لیے کورونا وائرس کے معائنے کی سہولیات شدید ناکافی ہیں، اور یہ کہ وزارت صحت ذاتی حفاظتی ساز و سامان صرف اُن ڈاکٹروں اور نرسوں کو مہیا کرتی ہے جو کورونا وائرس تنہائی وراڈز میں کام کرتے ہیں۔ ہڑتالی ڈاکٹروں نے یہ شکایت بھی کی ہے کہ اُن کے وبا سے متاثرہ ساتھی ڈاکٹروں کو خستہ حال وارڈز میں رکھا جا رہا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مریضوں کے وراڈز کی حالت اس سے بھی بری ہوگی۔ ڈاکٹروں کا یہ خوف بھی بڑا پریشان کن ہے کہ اگر وہ اپنے خدشات کے بارے میں ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہیں تو پھر مبینہ طور پر وزارت صحت کے کہنے پر اُنہیں ملازمت سے نکالا جا سکتا ہے۔

23 اپریل۔ جب کہ کووِڈ کے کیسز میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے وفاقی حکومت صحت عامہ کے اس بحران سے جس طریقے سے نمٹ رہی ہے ایچ آر سی پی کو اس پر شدید تشویش ہے۔ وفاقی حکومت کے اقدامات میں کوئی واضح حکمت عملی نظر نہیں آ رہی۔ ایک ایسی واضح حکمت عملی جس کے بغیر وبا پر قابو پانا اور ملک کے پہلے سے کمزور صحت عامہ کے نظام پر بوجھ ہلکا کرنا ممکن نہیں۔ وفاق نے لاک ڈاؤن کے متعلق ملے جلے پیغامات پھیلا کر اور سندھ میں اپنے حامیوں کو صوبائی حکومت کے اقدامات کو اہمیت نہ دینے کی ترغیب دے کر عوام کو تذبذب میں ڈالا ہوا ہے۔

یکم جون۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر شدید تشویش ہوئی ہے کہ حکومت نے مئی میں ایک صدارتی حکم نامہ کے ذریعے کمپنیز ایکٹ 2017 کی دفعہ 459 کو حذف کر کے سرکاری و نجی اداروں میں معذور افراد کا ملازمتوں میں دو فی صد کوٹا ختم کر دیا ہے۔

ستم ظریفی دیکھیے کہ یہ فیصلہ اس وقت لیا گیا ہے جب آئی سی ٹی معذور افراد کے حقوق کے مسودے 2020 کی قومی اسمبلی میں منظوری کو ابھی بمشکل چار ماہ ہی گزرے ہیں۔ یہ ایک ایسا مسودہ تھا جس میں وزیر برائے انسانی حقوق نے

ضمیمہ - 4

خاص دلچسپی لی تھی۔ پاکستان معذور افراد کے معاہدے کا فریق ہے اور یوں اس کی تمام شقوں کی پاسداری کا پابند ہے جن کا تعلق پی ایل ڈبلیو ڈیز کے کام اور روزگار سے ہے۔ ایچ آر سی پی کا حکومت سے پُرزور مطالبہ ہے کہ وہ ملازمتی کوٹے پر اپنا فیصلہ فوری طور پر واپس لے اور پی ایل ڈبلیو ڈیز کے روزگار کو منصفانہ اور بہتر تحفظ فراہم کرے۔

5 جون۔ ایچ آر سی پی کو ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ مشن کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ یزمان (ضلع بہاولپور) کے چک 52 ڈی بی میں ہندو برادری کے گھر مسمار کرنے کی ذمہ دار وہاں کی مقامی انتظامیہ ہے۔ یزمان کے اسسٹنٹ کمشنر کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے ایک مقامی رجسٹرار کی جانب سے درج کرائی گئی شکایت پر کارروائی کی جس میں الزام عائد کیا گیا تھا کہ ہندو برادری نے 'ریاست کی زیرِ ملکیت زمین غیر قانونی طور پر' فروخت کرنے کی کوشش کی۔ ایچ آر سی پی کے پاس یہ یقین کرنے کی ٹھوس وجوہات موجود ہیں کہ موخرالذکر نے سیاسی روابط کے استعمال اور دھمکیوں کے ذریعے ہندو برادری کو زمین فروخت کرنے پر مجبور کیا جو انہیں 2018 میں بورڈ آف ریونیو نے گھروں کی تعمیر کے لیے قانونی طور پر الاٹ کی تھی۔ اگرچہ ایک حکم امتناع جاری کیا گیا تاہم 20 مئی 2020 کو 25 گھروں کو مسمار کردیا گیا اور 10 کو جزوی طور پر نقصان پہنچا جس کے باعث بچوں سمیت کئی رہائشی اپنے گھروں سے محروم ہوگئے۔ ایچ آر سی پی کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ ہندو برادری، جو ایک مذہبی اقلیت ہونے کی بنا پر پہلے ہی غیر محفوظ ہے، کو ان کے مذہب کی بنیاد پر نشانہ بنایا گیا تاکہ مقامی قبضہ گیروں کو فائدہ پہنچایا جاسکے۔ ایچ آر سی پی وفاقی وزیر برائے ہاوسنگ اینڈ ورکس، طارق بشیر چیمہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان مجرموں کے خلاف کارروائی کریں جن کا دعویٰ ہے کہ انہیں مذکور وزیر کی حمایت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ، پنجاب حکومت کو اس مسماری سے متاثر ہونے والے تمام خاندانوں کو معاوضہ ادا کرنا چاہئے۔

19 جولائی۔ ایچ آر سی پی نے کووِڈ 19 وبا سے متعلق فیصلہ سازی کے معاملات پر پارلیمانی نگرانی کی فوری بحالی کا مطالبہ کیا ہے۔ حکومت کا مجموعی ردِعمل اعلیٰ سطح پر جاری ہونے والے بے ربط بیانات سے شدید متاثر ہوا ہے اور اب وفاقی وصوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ بحران کے اِس مشکل گھڑی میں متحدہ ردِعمل دے کر اپنی غلطی کی تصحیح کریں۔ ایچ آر سی پی کے مشاہدے کے مطابق، وبا کے پھیلاؤ نے ریاستی اداروں اور حکمران اشرافیہ پر عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اور عوام کی نظروں میں اُن کی عزت پہلے سے کم ہوگئی ہے۔ صحت عامہ کے بحران نے ملک کے نظام میں پہلے سے پائے جانے والے امتیازی سلوک اور عدم مساوات کو دوچند کردیا اور غلط سماجی ومعاشی ترجیحات سے پردہ ہٹادیا ہے۔

معاشی سرگرمی کی بحالی کی کوئی بھی کوشش طلب میں اضافے پر مبنی ہونی چاہیے اور لوگوں کو ملازمت سے نکالے جانے سے گریز کرنا چاہیے۔ اِس کے علاوہ، روزگار پیدا کرنے اور وسیع تر، مؤثر سماجی تحفظ کے لیے درکار وسائل پیدا کرنے کے لیے حکومت کو متروک سرکاری ڈویژنوں اور محکموں اور غیر ضروری دفاعی اخراجات سے فوری چھٹکارا پانا ہوگا۔ جہاں تک صحت عامہ کا تعلق ہے، ایسی حکمتِ عملی اپنائی جائے جو بیماریوں کے جنم لینے اور پھیلاؤ سے قبل ہی اُن کی روک تھام پر زور دے۔ اگلی صفوں پر کام کرنے والے تمام لوگوں، بشمول صفائی ستھرائی پر مامور عملے کو مناسب ذاتی

ضمیمہ - 4

حفاظتی سازوسامان فراہم کیا جائے۔ قلیل المدتی پالیسی کے طور پر، حکومت کو صوبائی سطح پر صحت کے شعبوں میں خالی اسامیاں پُر کرنے اور قرنطینہ اور تنہائی کے لیے ضلعی ہسپتالوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

عورتوں کی صحت، روزگار اور گھریلو تشدد جیسے خاص معاملات فوری توجہ کے طلب گار ہیں۔ حکومت اور سول سوسائٹی کے ادارے مذہبی اقلیتوں، معذور افراد، عمر رسیدہ افراد اور خواجہ سراؤں کے نامساعد حالت سے صرفِ نظر کے متحمل نہیں ہو سکتے، خاص طور پر اُن کو صحت کی سہولیات اور امدادی سامان کی فراہمی ایسے معاملات کے حوالے سے۔ آن لائن تعلیم اور انٹرنیٹ کی سروس کی عدم دستیابی سے جڑے مسائل کو فوری طور پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی جیلوں پر بھی سنجیدہ توجہ دی جائے جو وبائی امراض کا آسان ہدف بن سکتی ہیں۔

20 دسمبر۔ ایچ آر سی پی کی جاری کردہ ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں کراچی کے لیے ایک خودمختار مقامی حکومت کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ بنیادی مشکل سب سے پہلے شہر کے دائرہ اختیار سے متعلق معاملات حل کرتے ہوئے مقامی حکومت کو مقامی محصولات لاگو کرنے کا اختیار دینا ہے جو پھر مقامی ضروریات پر خرچ ہو سکیں، اور اوپر سے نیچے ترقی کے نمونے کو بدلنا ہے تاکہ کراچی کے دوردراز کے علاقوں کو دوبارہ سے محفوظ کیا جا سکے۔

کراچی کے زیادہ تر قدرتی نالے تجاوزات یا ٹھوس فضلہ بھر جانے کی وجہ سے بند پڑے ہیں۔ البتہ، ان تجاوزات کے پیچھے کئی کردار ہیں، بشمول ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، کے پی ٹی آفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی اور نجی 'بلڈرز' کے اور انہیں ریاستی اہلکاروں کی سرپرستی حاصل ہے۔ پھر بھی، جب کبھی کراچی میں سیلاب آیا ہے غریبوں کی تجاوزات کو مسئلے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کے مشاہدے میں یہ بھی آیا ہے کہ کراچی کی شہری منصوبہ بندی میں اعلی عدالتوں کی مداخلت بھی مسائل کا سبب ہے کیونکہ اس کا نتیجہ لازمی طور پر غریب افراد کے خلاف تجاوزات مخالف مہم کی صورت میں نکلتا ہے جس کے باعث اور زیادہ ناہمواری اور غربت پیدا ہوتی ہے۔ رپورٹ اس نتیجے میں پہنچی ہے کہ غریب مخالف پالیسی سازی، منصوبہ سازی اور عملی اقدامات ختم ہونا چاہیں۔

جنوبی ایشیا میں امن اور انسانی حقوق

3 مارچ۔ دہلی میں گھمبیر صورت حال جہاں متشدد بلوائیوں کو انتظامیہ نے اقلیتی مسلم برادری کے شہریوں کو کچلنے، ان کی جائیداد کو جلانے، اور مساجد پر حملے کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے، شدید قابل مذمت ہے۔ یہ ایک ایسے وقت پر ہو رہا ہے جب کشمیر کے لوگ پہلے ہی سات ماہ سے محاصرے میں ہیں۔ جنوبی ایشیا میں فرقہ وارانہ تشدد خلا میں وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ اکثر ایک میکانکی اثر ہوتا ہے جس سے کسی ایک ملک میں اقلیتوں کے خلاف ریاستی تشدد سے ہمسایہ ممالک میں اس اقلیت کے خلاف تشدد پھوٹ پڑتا ہے۔ ایچ آر سی پی کا عالمی برادری، اور تمام حکومتوں سے مطالبہ ہے کہ وہ تمام اقلیتوں سے مساوی شہریوں جیسا سلوک کریں، اور پورے خطے میں ان کی حفاظت اور بہبود کی ضمانت دیں۔

4 اگست۔ ایچ آر سی پی مودی حکومت کی جانب سے جموں وکشمیر میں شہری، سیاسی اور معاشی حقوق کی مسلسل معطّلی کی

ضمیمہ - 4

شدید مذمت کرتا ہے۔ ایچ آر سی پی کا ماننا ہے کہ 5 اگست 2019 کے بعد سے جموں وکشمیر میں جاری صورت حال نے خطے میں مزید عدم استحکام پیدا کیا ہے جس سے وہاں کی مشکلات کا شکار آبادی جنگ اور تباہی کے مزید خطرے سے دوچار ہوگئی ہے۔ کشمیریوں کو مسلسل کرفیو، غیر قانونی حراستوں اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کا سامنا ہے۔ جموں وکشمیر کے لیے نیا ڈومیسائل قانون بھی ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستانی حکومت نے علاقے میں آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے، جو کشمیری شہریوں کے اپنے حقوق کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہندوستانی حکومت کے کشمیر کی خود مختاری کو رد کرنے کے فیصلے کا ایک سال مکمل ہونے سے پہلے دوروزہ کرفیو کا اعلان غیر جمہوری اور بدنیتی پر مبنی ہے۔

13 اگست۔ ایچ آرسی پی نے پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنی قومی آزادی کے موقع پر دونوں ممالک کی جیلوں میں پڑے 300 سے زائد ماہی گیروں کی رہائی کو یقینی بنا کر دوطرفہ امن کے لیے عزم نو کا اظہار کریں۔

سرحد کے دونوں اطراف، ماہی گیر ساحلی برادریوں کے غریب اور پسماندہ افراد ہیں اور جب کبھی وہ بھول چوک سے دوسرے ملک کے علاقائی پانیوں میں جانے پر اپنے ہمسایہ ملک کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتے ہیں تو انہیں یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ان کے قونصلر رسائی اور قومیت کی تصدیق کے حق کی ہمیشہ پامالی کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں ان کی وطن واپسی کا عمل برسوں تک تاخیر کا رہتا ہے۔ ایچ آر سی پی کا دونوں حکومتوں سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ ایک مؤثر نظام تشکیل دیں جس کے ذریعے بحری حد عبور کرنے والے ماہی گیروں کو وطن واپس بھیج دیا جائے نہ کہ انہیں پکڑ کر عقوبت خانوں میں ڈال دیا جائے۔

ضمیمہ - 4

تصاویر کے ذرائع

آزاد جموں و کشمیر

https://www.dawn.com/news/1609571
https://92newshd.tv/lawyers-police-clash-erupt-in-district-court-in-muzaffarabad
https://www.bbc.com/news/world-asia-54921606
https://voicepk.net/2020/06/24/countrywide-stud ents-solidarity-protest-against-online-classes/
https://twitter.com/Azamkhan02/status/1351108684810776576/photo/1

بلوچستان

https://www.thenews.com.pk/printZ668583-protest-campaign-over-woman-s-murder-in-robbery-in-balochistan-s-kech-reaches-karachi
https://dailytimes.com.pk/590606/police-baton-charge-arrest-young-doctors-in-quetta-during-protest-against-lack-of-ppes/
https://www.dawn.com/news/1440365
https://www.dawacom/news/1284901
https://twitter.com/NigwarSCouncil/status/1387116324233650177/photo/1

اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ

https://gulfnews.com/world/asia/pakistan/coronavirus-two-covid-19-patients-died-in-pakistan-as-the-cases-rise-to-377-1.70496122
https://twitter.com/LALMALHI/status/127537255102Q167168/photo/1
https://www.samaa.tv/news/pakistan/2020/03/case-registered-against-men-who-attacked-islamabad-aurat-march/
https://www.thenews.com.pk/latest/506797-urdu-to-be-made-medium-of-instruction-in-punjab-private-schools-too

خیبر پختونخوا

https://www.dawn.com/news/1590845
https://www.dawn.com/news/1572574
https://www.dawn.com/news/1471695
https:// www.dawn.com/news/1565424
https://www.geo.tv/latest/159326-nearly-15-million-children-out-of-school-in-kpk
https://www.dawn.com/ news/1593678

گلگت۔ بلتستان

https://twitter.com/PervazAneel/status/1329684843517632513/photo/1
https://twitter.com/ahtishamhunzai/status/1277309706982371332/photo/2
https://www.thenews.com.pk/tns/detail/567829-curious-case-bnf-h
https://pamirtimes.net/2020/07/16/video-report-poor-internet-impedes-online-classes-in-gilgit-baltistan-internet4gilgitbaltistan/

پنجاب

https://newscollection.net/asia-pacific/pakistan-province-pushes-crackdown-on-publishers/
https://www.thenews.com.pk/latest/751145-several-punjab-towns-put-under-smart-lockdown
https://www.dawn.com/ news/1585757
https://tribune.com.pk/story/2281357/child-maid-allegedly-tortured-for-breaking-pot
https://www.samaa.tv/news/pakistan/2020/07/faisalabad-shops-punjab-smart-lockdown/
https://www.dawn.com/news/1398775
https://archive,pakistantoday.com.pk/2017/08/18/menace-of-polythene-bags-continues-in-punjab/
https://tribune.com.pk/story/2250493/1-punjab-govt-moves-seal-areas

سندھ

https://www.geo.tv/latest/313909-captain-r-safdar-makes-people-chanting-slogan-of-vote-ko-izzat-do
https://dunyanews.tv/en/Pakistan/598971-Sindh-announces-partial-lockdown-wake-increasing-covid-cases/
https://twitter.com/voiceminority/status/1318808037080129536/photo/3
https://twitter.com/lDthreadsl/status/1299744729333149698/photo/1
https://twitter.com/ParlKe/status/1334016790138028034/photo/2
https://twitter.com/lvanbar333/status/1373900632797634561/photo/1
https://twitter.eom/BalaniTulsil/status/1255785242750865408/photo/1

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

1986 میں تشکیل پانے اور 1987 میں رجسٹر ہونے والا پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) ملک میں انسانی حقوق کا نامور خود مختار ادارہ ہے۔ رکنیت کے اصول پر مبنی ادارہ، ایچ آر سی پی ملک کے تمام شہریوں اور باشندوں کے ہر قسم کے حقوق — شہری، سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں ہے۔ ایچ آر سی پی دستور پاکستان میں دی گئی بنیادی آزادیوں اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدات جن میں سے بعض کا پاکستان فریق ہے، میں دیا گیا طریقہ کار بروئے کار لاتا ہے۔

2020–2023 کے عرصہ کے لیے ایچ آر سی پی کے درج ذیل عہدیداران ہیں: حنا جیلانی (چیئرپرسن)، اسد اقبال بٹ (شریک چیئرپرسن)، حسین نقی (خزانچی)، حبیب طاہر (وائس چیئر، بلوچستان)، کامران عارف (وائس چیئر، خیبر پختونخوا)، راجہ اشرف (وائس چیئر، پنجاب)، اور قاضی خضر (وائس چیئر، سندھ)۔ آئی اے رحمان ادارے کے اعزازی ترجمان ہیں۔

ایچ آر سی پی سیکریٹریٹ کی نمائندگی سیکریٹری جنرل حارث خلیق کرتے ہیں۔ ادارے کے روزمرہ کے امور کی نگرانی ڈائریکٹر فرح ضیاء کرتی ہیں۔ ملک بھر میں انسانی حقوق کے دفاع کا کام ایچ آر سی پی کے کام کی اعانت کرتے ہیں۔ ادارے کی ویب سائٹ www.hrcp-web.org ہے۔

ہیڈ آفس / پنجاب چیپٹر
ایوانِ جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600
فون: 5969 3586 ,8341 3583 ,4994 3586 42 92+
فیکس: 3582 3588 42 92+
ای میل: hrcp@hrcp-web.org
ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
موبائل (شکایات سیل): 6800 200 333 92+
ای میل: complaints@hrcp-web.org

اسلام آباد آفس / مرکز برائے فروغِ جمہوریت
مسمت نمبر 7، بلڈنگ نمبر 30- ویسٹ، اے پی ایس سینٹر، بلاک اے، ایف-6، فضل حق روڈ، بلیو ایریا، اسلام آباد
فون: 1127 835 51 92+
موبائل (شکایات سیل): 6190 561 333 92+
ای میل: islamabad@hrcp-web.org

گلگت-بلتستان ریجنل آفس
آفس نمبر 9، اراگنگ شیل پلازہ، جماعت خانہ روڈ
ذوالفقار آباد کالونی، جٹیال، گلگت
موبائل (شکایات سیل): 5553 547 344 92+
ای میل: gilgit@hrcp-web.org

حیدرآباد ریجنل آفس
306- قاضی آرکیڈ، لوف اینڈ مینز، اپر فلور
صدر کنٹونمنٹ، حیدرآباد
فون: 770 2720 ,3688 278 22 92+
فیکس: 4645 278 22 92+
موبائل (شکایات سیل): 6241 559 301 92+
ای میل: hyderabad@hrcp-web.org

کراچی ریجنل آفس
یونٹ نمبر 08 فلور 1، سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (اللہ والا ہاؤس)
عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی۔ 74400
فون: 7132 3563 ,7131 3563 21 92+
فیکس: 7133 3563 21 92
(شکایات سیل): 6287 111 315 92+
ای میل: karachi@hrcp-web.org

ملتان ریجنل آفس
مکان نمبر A-24، امدادیہ کالونی
گلی مسجد بیٹھا والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
فون: 7217 451 61 92+
شکایات سیل (موبائل): 5529 665 331 92+
ای میل: multan@hrcp-web.org

پشاور ریجنل آفس
اعظم چشتی روڈ، خیبر زئی کالونی، گلی 1
جنرل سٹاپ، رحمان بابا ٹاؤن، پجگی روڈ، پشاور
فون: 4253 584 91 92+
فیکس: 3318 585 91 92+
شکایات سیل (موبائل): 0661 916 314 92+
ای میل: peshawar@hrcp-web.org

کوئٹہ ریجنل آفس
فلیٹ نمبر C-6، کبیر بلڈنگ
ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
فون: 7869 282 81 92+
فیکس: 0117 282 81 92+
شکایات سیل (موبائل) 6125 294 306 92+
ای میل: quetta@hrcp-web.org

تربت / مکران ریجنل آفس
پروانہ ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،
ہسپتال روڈ، تربت کیچ
فون: 365 413 852 92+
موبائل: 2406 234 323 92+
ای میل: turbat@hrcp-web.org